پاک وہند کے پچاس علماءِ دیوبند کے

حالات وخدمات کا جامع تذکرہ

پچاس جلیل القدر علماء

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

تعارف

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ



پاک و ہند کے پچاس علماءِ دیوبند
کے حالات و خدمات کا جامع تذکرہ

پچّاس جلیل القدر علماء

تتمہ

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

تعارف
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

المیزان ناشران و تاجران کتب
الکریم مارکیٹ اردو بازار۔ لاہور پاکستان فون: ٧٢١٢٧٦٢، ٧١٢٢٩٨١-٠٤٢



عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ

سلسلہ مطبوعات۔ ۱۸۴

سن اشاعت ۲۰۰۶ء

محمد شاہد عادل نے

حاجی حنیف پرنٹرز سے چھپوا کر

المیزان اُردو بازار لاہور سے شائع کی۔

فہرست



تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ

زیر نظر تالیف ''پچاس جلیل القدر علماء'' ہمارے محبوب و محب عظیم مصنف سید محمد اکبر شاہ بخاری مدظلہ کی نئی کتاب ہے۔ اس کتاب میں علماء حق کی سیرت وکردار اور اخلاق و معاملات کا مقدس تذکرہ بڑے دلکش اور حسین انداز میں مختصر مگر جامع طور پر پیش کیا گیا ہے' اس کتاب میں تمام علماء و مشائخ عظام آسمان علم و ہدایت کے درخشاں ماہ و نجوم کا درجہ رکھتے تھے جن کی ضیا پاشیوں سے تمام ممالک اسلامیہ کے علمی و دینی حلقے منور اور روشن ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ' اس کتاب کے مصنف سید اکبر شاہ کے علم وقلم میں مزید برکت عطا فرمائیں اور ان کی خدمات کو قبول و منظور فرمائیں آمین۔

عبدالرحمٰن

☆☆☆

تقریظ

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ہمارے محترم دوست جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری کو اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام سے والہانہ عقیدت و محبت کا تعلق عطا فرمایا ہے۔ ان کو حضرات علماء کے سوانح و حالات و خدمات جمع کرنے کا خاص ذوق ہے اور اس موضوع پر ان کی متعدد تصانیف سامنے آ چکی ہیں اور ملک کے تقریباً ہر رسالے اور جریدے میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ علمی و دینی حلقوں میں ان کا نام یقیناً محتاج تعارف نہیں ہے۔

زیر نظر کتاب ''جلیل القدر علماء'' میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند سے لے کر موجودہ دور تک کے جید علماء کرام کا تذکرہ اختصار مگر جامعیت اور خوش اسلوبی کے ساتھ جمع فرمایا ہے جس کے مطالعہ سے ان علمائے کرام کے حالات و خدمات کا ایک اجمالی خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔

حافظ صاحب موصوف نے یہ کتاب مرتب کر کے بڑی مفید خدمت انجام دی ہے۔ امید ہے علمی و ادبی حلقوں میں اس کی قدر دانی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اسے مقبول عام فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

پیش لفظ

مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند پوری دنیائے اسلام کی ایک عظیم دینی یونیورسٹی ہے' اس کی بنیاد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے رکھی' دارالعلوم کے قیام کے بعد سے آج تک لاکھوں تشنگان علوم اس عظیم یونیورسٹی سے سیراب ہو چکے ہیں' دنیا کے ہر ہر ملک اور خطے میں دارالعلوم دیوبند کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں' خصوصاً ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش میں تو تقریباً ہر شہر اور قصبے میں فضلائے دارالعلوم دیوبند نے مدارس قائم کیے ہوئے ہیں اور لاکھوں طالبان علم فیضیاب ہو رہے ہیں۔ پاکستان ہی کو لیجئے کہ یہاں دارالعلوم دیوبند کی طرز پر بڑے بڑے دینی مدارس عظیم یونیورسٹیوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں جیسے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دارالعلوم کراچی' حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کا جامعہ اشرفیہ لاہور' حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا جامعہ خیر المدارس ملتان' علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کا جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی' اسی طرح دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' جامعہ فاروقیہ کراچی' دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار' جامعہ احتشامیہ کراچی' جامعہ مدنیہ لاہور' جامعہ امدادیہ فیصل آباد' جامعہ حقانیہ سرگودھا' دارالعلوم کبیر والا' فیصل آباد' پشاور اور ملک بھر میں ایسے ہی عظیم دینی مدارس' دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کے قائم کردہ ہیں' غرض کہ دارالعلوم دیوبند کا علمی وروحانی فیض ملکوں ملکوں پھیلا ہوا ہے اور جہاں کہیں بھی فاضل دارالعلوم مقیم ہے وہاں تعلیم و تدریس اور تبلیغ واصلاح کا کام احسن طریق پر چلایا جا رہا ہے۔

دارالعلوم دیوبند نے ہزاروں علماء محدثین' مفسرین' محققین' مورخین' مدبرین متکلمین اور منتظمین پیدا کیے ہیں جن کے ذریعے آج عالم اسلام میں علم وعمل کی شمعیں روشن ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے اکابرین وقائدین نے ہزاروں ایسے علماء وفضلاء کی کھیپ تیار کی جن کے علم وتقویٰ اور خلوص وللّٰہیت کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے' ایسے جلیل القدر علماء و اولیائے ربانی دارالعلوم دیوبند سے نکلے جن کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

درالعلوم دیوبند کے اکابرین علماء ومشائخ کے پاکیزہ حالات وواقعات ہمارے لئے زندگی میں رہنمائی کا باعث بنتے ہیں اور ایسے علماء واولیاء کی سیرت وسوانح کے مطالعہ سے ایمان میں تازگی اور عقیدہ میں پختگی آتی ہے۔ اس پرفتن دور میں علماء واولیاء کی صحبت کی اشد ضرورت ہے اور ان سے تعلق قائم کرنا از حد ضروری ہے۔ آج اولیاء اللہ اور علماء ومشائخ بڑی تیزی سے دنیائے فانی سے رخصت ہورہے ہیں اور ان کی عظیم مسندیں خالی اور ویران نظر آرہی ہیں۔ ہمارے عزیز محترم محمد اکبر شاہ بخاری سلمہ نے اکابر علماء ومشائخ دیوبند کے حالات وواقعات کو جس انداز میں پیش کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

اکابر علماء اور اولیاء کے ملفوظات اور ارشادات خطبات ومقالات اور حالات وواقعات بھی بزرگوں کی صحبت اور تعلق کے قائم مقام ہوتے ہیں' عزیز موصوف نے بزرگوں اور علماء ومشائخ دیوبند کی سیرت وسوانح نگاری کے میدان میں جو عظیم خدمات سرانجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں' عزیز سلمہ کی تین درجن سے زائد تالیفات منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ اور اہل علم و دانش سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ سید قاری محمد اکبر شاہ صاحب بخاری کی زیر نظر کتاب پچاس جلیل القدر علماء بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے' جس میں سید صاحب نے اکابر علماء ومشائخ کے حالات' سیرت وسوانح اور اخلاق وعادات اور اوصاف وخدمات کا مختصر اور جامع انداز میں دلکش ودلنشین تذکرہ مرتب کیا ہے' جو اہل علم اور عقیدت مندوں کے لئے اپنے اکابر واسلاف کی جدائی کے بعد راحت وتسکین کا سامان بھی ہے اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کا ذریعہ بھی ہے۔ زیر نظر کتاب ''پچاس جلیل القدر علماء'' ایک عظیم مستند تاریخ ہے جس میں اکابر علماء ومشائخ کا حسین انداز میں تذکرہ وتعارف پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی مقبول وعام فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع ومفید فرمائے۔ آمین۔ محمد عبدالحئی عفی عنہ۔

مولانا محمد عبدالحئی مدظلہ

فاضل دیوبند

دارالعلوم دیو بند

ایک مثالی دینی درس گاہ

مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ

دارالعلوم دیو بند برصغیر میں مسلمانوں کی ایسی درس گاہ ہے' جو فرنگی اقتدار کے بڑھتے ہوئے طوفانوں کا مقابلہ کر کے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی' یہ دین وتقویٰ اور علم وعرفان کی ایسی جلوہ گاہ ہے۔ جس نے مسلمانوں کے دلوں کو جگایا اور ایسے فرزندان توحید پیدا کیے جو آسمان دین ودانش کے ماہ وانجم بن کر آج بھی قلوب انسانی پر ضوفشاں ہیں۔

حمد وستائش اس ذات کے لئے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا

اور

درود وسلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

گزشتہ صدی پورے عالم اسلام کے لئے عموماً اور برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً انقلابی واقعات کی صدی تھی' اور اس میں کفر کی طاغوتی طاقتوں نے مسلمانوں پر بیک وقت جو منظم سیاسی اور نظریاتی حملے کیے وہ بالکل منفرد نوعیت کے حامل تھے۔ پہلے انگریز نے عسکری طاقت استعمال کر کے اور ظلم وستم اور مکر وفریب کے نت نئے طریقے آزما کر ہندوستان پر اپنا سیاسی تسلط قائم کیا اور اس کے بعد یہاں کے باشندوں کا ذہن بدلنے اور نظریاتی طور پر مغرب کی بالادستی کا سکہ جمانے کے لئے ایسا نظام تعلیم جاری کیا جس سے پوری ہندوستانی قوم انگریز کے سامنے ہمہ تن مرعوب کلرکوں کی ایک جماعت بن کر رہ جائے' انگریزوں کی اسی پالیسی کو اکبراللہ آبادی مرحوم نے اپنے اس بلیغ شعر میں واضح کیا ہے۔

توپ کھسکی' پروفیسر پہنچے جب بسولہ ہٹا تو رندا ہے

ان نازک اور سنگین حالات میں اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی تھے جو انگریز کی ان شاطرانہ چالوں اور اس کے منصوبوں کو سمجھ رہے تھے' اور اپنی وسعت کی حد تک انگریز کے سامراجی عزائم کے آگے بند باندھنے میں مصروف تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ' قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ' حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حافظ ضامنؒ ایسے خدامست مجاہدین میں سے ہیں' جنہوں نے ابتداء زمانہ ہی سے انگریز کے خلاف اپنے تن' من' دھن کی بازی لگائی' اور اپنے محدود وسائل کے باوجود اس وقت تک تلوار ہاتھ سے نہیں رکھی جب تک سرفروشی و جاں سپاری کے ذریعے اس یلغار کو روکنے کا کوئی ادنیٰ امکان باقی رہا' لیکن جن انہوں نے دیکھا کہ انگریز مکروفن کی آڑ لے کر اپنے اقتدار کا شکنجہ پوری طرح کس چکا ہے اور اب کچھ عرصے تک اس شکنجے کو ڈھیلا کرنا ممکن نہیں تو انہوں نے اپنی تمام تر توجہ مسلمانوں کے دین و ایمان کو سلامت رکھنے اور اسلامی علوم کی حفاظت کرنے پر صرف کر دی' اور وہی لوگ جنہوں نے شاملی' کیرانہ اور تھانہ بھون کے میدانوں میں سرفروشی کے جوہر دکھائے تھے' ایک گوشے میں قرآن و سنت کے علوم کو سینے سے لگا کر بیٹھ گئے اور اسی کی تعلیم و تربیت کے لئے دیوبند کے چھوٹے سے قصبے میں وہ عظیم الشان دارالعلوم قائم کیا جو پچھلی صدی میں مسلمانوں کے دین و ایمان اور اسلامی علوم کا ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا اور جس کے بکھیرے ہوئے انوار سے آج روئے زمین کا ہر گوشہ منور ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا آغاز اللہ کے کچھ بندوں نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں کیا تھا' نہ کوئی باقاعدہ عمارت تھی' نہ کوئی مستقل فنڈ تھا' نہ ملازمین تھے' بس ایک استاد اور ایک شاگرد انار کے ایک درخت کے نیچے خاموشی سے بیٹھ گئے تھے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سادہ ترین درسگاہ کی بنیاد ڈالتے وقت اخلاص' للّٰہیت اور جذب دروں کی متاع استعمال ہوئی تھی کہ یہ بے سروسامان مدرسہ نہ صرف عالم اسلام کا ایک منفرد دینی مرکز بن گیا بلکہ یہاں کے بوریہ نشینوں نے ملکی سیاست سے لے کر علم و قلم تک ہر محاذ پر کفر و استعمار کے دانت کھٹے کیے' اور یہ انہی بوریہ نشینوں کا فیض تھا کہ دو سو سال تک مغربی استعمار کی چکی میں پسنے کے بعد بھی مسلمان بحیثیت مجموعی اپنے دین اور ایمان کی متاع کو صحیح سالم رکھنے میں کامیاب رہے۔

انگریز نے برسر اقتدار آنے کے بعد معاش کے تمام دروازے ان لوگوں پر بند کر دیئے تھے۔ جو قرآن وسنت کے علوم کو اپنا خصوصی موضوع بنا کر ان کی تعلیم و تحقیق میں مشغول رہنا چاہتے تھے' مقصد یہ تھا کہ رفتہ رفتہ یہ علوم قصہ پارینہ بن کر رہ جائیں' کچھ عرصے بعد ان کی کتابوں کو جاننے سمجھنے والا باقی نہ رہے' اور پھر مسلمانوں کے قلب و ذہن پر مغربی افکار کا سکہ بٹھانے میں کوئی ''دقیانوسی عالم'' رکاوٹ ثابت نہ ہو' لیکن دارالعلوم دیوبند کے مقدس اساتذہ و طلباء نے اس چیلنج کو آگے بڑھ کر قبول کیا' انہوں نے دنیوی جاہ منصب اور مال و دولت سے منہ موڑ کر تنگ دستی اور فاقہ کشی کو گوارا کیا' اور روکھی سوکھی کھا کر' موٹا جھوٹا پہن کر' کونوں کھدروں میں رہ کر قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں کو بلند رکھا' اور علم دین کی شدید کساد بازاری میں بھی اسے سینے سے لگائے بیٹھے رہے۔

مغربی استعمار اور بھی کئی اسلامی ملکوں میں مسلط ہوا' لیکن جن ملکوں میں یہ پیکر ایثار مدارس موجود نہیں تھے' وہاں اسے پوری طرح کھیل کھیلنے کا موقع ملا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی جگہوں پر یہ عالم ہو گیا کہ ڈھونڈے سے بھی کوئی ایسا شخص دستیاب نہیں ہوتا جو غلافوں میں لپٹے ہوئے قرآن حکیم کو سمجھ کر اس کے معنی بتلا سکے' نہ جانے کتنے خطے ایسے ہیں جہاں تفسیر' حدیث یا فقہ نام کی کسی کتاب کا کوئی گزر نہیں' اور ایسے خطے تو بے شمار ہیں جہاں اسلامی علوم نظریاتی طور پر خواہ کتنے پڑھے پڑھائے جاتے ہوں لیکن ان کی حیثیت ایک تاریخی دلچسپی سے زائد کچھ نہیں' ''سنت'' اور ''اتباع سنت'' کے الفاظ صرف کتابوں کی زینت ہیں اور عملی زندگی میں اس کا کوئی نمونہ دیکھنے کو نگاہیں ترستی ہیں' لیکن برصغیر پاک و ہند پر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ انحطاط و زوال کے اس آخری دور میں بھی یہاں نہ صرف اسلامی علوم کی شمع روشن رہی' بلکہ یہ خطہ ایسی دلکش شخصیتوں سے بھی مالا مال رہا جن کی زندگی ان علوم کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی' جن حضرات کو برصغیر سے باہر کبھی دوسرے اسلامی ملکوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے' ان میں سے شاید کوئی شخص بھی اس تاثر کے بغیر نہ لوٹا ہو کہ دین کی عظمت و محبت' شعائر اسلام کے احترام' اتباع سنت کے شوق اور دین کے لئے ایثار و قربانی کے جذبے میں برصغیر کے مسلمان سب سے آگے ہیں' اور اس صورت حال کا ظاہری سبب ان بوریہ نشین علماء کے سوا کوئی نہیں' جن کا سب سے بڑا

مرکز دارالعلوم دیوبند تھا۔

علم وتحقیق کے اعتبار سے اعلیٰ درجے کی دینی درسگاہیں دنیا میں اور بھی بہت سی ہیں لیکن دارالعلوم دیوبند کی نمایاں ترین خصوصیت یہ تھی کہ وہ محض ایک درسگاہ نہیں تھی جہاں اسلامی علوم کو صرف نظریاتی طور پر پڑھایا جاتا ہو' بلکہ ساتھ ساتھ وہ ایک تربیت گاہ بھی تھی جہاں علم کے ظاہری خول سے زیادہ کردار وعمل کی روح پیدا کرنے پر زور دیا جاتا تھا' چنانچہ یہاں کے فیض یافتگان نے اگر ایک طرف علم وتحقیق کے میدان میں اپنا لوہا منوایا ہے تو دوسری طرف جہد وعمل' سیرت وکردار' عبادت وزہد اور للّٰہیت وتقویٰ کی ایسی دلکش مثالیں قائم کی ہیں جن کی نظیر ماضی قریب میں ملنی مشکل ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے آغوش میں جو دل آویز شخصیتیں تیار ہوئیں اور انہوں نے زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں جیسی گراں قدر خدمات انجام دیں ان کی مثال گزشتہ صدی میں کسی ایک ادارے کی تاریخ میں نہیں ملتی' اس ادارے کے قرن اول کی ایک ایک شخصیت اپنے علم وفضل' تقویٰ وطہارت اور اپنی گوناگوں خدمات کے لحاظ سے بڑے بڑے اداروں پر بھاری ہے اور خدمت دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں ان بزرگوں نے اپنی جدوجہد کے انمٹ نقوش نہ چھوڑے ہوں۔

علماء دیوبند کی علمی وعملی خدمات ایک ایسا موضوع ہے جو ضخیم جلدوں کی وسعت چاہتا ہے اور جسے ایک مختصر مضمون میں سمیٹنا مشکل ہے' تصنیف وتالیف کے میدان میں دیکھیے تو علماء دیوبند کی تصانیف اس عہد کا بہترین علمی سرمایہ ہیں۔ قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر میں حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ وحواشی' **بیان القرآن' فوائد عثمانی' احکام القرآن اور معارف القرآن** وہ کتابیں ہیں جن سے تفسیر کا کوئی طالب علم مستغنی نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں **فتح الملھم' فیض الباری' معارف السنن' اعلاء السنن' العرف الشذی' ترجمان السنۃ اور معارف الحدیث** جیسے کارنامے اسی درسگاہ کے خوشہ چینوں کے ہاتھوں انجام پائے جو اس عہد کی وہ عظیم علمی تصانیف ہیں جن سے انشاء اللہ رہتی دنیا تک علم دین کے طلباء ومحققین کی رہنمائی ہوتی رہے گی۔ فقہ میں فتاویٰ رشیدیہ' امداد الفتاویٰ' فتاویٰ دارالعلوم دیوبند' امداد الاحکام' کفایت المفتی'

بہشتی زیور' اور جواہر الفقہ جیسی تصانیف کو اگر درمیان سے نکال دیا جائے تو اسلامی فقہ موجودہ زندگی سے بالکل کٹ کر رہ جائے۔ تصوف میں اگر حکیم الامت حضرت تھانوی کی التکشف' تربیت السالك' تعلیم الدین اور ان کے مواعظ وملفوظات نہ ہوں تو آج کے انسان کے لئے تصوف ایک ایسا گورکھ دھندا بن کر رہ جائے جس کا حل ہونا ممکن نہ ہو' عقائد و کلام میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی حجۃ الاسلام' تقریر دل پذیر' حضرت تھانویؒ کی الانتباہات المفیدہ' اشرف الجواب' سائنس اور اسلام اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی علم الکلام اور عقائد اسلام سے قطع نظر کر لی جائے تو موجودہ دور کی نظریاتی گمراہیوں کو سمجھنا مشکل ہو جائے۔ یہ تو چند ان کتابوں کا صرف بطور مثال ذکر تھا جو مستقل' پائیدار اور سدا بہار افادیت کی حامل ہیں' ان کے علاوہ گزشتہ صدی میں مسلمانوں کی دینی ضرورت کا جو مسئلہ بھی سامنے آیا' اس پر دار العلوم دیوبند کے فضلاء نے جو قیمتی کتابیں لکھی ہیں ان سے ایک پورا کتب خانہ تیار ہو سکتا ہے۔

گزشتہ صدی مسلمانوں کے لئے نت نئے نظریاتی فتنوں کی صدی تھی اور وقت کا کوئی فتنہ ایسا نہیں ہے جس کا علماء دیوبند نے دلائل کے ساتھ تعاقب نہ کیا ہو' وہ عیسائیت ہو یا اشتراکیت' آریہ سماجی تحریک ہو یا دہریت اور نیچریت' قادیانیت' ہو یا انکار حدیث' اسمٰعیلی مذہب ہو یا ذکری مذہب' غرض عہد حاضر میں کفر و نفاق کا کوئی روپ ایسا نہیں ہے جو اللہ کے ان بندوں سے مخفی رہ گیا ہو اور جس کی علمی تردید میں ان حضرات کی کتابیں بنیادی ماخذ کی حیثیت اختیار نہ کر گئی ہوں' مسلمانوں کے باہمی اختلافات میں بھی' رفض و تشیع سے لے کر بدعات و رسوم اور تقلید و اجتہاد تک کوئی قابل ذکر مسئلہ ایسا نہیں ہے جس پر علماء دیوبند نے اہل سنت والجماعت کے ٹھیٹھ عقیدہ ومسلک کی نمائندگی کا حق ادا نہ کیا ہو۔ اس موضوع پر جو کتابیں ان حضرات نے لکھی ہیں وہ متعلقہ مسائل پر تو سیر حاصل ہیں ہی' لیکن ان میں شریعت کے اصول استدلال اور دین کے صحیح مزاج سے متعلق ایسے اصولی مسائل بھی زیر بحث آ کر منقح ہو گئے ہیں جو بسا اوقات مستقل کتابوں میں نہیں ملتے۔

علم و فضل کا اعلیٰ مقام حاصل کرنے اور اس میدان میں یادگار خدمات چھوڑنے کے باوجود

علماء دیو بند کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ کسی گھمنڈ اور پندار میں مبتلا نہیں ہوئے' بلکہ جو شخص علم کے جتنے بلند مقام پر پہنچا' اسی نسبت سے اس کی تواضع اور خشیت بڑھتی چلی گئی' ان کی سادہ زندگی ان کی منکسر مزاجی اور ان کی فنائیت کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ انہیں علم وفضل کا ایسا بلند مقام حاصل ہوگا۔

دارالعلوم دیو بند کا اصل مقصد اگر چہ اسلامی علوم کا تحفظ' دین کی تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت تھا' اور اس کا اصل مزاج و مذاق عہد حاضر کے سیاسی مزاج سے کوسوں دور تھا' لیکن اس ادارے کے فیض یافتگان گوشہ نشینی کے باوجود امت مسلمہ کے اجتماعی فلاح کے مسائل سے کبھی غافل نہیں رہے اور جب کبھی ملت اسلامیہ کو کسی عملی جدو جہد اور اس راہ میں ایثار و قربانی کی ضرورت پیش آئی' یہ بوریہ نشین حضرات اس کے لئے سب سے پہلے آگے بڑھے' اور جان و مال کی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ آج آزادی ہند کا سہرا اپنے سر بندھوانے کے لئے نہ جانے کتنی گردنیں آگے بڑھی ہوئی ہیں' لیکن انگریزی سامراج کے عین نصف النہار میں جب کہ آزادی کا نام لینا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا' اس مقصد کے لئے اپنی گردنوں کا نذرانہ انہی بوریہ نشینوں نے پیش کیا تھا' جنہیں آج آزادی کا کریڈٹ تقسیم کرتے وقت دنیا اس لئے بھول گئی ہے کہ انہوں نے دنیا میں اپنی کسی خدمت کا کریڈٹ لینے کی کبھی خواہش نہیں کی۔ آزادی کے بعد اپنی خدمت کے تمغے وصول کرنے والے آج بے شمار ہیں' لیکن آزادی سے پہلے انگریز کی جیلوں کو آباد کرنے والے یہ خاموش درویش ہی تھے جو اب آزادی کا صلہ پانے والے کسی شخص کو یاد نہیں آتے' آزادی کا قصر عالی شان تعمیر ہونے کے بعد اس سے لطف اندوز ہونے والے آج ان گنت ہیں' لیکن یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ جن خاموش رضا کاروں نے اس قصر کی بنیاد کو اپنے خون اور پسینے سے سیراب کیا' ان کی ایک بڑی تعداد اسی دارالعلوم دیو بند کی فیض یافتہ تھی' حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک آزادی تو بلا شرکت غیرے دارالعلوم دیو بند ہی کے حضرات نے چلائی تھی' لیکن تحریک خلافت سے تحریک پاکستان تک کوئی ملک گیر مہم ایسی نہیں گزری جس میں علماء دیو بند نے اپنے سر دھڑ کی بازی نہ لگائی ہو۔

لیکن چونکہ ان حضرات کی تمام خدمات خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تھیں' اس لئے ان

حضرات نے نہ صرف یہ کہ نام ونمود کی کوئی خواہش نہیں کی' بلکہ اس کے ہر ادنیٰ شائبے سے بھی اپنے آپ کو پوری طرح محفوظ رکھا' اس بے غرضی کا صلہ تو انشاء اللہ انہیں آخرت میں ملے گا' لیکن خودغرض دنیا نے انہیں اس کا صلہ یہ دیا ہے کہ آج گزشتہ صدی کی تاریخ مرتب کرتے وقت انہیں نہ صرف فراموش کیا جارہا ہے' بلکہ تاریخ کو مسخ کر کے صریح مغالطہ انگیزی اور غلط بیانی سے بھی دریغ نہیں کیا جارہا' علمائے دیوبند نے چونکہ اسلام کی صحیح تعبیر کے خلاف ہر نظریاتی گمراہی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے' اس لئے مختلف نظریات کے لوگ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تاریخ سے ان کا نام مٹانے کے درپے ہیں۔

یہ گمراہ کن کوششیں انشاء اللہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں' لیکن ہم لوگوں پر جو ان اللہ والوں کے ساتھ کم از کم کوئی ظاہری وابستگی رکھتے ہیں' یہ فریضہ ضرور عائد ہوتا ہے کہ آنے والی نسلوں کو صحیح صورت حال سے باخبر کرنے اور ان گمراہ کن کوششوں کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش کریں۔



اکابر دارالعلوم کیا تھے؟

اکابر دیوبند کیا تھے؟ اس کا جواب مختصر لفظوں میں یوں بھی دیا جا سکتا ہے کہ وہ خیرالقرون کی یادگار تھے۔ سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ اسلامی مزاج و مذاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ لیکن ان مختصر جملوں کی تشریح تفصیل کرنے بیٹھیں تو ان کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں، اور سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی خصوصیات کو لفظوں میں سمیٹنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے اس لئے کہ ان کی خصوصیات کا تعلق درحقیقت اس مزاج و مذاق سے ہے جو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کی سیرتوں اور ان کے طرز زندگی سے مستنیر تھا اور مزاج و مذاق وہ چیز ہے جسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن الفاظ کے ذریعے ٹھیک ٹھاک بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح گلاب کی خوشبو کو سونگھا تو جا سکتا ہے لیکن اس کی پوری کیفیت الفاظ میں ڈھالنا ممکن نہیں۔ اسی طرح ان حضرات کے مزاج و مذاق کو ان کی صحبتوں اور انکے واقعات سے سمجھا جا سکتا ہے مگر اس کی منطقی تعبیر ناممکن ہے۔

ا۔ بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم بحر ناپید کنار تھے ان کی تصانیف آب حیات، تقریر دل پذیر، قاسم العلوم اور مباحثہ شاہجہانپور وغیرہ سے ان کے مقام بلند کا کچھ اندازہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض تصانیف تو ایسی ہیں کہ اچھے اچھے علماء کی سمجھ میں نہیں آتی، حد یہ ہے کہ ان کے ہم عصر بزرگ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کا یہ جملہ دارالعلوم میں معروف تھا کہ:

''میں نے آب حیات کا چھ مرتبہ مطالعہ کیا ہے اب وہ کچھ کچھ سمجھ میں آئی ہے''

اور حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اب بھی مولانا نانوتویؒ کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور زیادہ غور و غوض کی مشقت مجھ سے برداشت ہوتی نہیں اس لئے مستفید ہونے سے محروم رہتا ہوں اور اپنے دل کو یوں سمجھا لیتا ہوں کہ ضرورت کا علم حاصل کرنے کے لئے اور سہل سہل کتابیں موجود ہیں، پھر کیوں مشقت اٹھائی جائے۔ ایسے وسیع و عمیق علم کے بعد بالخصوص اور جب اس پر عقلیات کا غلبہ ہو گا عموماً علم و فضل کا زبردست پندار ہو جایا کرتا ہے لیکن حضرت نانوتویؒ کا حال یہ تھا کہ خود فرماتے ہیں:

''جس طرح صوفیوں میں بدنام ہوں اسی طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پر لگا ہوا ہے اس لئے پھونک پھونک کر قدم کو رکھنا پڑتا ہے۔ اگر یہ مولویت کی قید نہ ہوتی تو قاسم کی خاک کا بھی پتہ نہ چلتا۔''

چنانچہ ان کی بے نفسی کا عالم یہ تھا کہ بقول مولانا احمد حسن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ:
حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ جس طالب علم میں تکبر دیکھتے تھے اس سے کبھی کبھی جوتے اٹھوایا کرتے تھے۔

۲۔ یہی حال حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا تھا۔ انہیں ان کے تفقہ کے مقام بلند کی بناء پر حضرت مولانا نانوتویؒ نے ''ابو حنیفہ عصر'' کا لقب دیا تھا۔ اور وہ اپنے عہد میں اسی لقب سے مشہور تھے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ جیسے بلند پایہ محقق جو علامہ شامیؒ کو فقیہ النفس کا مرتبہ دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ حضرت گنگوہیؒ کو فقیہ النفس فرمایا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ واقعہ سناتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آ گئی سب طلبہ کتابیں لے لے کر اندر کو بھاگے مگر مولانا سب کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اٹھا کر لے چلیں لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے۔''

۳۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کے علم وفضل کا کیا ٹھکانہ لیکن حضرت تھانویؒ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے وعظ کہنے کا اصرار کیا۔ مولانا نے عذر فرمایا کہ مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگ نہ مانے تو اصرار پر وعظ کے لئے کھڑے ہو گئے اور حدیث پڑھی اور اس کا ترجمہ کیا کہ:

''ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے''

مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے انہوں نے کھڑے ہو کر کہا: ''یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ کرنا بھی صحیح نہ آئے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔''

حضرت شیخ الہندؒ کا جوابی ردعمل معلوم کرنے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ تھوڑی دیر گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ ان کی جگہ ہم ہوتے تو کیا کرتے؟ صحیح ترجمہ تھا اور ان صاحب کا انداز بیان

توہین آمیز ہی نہیں اشتعال انگیز بھی تھا۔ لیکن اس شیخ وقت کا طرز عمل سنیئے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ سن کر:

مولانا فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں مگر ان لوگوں نے مانا نہیں۔ خیر اب میرے پاس عذر کی بھی دلیل ہوگئی یعنی آپ کی شہادت چنانچہ وعظ تو پہلے ہی مرحلے پر ختم فرما دیا۔ اس کے بعد ان عالم صاحب سے بطرز استفادہ پوچھا کہ ''غلطی کیا ہے تا کہ آئندہ بچوں'' انہوں نے فرمایا کہ اشد کا ترجمہ اثقل (زیادہ بھاری) نہیں بلکہ اضر (زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے'' مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے ''یاتینی مثل صلصلة الجرس و هو اشد علی الخ'' (کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے) کیا یہاں بھی اضر (زیادہ نقصان دہ) کے معنی میں ہے وہ صاحب دم بخود رہ گئے۔

۴۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ جب کانپور میں مدرس تھے۔ انہوں نے مدرسہ کے جلسہ کے موقع پر اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ کو بھی مدعو کیا۔ کانپور میں بعض اہل علم معقولات کی مہارت میں معروف تھے۔ اور کچھ بدعات کی طرف بھی مائل تھے۔ ادھر علماء دیوبند کی زیادہ توجہ چونکہ خالص دینی علوم کی طرف رہتی تھی۔ اس لئے حضرات یہ سمجھتے تھے کہ علماء دیوبند کو معقولات میں کوئی درک نہیں ہے۔ حضرت تھانویؒ اس وقت نوجوان تھے اور ان کے دل میں حضرت شیخ الہندؒ کو مدعو کرنے کا ایک داعیہ یہ بھی تھا کہ یہاں حضرت کی تقریر ہوگی تو کانپور کے علماء کو پتہ چلے گا کہ علماء دیوبند کا علمی مقام کیا ہے۔ اور وہ منقولات (معقولات دونوں میں کیسی کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جلسہ منعقد ہوا اور حضرت شیخ الہندؒ کی تقریر ہوئی حسن اتفاق سے تقریر کے دوران کوئی مسئلہ زیر بحث آ گیا اس وقت تک وہ علماء جن کو حضرت تھانویؒ، شیخ الہند کی تقریر سنانا چاہتے تھے وہ نہیں آئے تھے۔ جب حضرتؒ کی تقریر شباب کو پہنچی اور اس معقول مسئلے کا انتہائی فاضل بیان ہونے لگا۔ تو وہ علماء تشریف لے آئے جن کا حضرت تھانویؒ کو انتظار تھا۔ حضرت تھانویؒ اس موقع پر بہت مسرور ہوئے کہ اب ان حضرات کو شیخ الہندؒ کے علمی مقام کا اندازہ ہوگا۔ لیکن ہوا یہ کہ جونہی حضرت شیخ الہندؒ نے ان علماء کو دیکھا تقریر کو مختصر کر کے فوراً ختم کر

دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ موجود تھے۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ۔

''حضرت اب تو تقریر کا اصل واقعہ آیا تھا آپ بیٹھ کیوں گئے؟ شیخ الہند نے جواب دیا دراصل یہی خیال مجھے بھی آ گیا تھا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ کسی یہودی نے ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر دی تھی تو وہ اس پر چڑھ دوڑے اور اسے زمین پر گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گئے۔ یہودی نے جب اپنے آپ کو بے بس پایا تو کھسیانا ہو کر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روئے مبارک پر تھوک دیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ اس کو چھوڑ کر فوراً الگ ہو گئے اور پوچھنے پر بتایا کہ میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر اس یہودی سے الجھا تھا اگر تھوکنے کے بعد کوئی اور کاروائی کرتا تو یہ اپنے نفس کی مدافعت ہوتی۔

حضرت شیخ الہند نے اپنے اس عمل سے حضرت علیؓ کی یہ سنت تازہ فرما دی۔ مطلب یہی تھا کہ اب تک تقریر نیک نیتی سے خالص اللہ کے لیے ہو رہی تھی۔ لیکن یہ خیال آنے کے بعد اپنا علم جتانے کے لئے ہوتی۔ اس لئے اسے روک دیا۔

۵۔ مدرسہ معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب معقولات کے مسلم عالم تھے۔ انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی شہرت سن رکھی تھی۔ ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ تو ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہندؒ کے مکان پر پہنچ گئے۔ تو گرمی کا موسم تھا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان اور تہبند پہنے ہوئے تھے۔ مولانا معین الدین صاحبؒ نے ان سے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ مجھے حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے ملنا ہے۔ وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری کو اندر لے گئے آرام سے بٹھایا اور کہا کہ ''ابھی ملاقات ہو جاتی ہے'' مولانا اجمیری منتظر رہے اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا کو پلایا۔ اس کے بعد مولانا اجمیریؒ نے کہا کہ ''حضرت مولانا محمود حسنؒ صاحب کو اطلاع کر دیجئے'' ان صاحب نے فرمایا کہ آپ بے فکر رہیں اور آرام سے تشریف رکھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا مولانا اجمیری نے کہا میں مولانا

محمود حسن صاحب سے ملنے آیا ہوں۔ آپ انہیں اطلاع کر دیں۔ ان صاحب نے فرمایا کہ انہیں اطلاع ہوگئی آپ کھانا تناول فرمالیں۔ ابھی ملاقات ہو جاتی ہے۔ مولانا اجمیری صاحبؒ نے کھانا کھایا تو ان صاحب نے انہیں پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔ جب دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری صاحبؒ برہم ہو گئے اور فرمایا کہ آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں میں مولانا سے ملنے آیا تھا اور اتنی دیر ہو چکی ہے! ابھی تک آپ نے ان سے ملاقات نہیں کرائی' اس پر وہ صاحب بولے کہ:

''دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں' البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے۔''

مولانا معین الدین صاحبؒ ہکابکا رہ گئے اور پتہ چل گیا کہ حضرت شیخ الہندؒ صاحب کیا چیز ہیں۔

۶۔ امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اپنی مجلس میں نقل کرتے ہیں کہ ایک عیسائی ''فیلسوف'' نے لکھا ہے کہ اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ غزالیؒ جیسا محقق اور مدقق اسلام کو سچا سمجھتا ہے''۔ یہ واقعہ بیان کر کے حکیم الامت نے فرمایا'' میں کہتا ہوں کہ میرے زمانے میں مولانا انور شاہ صاحبؒ کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ایسا محقق اور مدقق عالم اسلام کو حق سمجھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔

انہی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ حضرت مولانا محمد انوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مقدمہ بہاول پور کے موقع پر جب حضرت شاہ صاحبؒ نے قادیانیوں کے کفر پر ایک بے نظیر تقریر فرمائی اور اس میں بھی فرمایا کہ:

''جو چیز دین میں تواتر سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے۔'' تو قادیانیوں کے گواہ نے اس پر اعتراض کیا'' آپ کو چاہیے کہ امام رازیؒ پر کفر کا فتویٰ دیں کیونکہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں علامہ بحر العلومؒ نے لکھا ہے کہ امام رازیؒ نے متواتر معنوی کا انکار کیا ہے۔''

اس وقت بڑے علماء مجمع میں تھے۔ سب کو پریشانی ہوئی کہ فواتح الرحموت اس وقت پاس نہیں ہے۔ اس کا جواب کس طرح دیا جائے؟ مولانا محمد انوریؒ جو اس واقعے کے وقت موجود تھے فرماتے ہیں۔

''ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب نہ تھی۔ مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور اور مولانا مرتضٰی حسن صاحبؒ حیران تھے کہ کیا جواب دیں گے۔

لیکن اسی حیرانی کے عالم میں حضرت شاہ صاحبؒ کی آواز گونجی: جج صاحب! لکھیے میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے۔ امام رازیؒ دراصل یہ فرماتے ہیں کہ **لا تجمع امتی علی الضلالۃ** تواتر معنوی کے رتبے کو نہیں پہنچتی، لہٰذا انہوں نے اس حدیث کے متواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے نہ کہ تواتر معنوی کے حجت ماننے کا۔ ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکے سے کام لیا ہے ان سے کہو کہ عبارت پڑھیں ورنہ میں ان سے کتاب لے کر پڑھتا ہوں۔

چنانچہ شاہد نے یہ عبارت پڑھی۔ واقعی اس کا مفہوم یہی تھا جو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا۔ مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا:

''جج صاحب! یہ صاحب ہمیں مفہم (لاجواب) کرنا چاہتے ہیں۔ میں کیونکہ طالب علم ہوں، میں نے دو چار کتابیں دیکھ رکھی ہیں میں انشاء اللہ مفہم نہیں ہونے کا۔''

ایک طرف علم وفضل اور قوت حافظہ کا یہ محیر العقول کارنامہ دیکھیے کہ بتیس سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا ایک جزوی حوالہ کتنی جزرسی کے ساتھ یاد رہا۔ دوسری طرف اس موقع پر کوئی اور ہوتا تو نہ جانے کتنے بلند و بانگ دعوے کرتا لیکن مولاناؒ کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمایئے کہ وہ تواضع کے کس مقام کی غمازی کر رہا ہے اور یہ محض لفظ ہی نہیں ہیں وہ واقعتاً اپنے تمام کمالات کے باوجود اپنے آپ کو ایک معمولی طالب علم سمجھتے تھے اور اس دعاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر تھے کہ:

اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا۔

حضرت مولانا محمد انوریؒ ہی راوی ہیں کہ ایک دفعہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے جا رہے تھے۔ بس کے انتظار میں سیالکوٹ کے اڈے پر تشریف فرما تھے۔ ایک پادری آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے چہرے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بڑے عالم دین ہیں، فرمایا نہیں میں تو طالب علم ہوں۔ اس نے کہا آپ کو اسلام کے متعلق علم ہے۔ فرمایا کہ کچھ کچھ پھر ان کی صلیب کے متعلق فرمایا کہ ''تم غلط سمجھتے ہو اس کی یہ شکل نہیں ہے'' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت پر چالیس دلائل دیئے دس قرآن مجید سے' دس تورات سے' دس انجیل سے اور دس عقلی۔ وہ پادری ان کی تقریر سن کر کہنے لگا اگر مجھے اپنے مفادات کا خیال نہ ہوتا تو میں مسلمان ہو جاتا۔ نیز یہ کہ مجھے خود اپنے مذہب کے متعلق بہت سی باتیں آپ سے معلوم ہوئیں۔

سادگی اور مخلوق خدا کا خیال:

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کا شمار بھی اکابر دیو بند میں ہے ان کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے بلا واسطہ شاگرد اور حضرت شاہ عبدالغنیؒ محدث دہلوی کے ہم سبق ہیں۔ وہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لیے جا رہا تھا۔ بوجھ زیادہ تھا اور بمشکل چل رہا تھا۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحبؒ نے یہ حال دیکھا تو اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا۔ اس بوڑھے نے ان سے پوچھا! اجی تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا بھائی میں کاندھلہ مین رہتا ہوں۔ اس نے کہا وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور یہ کہہ کر ان کی بڑی تعریف شروع کر دی مگر مولانا نے فرمایا: اور تو اس میں کوئی بات نہیں' ہاں نماز تو پڑھ لے ہے۔ اس نے کہا: واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو؟ مولانا نے فرمایا میں ٹھیک کہتا ہوں۔ وہ بوڑھا ان کے سر ہو گیا۔ اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولانا کو جانتا تھا۔ اس نے بوڑھے سے کہا بھلے مانس مولانا مظفر حسین یہی ہیں۔ اس پر وہ بوڑھا مولانا سے لپٹ کر رونے لگا۔

مولانا مرحوم کی عادت تھی کہ اشراق کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا کرتے تھے اور اپنے تمام رشتہ داروں کے گھر تشریف لے جاتے جس کسی کو بازار سے کچھ منگوانا ہوتا اس سے پوچھ کر لا دیتے اور طرہ یہ کہ اس زمانہ میں پیسے کم ہوتے تھے عموماً غلے کے عوض خرید وفروخت ہوتی تھی چنانچہ آپ گھروں سے غلہ باندھ کر لے جاتے تھے۔

یہی حال دیو بند کے مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا تھا۔ علم وفضل کا تو یہ عالم کہ آج ان کی ''عزیز الفتاویٰ'' کتاب عہد حاضر کے تمام مفتیوں کے لئے ماخذ بنی ہوئی ہے اور فتویٰ کے ساتھ شغف کا یہ عالم کہ وفات کے وقت بھی ایک استفسار ہاتھ میں تھا جسے موت ہی

نے ہاتھ سے چھڑا کر سینے پر ڈال دیا تھا۔لیکن سادگی، تواضع اور خدمت خلق کا یہ مقام کہ والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے تھے:

''کوئی کیسے سمجھے کہ یہ کوئی بڑے عالم یا صاحب کرامات صوفی اور صاحب نسبت شیخ ہیں۔جبکہ غایت تواضع کا یہ عالم ہو کہ بازار کا سودا سلف نہ صرف اپنے گھر کا بلکہ محلے کی بیواؤں اور ضرورت مندوں کا بھی خود لاتے۔بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گٹھری دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کا سودا مع حساب کے اس کو پہنچاتے۔''

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ دارالعلوم کے ان اساتذہ میں سے ہیں جن کے عشاق اب بھی شاید لاکھوں سے کم نہ ہوں گے ان کے رعب اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ طلباء ان کے نام سے تھراتے، حالانکہ مارنے پیٹنے کا کوئی سوال نہ تھا۔والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے شاگرد ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے ساتھ ہم چند آدمی سفر پر روانہ ہوئے سفر کے آغاز میں مولانا نے فرمایا کہ مجھے امیر بنانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے مگر امیر کی اطاعت کرنا ہوگی۔ہم نے کہا انشاء اللہ ضرور ہوگی۔اب جو روانگی ہوئی تو مولانا نے اپنا اور ساتھیوں کا سامان خود اٹھالیا۔ہم نے دوڑ کر سامان لینا چاہا تو فرمایا نہیں امیر کی اطاعت ضروری ہے۔پھر سفر کے ہر مرحلے میں مشقت کا ہر کام خود کرنے کے لئے آگے بڑھتے اور کوئی کچھ بولتا تو اطاعت امیر کا حکم سناتے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کا معمول تھا کہ سارا دن تعلیم و تدریس کی محنت اٹھاتے اور اس کے باوجود رات کو دو بجے بیدار ہو جاتے اور فجر تک نوافل پڑھتے اور رمضان المبارک میں تو تمام رات جاگتے رہنے کا معمول تھا۔حضرت کے یہاں تراویح سحری سے ذرا پہلے تک جاری رہتی تھی اور مختلف حفاظ کئی کئی پارے سناتے تھے یہاں تک حضرت کے پاؤں پر ورم آجاتا حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے ان اکابر کے درجات بلند فرمائیں آمین۔

محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی

☆☆☆

حجۃ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

بانی دارالعلوم دیوبند

قصبہ نانوتہ، کاندھلہ، دیوبند، گنگوہ اور تھانہ بھون مشہور علمی مراکز ہیں یہاں خاندان شیوخ، فاروقی، عثمانی، صدیقی اور انصاری آباد تھے اور یہ قصبے ہمیشہ سے بزرگوں اور مشائخ کے مسکن رہے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا مولد اور وطن عزیز قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہے جو دیوبند سے بارہ میل مغربی جانب واقع ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے آپ کا تاریخی نام خورشید حسین اور تاریخ پیدائش شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ ہجری ہے والد صاحب کا نام شیخ اسد علی بن غلام شاہ ہے جو نہایت پرہیزگار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔

آپ بچپن سے ہی ذہین، طباع، محنتی اور سعادت مند تھے، تعلیم کے دوران ہمیشہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں رہے بہت چھوٹی عمر میں قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ آپ نے قصبہ دیوبند میں فارسی، عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولانا مملوک علی صاحبؒ کے ہمراہ ۱۲۶۰ ہجری میں دہلی پہنچے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے علوم حدیث کی تکمیل کی، فراغت تعلیم کے بعد آپ نے کتابت کا کام شروع کیا اور سب سے پہلے مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ کی بخاری شریف کی تصحیح اور کتابت فرمائی اور کافی عرصہ میرٹھ اور دہلی میں کتابت کا کام کرتے رہے اس کے ساتھ ساتھ تدریس ودرس کا سلسلہ بھی آپ نے شروع کر دیا تھا اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ حضرت مولانا حکیم محمد صدیق مرادآبادیؒ اور حضرت مولانا فیض الحسن صاحب گنگوہیؒ، کو آپ نے میرٹھ اور دہلی کے زمانہ کتابت میں حدیث پڑھائی ہے، اسی دوران آپ نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور

سلوک وتصوف کے منازل طے کرنے کے بعد خلعت خلافت سے نوازے گئے' آپ نے جوانی ہی میں اپنے آپ کو نیکی اور تقویٰ کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور اپنی زندگی کو ایک خاص نہج پر استوار کرلیا تھا۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے۔ کہ:

''ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوتے''

ایک مرید کے لئے مرشد کا یہ خراج تحسین کچھ کم نہیں ہے' آپ خوش مزاج اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے اور حد درجہ منکسر المزاج بھی تھے' شہرت سے گریزاں' بڑائی سے نفور اور ریا سے کوسوں دور تھے' مسئلہ خود کبھی نہ بتاتے' کسی کے حوالے سے بیان کرتے' فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر لگانا آپ کو ناپسند تھے' امامت سے گھبراتے اور ہمیشہ مقتدی بن کر نماز ادا کرتے تھے' علم وعمل' زہد وتقویٰ کے پہاڑ تھے بہت بڑے مناظر' مجاہد اور جفاکش تھے باطل فرقوں کے پادریوں سے بہت سے مناظرے کیے اور ہمیشہ کامیاب رہے۔ جب سے انگریز نے ہندوستان پر قدم جمائے اور مختلف ہتھکنڈوں سے دوسرے مذاہب کو پامال کرنے اور عیسائیت کو پھیلانے کے لئے کوششیں شروع کیں تو اس کی مدافعت اور مزاحمت کے لئے مسلمانوں کی ایک انقلابی جماعت تیار ہوگئی۔ اس جماعت میں باقاعدہ امامت کا نظام تھا' تیسرے امام شاہ عبدالغنی دہلویؒ مقرر ہوئے ان کے انتقال کے بعد ۱۸۴۶ء میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ امام مقرر ہوئے اور جب ۱۸۵۷ء کی ابتداء ہوئی تو انقلابی جماعت بھی حرکت میں آ گئی' حضرت حاجی صاحبؒ کے رفقائے کار میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ' مولانا رشید احمد گنگوہیؒ' مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ مولانا شیخ محمد تھانویؒ اور حافظ ضامن تھانوی شہید شامل تھے۔ جہاد حریت کے سلسلے میں تبادلہ خیال ہوا تو مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ نے بے سروسامانی کا ذکر کر کے جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لینے سے گریز کی تجویز پیش کی تو مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ کیا ہم اصحاب بدر سے بھی زیادہ بے سروسامان ہیں؟

حضرت حاجی صاحب نے یہ فقرہ سنا تو تڑپ اٹھے اور فرمایا کہ:

''الحمد للہ انشراح ہوگیا'' اور جہاد کی تیاری شروع کر دی گئی' حاجی امداد اللہ امیر' مولانا نانوتویؒ سپہ سالار' مولانا گنگوہیؒ قاضی مقرر ہوئے اور قصبہ تھانہ بھون دارالاسلام قرار پایا۔

میرٹھ کے بعد دہلی اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر جنگ چھڑ چکی تھی۔ آپؒ نے اپنے امیر کی قیادت میں جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تھانہ بھون بھی اس شدید جنگ کی لپیٹ میں تھا' قتل وغارت کا بازار گرم تھا' مکانات پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی غرض دیکھتے ہی دیکھتے قصبہ تھانہ بھون خاکستر کا ڈھیر بن گیا۔

آپ اور آپ کے رفقائے کار پر الزام تھا کہ تھانہ بھون کے فساد میں آپؒ اور آپ کے رفقاء پیش پیش تھے اس بناء پر آپ کے ورانٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے اور اس طرح آپ نے راہ حق میں سنت یوسفی کو زندہ کیا۔

اس دور میں مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے ان کا تصور آج بھی لرزہ طاری کر دیتا ہے' علماء کو تختہ دار پر لٹکوانا' بدن پر گرم استریاں پھیرنا' سرگرم کارکنوں کی جبری جلاوطنی' عورتوں کی عصمت دری' بچوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک اور بوڑھوں کو جگر پاش تشدد یہ سب کچھ آج بھی ہماری تاریخ کا حصہ ہے اور ناقابل تردید ہے ظلم وستم کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کو خنزیر کی کھالوں میں سی دیا گیا اور قتل کرنے سے پہلے ان کے بدن پر خنزیر کی چربی ملی گئی اور انہیں جلا دیا گیا۔

ان شدائد ومصائب کا مقصد مسلمانوں کا خاتمہ اور انہیں بزور عیسائیت میں داخل کرنا تھا لیکن نتیجہ صفر رہا اور کسی بھی طرح انگریز مسلمانوں کی حمیت دینی پست نہ کر سکا اور نہ ہی ان کے ایمان وعقیدہ کے ایوان میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کر سکا جب یہ چال بری طرح ناکام ہوگئی تو پھر دوسرے طریقے آزمانے شروع کر دیئے' ذہنوں کی تبدیلی' سوچ اور فکر کی تبدیلی اور اس کے لئے علمی اور نفسیاتی حربے' تاریخ شاہد ہے کہ ایسے حربے اکثر موثر اور بیشتر کارگر ثابت ہوئے ہیں' اس خطرے کا احساس کرتے ہوئے انتہائی نازک اور نامساعد حالات میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نتیجہ رس دماغ اور سیماب کی طرح بیقرار دل نے فیصلہ کیا کہ اس حربے کا توڑ بھی ایسا ہونا چاہیے چنانچہ یہ احساس محرک بنا اور ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا جو اسلام کا محفوظ قلعہ اور مسلمانوں کا ناقابل شکست حصار ثابت ہوا۔ دارالعلوم دیوبند آپ کا زندہ جاوید کارنامہ ہے اور صدقۂ جاریہ ہے جو انشاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا اور جس نے آپ کی

شخصیت کو بھی لازوال بنا دیا' جب مدرسہ کے افتتاح کی خبر آپ کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو مکہ مکرمہ میں پہنچی اور کہا گیا کہ حضرت! ہم نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ:

''سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقات سحر میں سربسجود ہو کر گڑ گڑاتی ہیں کہ خداوند! ہندوستان میں بقاء اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمر ہے۔''

بلا شبہ دیو بند اسلام کا احصار اور بقائے اسلام کا موثر ذریعہ ثابت ہوا ہے دارالعلوم دیو بند نے جو خدمات اسلام اور تحفظ اسلام' علوم قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت' مسلمانوں کی عملی تربیت کے سلسلہ میں سرانجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو آئندہ نسلوں کے لئے باعث فخر ہے اور اس سے علم و عمل کی دنیا میں روشنی نظر آتی ہے' دارالعلوم سے منسلک افراد اپنے دور کے یگانہ روزگار عالم' محدث' مفسر' محقق' فقہیہ اور مصنف ہیں اور اپنے اپنے دور کے ممتاز علماء مانے گئے ہیں' دارالعلوم کے سرپرستوں میں آپ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ شامل ہیں۔ اور دارالعلوم کے فضلاء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندیؒ' علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ' علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا سید حسین احمد مدنیؒ' مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی' مفتی محمد شفیعؒ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا مرتضٰی حسن چاند پوریؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے ہزاروں مشاہیر علماء شامل ہیں جن کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی مثالیں اب نہیں ملتیں۔

بہر حال حضرت نانوتویؒ اپنے دور کے عظیم محدث اور محقق تھے اور سچے عاشق رسولؐ تھے تواضع و انکساری اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ مولوی صاحب کہہ کر پکارتے مگر آپ نہ بولتے کوئی نام لے کر پکارتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور عزت و احترام سے بولتے تھے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا نانوتویؒ کی شان عالمانہ تھی نہ درویشانہ تھی بلکہ عاشقانہ شان تھی اور آپ کی مجلس دوستانہ ہوتی تھی گاڑھے کے کپڑے پہنتے تھے ایک مرتبہ دیو بند سے نانوتہ تشریف لے

جاتے ہوئے ایک جولا ہے نے بوجہ سادگی کے اپنا ہم قوم سمجھ کر پوچھا کہ سوت کا آج کیا بھاؤ ہے مولانا نے جواب دیا کہ بھائی آج بازلد جانا نہیں ہوا۔'' (قصص الاکابر)

آپ کو سرزمین عرب سے ایسا تعلق تھا کہ جس کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے چنانچہ جب آپ حج کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنا جوتا اتار لیتے تھے اور عرب کی حدود میں پہنچتے ننگے پاؤں پھرتے رہتے تھے فرماتے تھے کہ:

''جس زمین اور گلی کوچوں میں پیغمبر آخرالزمان ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوں وہاں میں جوتے پہن کر چلوں۔''

کیا محبت وعشق ہے اپنے آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ بہرحال آپ روحانیت وعلمیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد کے علاوہ آپ نے متعدد تصانیف لکھی ہیں جو اپنے مرتبہ کی آپ ہی دلیل ہیں حضرت حکیم الامت تھانویؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کر دیا جائے اور نام نہ بتایا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ کتابیں امام رازیؒ یا امام غزالیؒ کی لکھی ہوئی ہیں

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: تقریر دلپذیر' تحذیر الناس' آب حیات' انتصار الاسلام' تصفیۃ العقائد' حجۃ الاسلام' قبلہ نما' تحفۃ الحمیہ' مباحثہ شاہجہان پور' جمال قاسمی' توثیق الکلام اور اجوبہ اربعین وغیرہ اگر چہ مذکورہ کتابیں اردو زبان میں ہیں لیکن ان کا سمجھنا عوام تو عوام بعض علماء کے بس کا بھی نہیں ہے۔ الفاظ اور زبان نہایت سہل ہے مگر علوم نہایت عالمانہ اور مشکل مذکور ہیں۔

آپ نے دو حج کیے پہلا حج مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی معیت میں ۱۲۷۷ ہجری میں کیا دوسرا حج ۱۲۹۴ ہجری میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دوسرے اکابرین امت کے ساتھ کیا اور آخر کار علم وعمل کا یہ آفتاب ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ ہجری بروز جمعرات ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قطب عالم

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

گنگوہ ضلع سہارنپور کا قدیم قصبہ ہے' عرصہ قدیم سے بڑے بڑے اولیاء اللہ کا مولد اور مدفن ہے' سہارنپور سے تقریباً سولہ میل اور تھانہ بھون سے تیرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت قصبہ گنگوہ محلہ سرائے متصل خانقاہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ' مولانا ہدایت احمد صاحب کے گھر میں ۶ ذی قعد ۱۲۴۴ھ بروز شنبہ بوقت چاشت ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش صاحب ہے اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

ابتدائی تعلیم گنگوہ کے ایک میاں جی صاحب سے حاصل کی پھر عربی و فارسی مولانا عنایت صاحب اور مولانا محمد تقی صاحب سے پڑھی بعدازاں ۱۲۶۱ھ میں تحصیل علم کے لئے دہلی کا سفر کیا اور چند دن قاضی احمد الدین پنجابی سے کچھ کتابیں پڑھیں اور پھر اسی سال حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں دل جمعی سے پڑھنا شروع کیا' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۱۲۶۰ھ میں دہلی پہنچ چکے تھے اور شروع سے مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں رہتے تھے تھوڑے دنوں بعد علم و فضل کے یہ دونوں شمس و قمر ایک ساتھ ہو گئے اور تاحیات ساتھ رہے' یہ دونوں شمس و قمر مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں عرصہ تک پڑھتے رہے۔ معقولات کی مشکل اور اونچی کتابیں صدرا' شمس بازغہ' میر زاہد قاضی وغیرہ ایسے پڑھا کرتے تھے۔ جیسے حافظ منزل پڑھا کرتا ہے' ذکاوت وذہانت میں یہ دونوں حضرات دہلی میں مشہور ہو گئے تھے اسی وجہ سے اساتذہ خصوصاً مولانا مملوک علی صاحب کو ان دونوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اگر طبیعت ناساز ہوتی تو عیادت فرماتے اور قیام گاہ پر جا کر ان حضرات کو پڑھاتے تھے علم حدیث آپ نے ہندوستان میں خاندان ولی اللہی کے آخری چشم و چراغ حضرت شاہ

عبدالغنی محدث دہلویؒ سے حاصل کیا ہے شاہ صاحب علم ظاہر و باطن میں شہرہ آفاق ہیں۔ الحاصل حضرت گنگوہی ۲۱ سال کی عمر میں تمام علوم وفنون سے مکمل ہو گئے اور واپس وطن تشریف لے گئے اسی سال آپ کا نکاح آپ کے بڑے ماموں مولانا محمد تقی صاحب کی صاحبزادی سے ہوا جو آپ کے استاد بھی تھے اور بڑے پاکباز بزرگ تھے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی سے واپس تشریف لائے اور وطن عزیز میں قیام پذیر ہوئے تو بمقتضائے طبیعت آپ کو شوق ہوا کہ کوئی طالب علم دین مل جاتا تو اس کو پڑھانا ہی شروع کر دیتے اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کیا اور ایک صاحب سید مومن علی صاحب کو بھیج دیا ان ہی ایام میں ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ کی تحریر (دربارۂ مسئلہ روضۂ اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں جو جگہ ایک قبر کے لئے افتادہ ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے، شیخ صاحب نے حکم لگایا تھا کہ یہ امر قطعی ہے اور اس کا منکر ایسا ہے ویسا ہے) یہ تحریر کسی نے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں پیش کر دی آپ نے اس پر تحریر فرمایا کہ سارا ثبوت باحادیث اخبار احاد ہے اس لیے اس سے علم ظنی حاصل ہوگا، قطعیت کا ثبوت دشوار ہے۔

یہ جواب جس وقت حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزرا تو جوش وغضب میں بھر گئے اور پھر کیا تھا طرفین سے سوال و جواب شروع ہو گئے۔ بالآخر مولانا گنگوہیؒ نے بغرض مناظرہ ایک بارات کے ساتھ تھانہ بھون کا سفر اختیار کیا اور بارات کے متعلق امور نکاح وغیرہ سے فارغ ہو کر ''حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد استفسار آنے کا منشاء ظاہر کیا تو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے یہ کہہ کر کہ وہ ہمارے بڑے ہیں'' مناظرے سے منع فرمایا۔ چنانچہ آپ نے حضرت حاجی صاحب کی بات مان لی اور مناظرے سے باز آئے اور اپنا ارادۂ بیعت ظاہر کیا تب حضرت حاجی صاحبؒ نے باصرار و بسفارش حضرت حافظ ضامن شہید بیعت کر لیا۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے بموجب ارشاد حضرت حاجی صاحب ذکر و شغل شروع کیا اور بقول خود ''کہ پھر تو میں مرمٹا'' چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ نے آٹھویں دن فرمایا:

''میاں رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دے دی آئندہ اس کو

بڑھانا آپ کا کام ہے۔"

جب آپ کو بیالیس دن رہتے ہوئے ہوگئے تب آپ نے وطن عزیز رخصت ہونے کی اجازت چاہی، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گنگوہ کے لئے رخصت کرتے وقت خلافت اور اجازت بیعت ان الفاظ کے ساتھ عنایت فرمائی

"اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو بیعت کر لینا"

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں اور پیغمبری مل جائے

اس خدائی نعمت کو (جس کے لئے در در کی خاک چھانی جاتی ہے) پاکر جب آپ گنگوہ تشریف لائے تو خانقاہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو جو تین سو سال سے ویران اور خراب وخستہ پڑی تھی مرمت کر کے آباد کیا اور رات دن ذکر وفکر الٰہی میں مشغول رہتے، راتوں کو رویا کرتے تھے اور جو لحاف آپ اوڑھا کرتے تھے باران اشک سے داغدار ہو گیا تھا۔

شب وصل بھی کیسی ہے الٰہی
نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

غرض یہ کہ ذکر الٰہی کی خوشبوؤں نے جب گنگوہ کے کوچہ و بازار اور خانہ وصحرا کو معطر کرنا شروع کیا تو ایک نیک بخت خاتون نے حضرت گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی لیکن آپ نے انکار فرما دیا، اتفاق سے چند دنوں بعد حضرت حاجی صاحب تشریف لے گئے اور خاتون موصوفہ نے موقعہ کو غنیمت جان کر بتوسط حضرت حاجی صاحبؒ پھر درخواست کی بالآخر حضرت حاجی صاحب کی تعمیل حکم میں آپ نے بیعت فرما لیا۔ سلسلہ بیعت میں داخل ہونے والی یہ سب سے پہلی خاتون تھیں۔

معمولات پر مداومت اور استقامت مشائخ دیو بند کی خصوصی شان ہے اور حقیقۃً یہی کمال ولایت اور علامت عبدیت ہے چنانچہ ان مشائخ کے یہاں جو چیز روز اول معمولات میں داخل ہوئی اس کو ہمیشگی اور دوام حاصل رہا ان حضرات نے "احب الاعمال عندالله دومها" کو دلنشین کر کے اعمال میں شان محبوبیت پیدا کی اور تقرب وولایت کے اعلیٰ منازل کو طے کیا چنانچہ

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مجاہدات وریاضات کا پیرانہ سالی میں یہ عالم تھا کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا تھا۔ دن بھر صائم رہتے اور بعد مغرب چار رکعت نوافل کی بجائے بیس رکعت صلوٰۃ الاوابین پڑھا کرتے تھے جس میں تقریباً دو پارے قرآن شریف تلاوت فرماتے تھے' نماز سے فارغ ہو کر جب دولت کدہ پر برائے تناول طعام تشریف لے جاتے تو اثنا راہ اور گھر ٹھہرنے کے وقفہ میں کئی کئی پارہ تلاوت فرما لیتے تھے اور بعد نماز عشاء تھوڑی دیر تک استراحت فرماتے اور دو بجے تہجد کے لئے کھڑے ہو جاتے' بعض نے آپ کو ایک بجے بھی وضو کرتے دیکھا ہے' اور ڈھائی تین گھنٹے صلوٰۃ اللیل میں مشغول رہتے اور صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ڈاک و جوابات استفتاء میں مصروف ہوتے اور دوپہر کو قیلولہ فرما کر بعد نماز ظہر تا عصر تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے' رمضان شریف میں تو آپ کے یہاں دن رات مساوی ہوتے تھے۔

آپ اپنے وقت کے فقہ و حدیث کے امام تھے اور تمام علوم کے بحر ذخار تھے لیکن حدیث و فقہ سے آپ کو بہت زیادہ شغف تھا' آپ نے چودہ مرتبہ سے زیادہ ہدایہ کو پڑھایا ہے اور تقریباً صحاح ستہ کی تمام کتابیں آپ نے پڑھائی ہیں۔ غرض یہ کہ آپ کے علمی و روحانی کمالات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ آپ کے فیض صحبت اور کفش برداری سے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوریؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات فلک ہند کے نیر اعظم ہوئے ہیں۔
آپ کے علمی و روحانی کمالات کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ آپ کے شیخ طریقت کا خراج عقیدت ہی کافی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

''جو آدمی اس فقیر امداد اللہ سے محبت و عقیدت و ارادت رکھتا ہے وہ مولوی رشید احمد سلمہ' اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ' کو جو تمام کمالات' علوم ظاہری اور باطنی کے جامع ہیں بجائے میرے بلکہ مجھ سے بھی بڑھ کر شمار کرے اگر معاملہ برعکس ہے وہ بجائے میرے اور میں بجائے ان کے ہوتا' ان کی صحبت غنیمت جاننی چاہیے کہ ان جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں۔'' (ضیاء القلوب)

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ' کا ایک ملفوظ ہے کہ:

''اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا تو
میں مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کو پیش کردوں گا کہ
یہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔'' (تذکرۃ الرشید)

جب ۱۸۵۷ء کا ہولناک حادثہ ختم ہوا تو حکومت برطانیہ نے ہراس آدمی کو تختہ دار پر لٹکا دیا یا گولی کا نشانہ بنا دیا جس کے متعلق ذرا بھی شبہ تھا' چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ کے نام ورانٹ گرفتاری جاری کیے گئے' حضرت حاجی صاحب مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے' مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا گنگوہی روپوش رہے لیکن مخبر کی خبر رسانی سے آپ کو گرفتار کیا گیا اور سہارنپور جیل کی کال کوٹھڑی میں رکھا گیا بالآخر جب حکومت کو کوئی ثبوت آپ کے متعلق نہ ملا تو رہا کر دیا گیا۔

چونکہ اللہ نے آپ سے دین کا کام لینا تھا اس لئے حکومت آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکی' آپ نے زندگی میں تین دفعہ حج کی سعادت حاصل کی اور تمام عمر دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ فتاویٰ رشیدیہ آپ کا علمی شاہکار ہے اس کے علاوہ کئی تصانیف لکھی ہیں اور ہزاروں علماء و مشائخ آپ کے فیض علمی وروحانی سے مستفید ہوئے ہیں۔

۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء کو واصل بحق ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے ''تذکرۃ الرشید'' مولفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی)

☆☆☆

شیخ الہند

حضرت مولانا محمود حسن دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا ہوئے کیونکہ ان ایام میں آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب بریلی میں انسپکٹر مدارس تھے وہ ایک جید عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ اور باقبال بزرگ تھے۔ حضرت شیخ الہند کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے جاملتا ہے آپ کی تعلیم کا آغاز چھ سال کی عمر میں ہوا' قرآن مجید کا کچھ حصہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبداللطیف سے پڑھیں۔ ابھی آپ قدوری' تہذیب وغیرہ پڑھ رہے تھے کہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے دیو بند میں ایک مدرسہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو قائم کیا اس مدرسہ کا آغاز دیو بند کی مشہور مسجد چھتہ میں ہوا' آپ اس مدرسہ کے پہلے طالبعلم تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں آپ نے کنز' مختصر المعانی کا امتحان دیا آئندہ سال مشکوٰۃ' ہدایہ پڑھیں اور ۱۲۸۶ھ میں کتب صحاح ستہ کی تکمیل کی اور فارغ التحصیل ہوئے' ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ میں آپ کے دستار فضیلت باندھی گئی حدیث میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ' مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے علاوہ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے بھی اجازت حاصل ہے۔

آپ جامع شریعت اور طریقت تھے علم میں بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ علم کا کٹھلہ تھے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کو شیخ العالم کہتے تھے مولانا عاشق علی میرٹھیؒ آپ کو شریعت وطریقت کا بادشاہ کہتے تھے اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' علم شریعت اور طریقت کا ناپید کنار سمندر کہتے تھے۔ بہر حال آپ کو فارغ التحصیل ہونے سے پہلے ہی ۱۲۸۸ھ میں دار العلوم دیو بند کا معین مدرس بنا دیا گیا تھا اس وقت آپ کے سپرد ابتدائی تعلیم پڑھانے کا کام کیا گیا لیکن رفتہ رفتہ آپ کی علمی استعداد اور ذہانت ظاہر ہونے لگی اور اوپر کی کتابیں بھی پڑھانے کے مواقع ملتے گئے ۱۲۹۳ھ میں آپ نے ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف اور

ہدایہ وغیرہ کی تدریس دینا شروع کی پھر ۱۲۹۵ھ میں مسلم شریف اور بخاری شریف بھی پڑھانے لگے۔ آپ کا حلقۂ درس نہایت مہذب اور شائستہ ہوتا تھا دوسرے مدارس کے فارغ شدہ اور بڑے بڑے ذہین طالبعلم نہایت مودب طریقہ سے حاضر خدمت رہتے اور آپ کمال عزت و وقار سے درس دیتے' حلقہ درس دیکھ کر سلف صالحین و اکابر محدثین کے حلقہ تحدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا الحاصل آپ نے چالیس سال تک مسلسل دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا اور زمانہ اسیری مالٹا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی درس دیا اس طرح آپ کا زمانہ تدریس چوالیس سال سے زائد ہوتا ہے اس عرصہ میں اطراف و اکناف عالم میں آپ کے تلامذہ پھیل گئے جن کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی ہے آپ کے ممتاز تلامذہ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا حسین احمد مدنیؒ' مفتی کفایت اللہ دہلوی' مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ' مولانا عبید اللہ سندھیؒ مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اور مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ جیسے مشاہیر علم و فضل شامل ہیں۔

بہر حال آپ کا مقام بہت بلند ہے اور آپ شروع ہی سے نیک طینت اور نیک فطرت تھے اس کے ساتھ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی محبت اور صحبت اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی توجہات نے روحانیت کے عرش پر آپ کو بٹھا دیا تھا۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ قدس سرہٗ نے آپ کے کمالات علمیہ و روحانیہ سے خوش ہو کر دستار خلافت اور اجازت نامہ بیعت عنایت فرمایا اور پھر دربار رشیدی سے بھی آپ کو یہ نعمت عظمٰی حاصل ہوئی اور حاصل یہ کہ آپ علم نبوتؐ شریعت' طریقت اور روحانیت کے مجمع البحرین ہی نہیں بلکہ مجمع البحار تھے آپ اگر چہ اکثر اوقات تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے لیکن اوراد وظائف ذکر و مراقبہ اور صلوٰۃ اللیل پر بھی ہر حالت' سفر و حضر حتیٰ کہ مالٹا کی طوفانی برف باری میں بھی آپ کے معمولات میں فرق نہیں آتا تھا' کتمان حال کا یہ عالم تھا کہ اگر رات کو یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی آدمی نے دیکھ لیا تو نماز پڑھتے پڑھتے لیٹ جاتے تا کہ دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو کہ آپ سو رہے ہیں۔ مولانا محمد جلیل صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ

''جب میں بچہ تھا اور شیخ الہند کے زنانخانے میں آتا تھا تو ایک دن میں نے حضرت کے

کمرہ کے کواڑوں کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے جسم کے تمام اعضاء سر دھڑ علیحدہ علیحدہ پڑے ہیں میں یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور بھاگ آیا اور باہر آ کر مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو مولانا نے فرمایا خاموش رہو کسی سے نہ کہنا کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔'' (بحوالہ تذکرۃ المشائخ دیوبند)

آپ ہر جمعرات کو سبق پڑھا کر گنگوہ تشریف لے جاتے تھے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے پیر و مرشد کی صحبت سے فیضیاب ہو کر دیوبند تشریف لاتے آپ نے اپنے استاد کی اس قدر خدمت کی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے' برسات کا موسم تھا شفیق استاد نے دیوبند آنے کی خواہش ظاہر کی آپ نے استاد کی کمر کو سہارا دیا اور دیوبند تک چودہ میل کا سفر اسی حالت سے پورا کر دیا یہ ہے مشائخ دیوبند کا سلوک و تصوف' لنگوٹ دھاری تصوف دنیا داروں اور نفس پرستوں کا ہوتا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ مکتب سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب تک آپ کے مرشد حضرت گنگوہی حیات رہے آپ نے کسی کو بیعت نہیں کیا کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بڑوں کی موجودگی میں اس قسم کا سلسلہ جاری کرنا سوءِ ادب اور گستاخی ہے۔ بہر حال آپ کی علمی و روحانی خدمات بہت ہیں اس کے علاوہ سیاسی خدمات بھی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں' انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں شروع کی گئی تحریک آزادی کے مشن کو آپ نے کافی بڑھایا آپ نے تحریک کا مرکز کابل کو بنایا اور آپ کی تحریک ریشمی رومال کے نام سے مشہور ہے آپ بھی کئی دوسرے مسلم اکابرین کی طرح عسکری بنیادوں پر مسلمانوں کو منظم کر کے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتے تھے لیکن اپنوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے انگریزوں کے خلاف یہ تحریک بھی کامیاب نہ ہو سکی لیکن اس نے ہندو پاک کے مسلمانوں میں بیداری کی نئی روح پھونک دی۔ اس سلسلے میں آپ نے ۱۳۳۳ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا ۱۳۳۴ھ تک وہاں رہے ۱۳۳۵ھ کے آغاز میں آپ کو گرفتار کر کے مالٹا پہنچا دیا گیا۔ ۱۳۳۸ھ کو وہاں سے رہا ہوئے اور ہندوستان پہنچے ان دنوں ہندوستان میں تحریک خلافت کا زور تھا آپ

نے عمر کی زیادتی' نقاہت اور بیماری کے باوجود تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ مالٹا کی اسیری کے دوران ہی آپ زیادہ بیمار ہو گئے وطن واپسی پر بیماری میں افاقہ نہ ہوا' بیماری کے باوجود تحریک خلافت میں آپ کی بھرپور جدوجہد اور مشقت سے صحت پر کافی اثر پڑااور ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دیوبند میں رحلت فرمائی آپ نے درس وتدریس اور مشاغل سیاسی کے باوجود کئی کتب تصانیف فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔آمین۔

(تفصیل کے لئے حیات شیخ الہند پڑھیئے)



امام الفقہاء حضرت مولانا
مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان میں قصبہ دیو بند یوپی کے مغربی ضلع سہارنپور میں پنجاب دلی ریلوے لائن پر واقع ہے۔ سہارنپور سے بیس میل بجانب جنوب ہے۔ یہاں شرفاء اور دیندار لوگوں کی آبادی تھی' آبادی کا بیشتر حصہ عثمانی' صدیقی' فاروقی شیوخ کی اولاد پر مشتمل تھا۔ بڑے بڑے علماء اولیاء اور مجاہدین اس سرزمین پاک میں پیدا ہوئے' جنھوں نے اسی مقام پر ایک عظیم دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی جو عالم اسلام میں آج دارالعلوم دیو بند کے نام سے مشہور ہے۔ مورخہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو اس عظیم درس گاہ کا افتتاح ہوا' اور اللہ کے کچھ مخلص بندوں نے ایک چھوٹی سی مسجد میں جسے چھتہ مسجد کہتے تھے' ایک انار کے درخت کے نیچے آب حیات کا یہ چشمہ جاری کر دیا۔ بالآخر دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ اسی سادہ سی درسگاہ سے علم وفضل کے ایسے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جنھوں نے ایک دنیا کو جگمگا کر رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیو بند کو جو فضیلت اور جو امتیاز بخشا بہت ہی کم علمی اداروں کے حصے میں آتا ہے۔ چنانچہ دارالعلوم سے پیدا ہونے والی بے مثال شخصیتیں جن سے دنیا میں علم وعرفان کے چشمے جاری ہوئے اس کثرت سے ہیں کہ شمار میں لانا مشکل ہے' ان حضرات کے خصائص کی تفصیل کے لئے مستقل فرصت اور ایک پورا دفتر درکار ہے۔ مختصر یہ کہ ان حضرات کے جمیع اوصاف وکمالات کا احاطہ بہت مشکل ہے۔

یہ حضرات علوم کتاب وسنت' علوم ظاہر و باطن کے جامع اور عارفین اور اصحاب قلوب کی وراثت کے امین تھے' انھوں نے پہاڑ سے زیادہ راسخ عزائم کے ساتھ ورع وزہد' انکسار و تواضع اور اتباع سنت ایسے بلند پایہ اخلاق وشمائل کو اس حد تک جمع کر لیا تھا کہ اخلاق عالیہ میں یہ حضرات اپنے دور میں ضرب المثل تھے ان کے سینے علوم نبویہ ﷺ سے معمور اور ان کے دل معرفت الٰہیہ' حب الٰہی اور حب نبوی ﷺ سے منور تھے۔ الغرض یہاں کا فیض یافتہ ہر شخص اپنی ذات میں ایک

انجمن ہے۔ بقول مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ' دارالعلوم دیو بند درحقیقت ان ہی عظیم شخصیتوں اور اسی طرز فکر کا نام ہے۔ بہر حال اسی مدرسہ فکر سے ایسے ایسے علماء واکابر' مجاہدین' محدثین' اور فقہاء امت پیدا ہوئے کہ جن کی مثال سے دنیا خالی ہے۔ انہی مقدس اور عظیم ہستیوں میں سے قطب الہند' امام الفقہاء مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی قدس سرہ' کی ذات گرامی تھی جن کا فیض عرب وعجم میں پھیلا ہوا ہے۔ اس عظیم شخصیت کا مختصراً تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

نسب وولادت: آپ دیو بند کے عثمانی شیوخ کے چشم و چراغ تھے' شجرہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے' آپ کے والد محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب عثمانیؒ اپنے زمانہ کے عالم و فاضل' اردو ادب کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ قدس سرہ' کے قریبی احباب میں سے اور دارالعلوم دیو بند کے بانیین میں سے ہیں۔ آپ کے دوسرے بھائیوں میں فخر العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی' مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی' سعید الرحمٰن عثمانی' بابو فضل حق عثمانی' اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ہیں' آپ ان سب بھائیوں میں بڑے تھے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ' سوانح قاسمی مصنفہ مولانا مناظر احسن گیلانی کے حواشی میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ' کی براہ راست اولاد میں حضرت اقدس مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی' حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے اپنے وقت میں علم و دین کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔'' (تجلیات عثمانی)

بلاشبہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ تینوں حضرات علم و دین کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ یہ حضرات جن پر دارالعلوم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ دین کے دراصل امام تھے۔

حضرت امام الفقہاء ۱۲۷۵ھ میں اسی قصبہ دیو بند میں پیدا ہوئے۔ اصل نام عزیز الرحمن اور تاریخی نام ظفر الدین ہے۔ زمانہ طفولیت سے ہی ذہانت و متانت' فراست و شرافت اور صداقت کے مجسم پیکر تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت اکابرین دیو بند کی آغوش میں ہوئی۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے بیشتر کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہوئے اور جن حضرات کے ساتھ دارالعلوم دیو بند میں دستار بندی ہوئی ان میں مولانا احمد سکندر پوری' مولوی محمد اسحاق فرخ آبادی' مولوی منفعت علی صاحب دیو بندی' مفتی رحیم بخش شیرکوٹی اور مولوی سراج الحق صاحب دیو بندی شامل ہیں۔

درس و تدریس: ۱۲۹۹ھ میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ' اور مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ دارالعلوم دیو بند میں بلا تنخواہ مدرس مقرر ہوئے' اس کے بعد آپ بسلسلہ تعلیم و تدریس مدرسہ عالیہ رام پور تشریف لے گئے اور ۱۳۰۹ھ تک وہاں بمشاہرہ دس روپیہ ماہوار پر تدریسی خدمات سر انجام دیتے رہے' اور وہاں کافی حضرات آپ کے ظاہری و باطنی فیوض سے مستفیض ہوتے رہے۔ ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم کی طلب پر آپ دوبارہ دیو بند تشریف لائے تو نیابت اہتمام کا منصب آپ کے سپرد کر دیا گیا۔

خدمت افتاء: دارالعلوم دیو بند کی شہرت اور مقبولیت عام تھی اس وجہ سے دور دراز کے مقامات سے استفتاء بکثرت آتے تھے اور مدرسان دارالعلوم کو کار تعلیم سے اس قدر فرصت نہیں ہوتی تھی کہ بلاحرج تعلیم ان کے جوابات لکھ سکیں اور دارالعلوم جس مقصد کے تحت قائم کیا گیا تھا اس کی بنا پر اس کے فرائض میں یہ بات بھی داخل تھی کہ بعنوان افتاء بھی عوام کی خدمت کی جائے گی۔ ابتدائی سالوں میں اساتذہ دارالعلوم بالخصوص عارف باللہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ' حسب ضرورت و موقع فتاویٰ تحریر کرتے رہے۔ لیکن کام کی ذمہ دارانہ نوعیت و اہمیت نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ کسی صاحب شخصیت کو باقاعدہ مفتی نامزد کر کے دارالافتاء کو

مستقل حیثیت میں قائم کیا جائے لہٰذا ۱۳۱۰ھ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس عظیم منصب اور اہم ذمہ داری کے لئے منتخب فرمایا' پھر اس وقت سے ۱۳۴۶ھ یعنی ۳۶ سال تک بدستور بحیثیت صدر مفتی دار العلوم دیو بند بلکہ مفتی اعظم ہندوستان خدمت افتاء سرانجام دیتے رہے اور فتاویٰ صادر فرماتے رہے۔ چنانچہ محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''علماء دیو بند میں سے صرف ایک عالم مولانا الشیخ الفقیہہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف سوالات کے جواب میں پچاس ہزار فتاویٰ صادر فرمائے۔''

(دار العلوم دیو بند نمبر ۱۵۳)

مولانا محمد اسلام بہاری دار الافتاء دار العلوم دیو بند لکھتے ہیں کہ ''دار العلوم دیو بند میں دار الافتاء کے قیام کے بعد اسی بین الاقوامی علمی مرکز دار الافتاء کے لئے ایسی شخصیت کی تلاش تھی جو علم وتفقہ کی امتیازی استعداد کے ساتھ صلاح وتقویٰ اور برگزیدگی کی شان کی حامل ہو۔ چنانچہ ایک ایسی شخصیت کا انتخاب عمل میں آیا جو گویا ازل سے اس عہدے کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ وہ ذات گرامی تھی مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیو بندی قدس سرہ کی' وہ ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۴۶ھ تک عہدہ افتاء پر فائز رہے گویا ۳۶ سال تک افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ۱۸ سال تک افتاء کی نقل نویسی نہ ہوئی اس وجہ سے اس وقت کی نقل موجود نہیں۔ ۱۳۲۹ھ سے طلباء نے نقل شروع کی ۱۳۳۳ھ میں مولانا قاضی مسعود احمد صاحبؒ کا تقرر آپ کے رفیق سفر کی حیثیت سے ہوا' اس وقت سے رجسٹر میں مستفتی کے سوالات اور ان کے جوابات کی نقل موجود ہے' جن کی مجموعی تعداد ۳۸ ہزار کے قریب ہے۔ یہ تعداد درج رجسٹر کی ہے۔

علاوہ بریں کچھ ایسے حضرات بھی ہوں گے جن کے فتاویٰ عجلت کی وجہ سے رجسٹر میں درج نہ ہوئے ہوں' نیز ایک مستفتی کئی کئی سوالات ایک کاغذ میں لکھتے ہیں۔ اگر اوسطاً تین سوالات مان لئے جائیں تو فتاویٰ کی مجموعی تعداد تقریباً سوا لاکھ ہوتی ہے' اور یہ تعداد بھی ان فتاویٰ کی ہے جو رجسٹر میں درج ہوئے اس سے پہلے کی جب کہ نقل افتاء کا انتظام نہیں تھا' اتنی ہی تعداد فرض کر

لی جائے اس طرح حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے فتوے کم وبیش ڈھائی لاکھ ہوتے ہیں۔ (ماہنامہ الرشید لاہور کا دارالعلوم دیو بند نمبر)

ان فتاوی کا یہ بےنظیر مجموعہ اور مسائل فقیہہ کا یہ بے مثال ذخیرہ عام نظروں سے اوجھل تھا اس لئے سب سے پہلے آپ کے علمی جانشین اور شاگرد رشید حضرت قبلہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ نے آپ کے فتاوی بنام ''عزیز الفتاوی'' شائع کئے تھے جو بہت مختصر اور غالباً ایک دوسال کے فتاوی کا مجموعہ تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیو بند نے آپ کے تمام فتاوی کو جدید ترتیب سے شائع کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور اس کام کے لئے مولانا ظفیر الدین صاحب کو مامور کیا' انہوں نے غیر معمولی جانفشانی اور تندہی سے ترتیب فتاوی کا کام حسن اسلوب سے انجام دیا جن کی نو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ابھی کام جاری ہے۔ الغرض آپ کی علمی اور فقہی خدمات بہت ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ آپ کو فن افتاء میں اس قدر مہارت تھی کہ مشکل ترین حالات معاملات پر بھی برجستہ فتاوی تحریر فرما دیتے تھے۔

آپ کا علمی مقام: حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ کا علمی وروحانی مقام بہت بلند ہے۔ بڑے بڑے علماء ومشائخ نے آپ کی جامع شخصیت کا اور آپ کے علمی مقام کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ' جنہیں آج دنیا اس صدی کے عظیم مذہبی وروحانی پیشوا کی حیثیت سے جانتی ہے۔ اور جنہوں نے تقریباً بارہ سو سے زائد تصانیف ورثے میں چھوڑی ہیں اور جن کا ہر خلیفہ مجاز ایک آفتاب اور ماہتاب بن کر چمکا ہے۔ وہ بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے فتاوی پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ' بھی آپ کی علمی شان کے معترف تھے اسی لئے آپ کی نظر انتخاب بعہدہ صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیو بند حضرت مفتی صاحب پر ہی پڑی۔ چنانچہ مولانا قاری محمد عبداللہ سلیم صاحب کہتے ہیں کہ: ''۱۳۱۰ھ میں قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ' نے مجلس شوری میں یہ تجویز پیش کی اور مجلس کی منظوری کے بعد جس جلیل القدر منصب کے لئے جس کو نامزد کیا گیا وہ عظیم المرتبت شخصیت فقیہہ الامت عالی مقام

صوفی، ذی مرتبت عالم، باکرامت بزرگ حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہ کی تھی اور آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ اسی منصب کے لئے موزوں تھے بلکہ اسی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ (دار العلوم دیو بند نمبر)

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''کہ اب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہ النفس علماء کی جماعت میں نظر نہیں آتا۔'' (مقدمہ فتاوی دار العلوم دیو بند نمبر)

مولف تذکرہ مشائخ دیو بند لکھتے ہیں کہ مشائخ دیو بند میں حضرت امام ربانی مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ النفس تھے۔ یا پھر حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقیہ النفس تھے۔ (تذکرہ مشائخ دیو بند)

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''جس وقت میں کنز الدقائق کے حاشیہ سے فارغ ہوا تو مسودہ بغرض اصلاح حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا، حضرت مفتی صاحب نے تمام حاشیہ کو نشان لگا کر رنگین کر دیا اور فرمایا کہ اس جگہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ کی فلاں عبارت درج ہونی چاہیے۔ بلاشبہ حضرت مفتی صاحب کی رگ رگ میں فقہ رچا ہوا تھا۔ اگر وہ زمانہ سابق میں ہوتے تو فقہ میں صاحب مسلک ہوتے لیکن باوجود فقیہ النفس ہونے کے امام اعظم کی تقلید کا قلادہ گردن میں ڈالے ہوئے تھے، اور اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ (تذکرہ مشائخ دیو بند)

ممتاز تلامذہ:

آپ کے علمی و روحانی مقام کا اسی طرح پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کے تلامذہ میں ایسے ایسے مشاہیر پیدا ہوئے ہیں کہ جن کا نام آتے ہی گردنیں احترام سے جھک جاتی ہیں۔ اور بقول جناب پروفیسر انوار الحسن صاحب شیر کوٹی کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ (انوار قاسمی) آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامور فاضل، مفسر، محدث، مدبر، مفکر، فقیہ، مجاہد،

مصنف، صوفی، درویش، ادیب، شاعر، منطقی، فلسفی، مفتی اور معلم پیدا ہوئے جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جن میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث صاحب مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

غرض یہ کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ، کے علمی وعملی مقام اور فقیہ النفس ہونے میں کسی قسم کا کلام یا شبہ نہیں ہے۔ آپ واقعی اس دور کے امام الفقہاء تھے، اور دارالعلوم دیو بند کے جلیل القدر اکابر میں سے تھے۔

سلوک وتصوف:

حضرت مفتی صاحب کو علوم ظاہری پر جس طرح درک تھا، اسی طرح روحانیت وتصوف اور اخلاق باطنی میں بھی بلند مقام حاصل تھا۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ مہتمم اول دارالعلوم دیو بند سے بیعت وخلافت حاصل تھی، کرامات وتصرفات کے بہت سے واقعات آپ کی طرف منسوب ہیں۔ جن کے جاننے اور دیکھنے والے آج بھی بحمد اللہ پاک وہند میں موجود ہیں۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہ، پر چونکہ نقشبندیت کا غلبہ تھا۔ اس وجہ سے آپ کے مریدین خصوصاً حضرت مفتی صاحب پر بھی نقشبندیت کا غلبہ تھا۔ آپ کے خلفاء اور مریدین کا حلقہ وسیع ہے۔ خاص طور پر مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھیؒ بہت معروف تھے۔ جن کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی ہیں۔

تواضع وانکساری:

آپ کے مزاج میں بے حد سادگی تھی، تواضع وانکساری، زہد وتقویٰ میں آپ کو کمال حاصل تھا، تواضع اس قدر کہ باوجود تلامذہ اور خدام کی موجودگی کے اپنے گھر کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ اپنا اور پڑوسیوں کا سامان بازار سے خرید کر دامن میں لایا کرتے تھے اور فرمایا

کرتے تھے کہ حضرت علیؓ کا یہی طرزِ عمل تھا۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ آج ان کی تصنیف عزیز الفتاویٰ عہد حاضر کے تمام مفتیوں کے لئے مآخذ بنی ہوئی ہے۔ اور فتویٰ کے ساتھ شغف کا یہ حال تھا کہ وفات کے وقت بھی ایک استفتاء ہاتھ میں تھا جسے موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینے پر ڈال دیا تھا لیکن سادگی تواضع اور خدمت خلق کا یہ مقام تھا کہ یہ کوئی کیسے سمجھے کہ یہ بھی کوئی بڑے عالم یا صاحب کرامت صوفی اور صاحب نسبت شیخ ہیں جب کہ غایت تواضع کا یہ عالم ہو کہ بازار سے سودا سلف نہ صرف اپنے گھر کا بلکہ محلے کی بیواؤں اور ضرورت مندوں کا خود لاتے' بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گٹھڑی دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کا سودا مع حساب کے اس کے گھر پہنچاتے تھے' کبھی تو اسی سودا سلف لانے میں ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ کسی عورت کو سودا دینے کے لئے جاتے تو وہ دیکھ کر کہتی: ''مولوی صاحب! یہ تو آپ غلط لے آئے ہیں میں نے تو یہ چیز اتنی نہیں' اتنی منگائی تھی۔ چنانچہ یہ فرشتہ صفت انسان دوبارہ بازار جاتا اور اس عورت کی شکایت دور کرتا۔ (مقدمہ فتاوی دارالعلوم دیوبند)

زہد وتقویٰ:

اس قدر کہ باوجود تبحر علمی اور فقیہہ النفس ہونے کے نماز و وضو کے مسائل کتاب دیکھ کر بتلاتے تھے' فرمایا کرتے تھے:

> ''یہ طریقہ اس وجہ سے اختیار کیے ہوئے ہوں کہ ممکن ہے کبھی مجھ سے سہو ہو جائے اور مسئلہ دھوکے میں غلط بتا دوں۔ لیکن کتاب دیکھ کر بتانے میں ذمہ داری میرے اوپر سے اٹھ جاتی ہے۔ اور کتاب والے پر یہ ذمہ داری آجاتی ہے۔'' (بحوالہ تذکرہ مشائخ دیوبند)

اسی طرح ظاہری و باطنی شکوک وشبہات میں آپ ہمیشہ حضرت گنگوہیؒ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور آپ کے قول کو قول فیصل جانتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو 'لیس الانسان الا ما سعی '' آیت کے متعلق ایک شبہ ہوا کہ جب انسان کو اس کی سعی کا اجر ملتا ہے تو

ایصال ثواب بعد مرنے کے دوسروں کی سعی ہے یہ کیوں مردے کو پہنچتا ہے' تمام دن اسی کش مکش میں گزر گیا' رات ہوگئی مگر اشکال رفع نہ ہوا' دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر آج کی رات انتقال ہو گیا تو قرآن کی ایک آیت کے متعلق دل میں ایک شک لے کر جاؤں گا بس پھر کیا تھا رات ہی کو پیادہ پا عازم گنگوہ ہوئے' صبح ہوتے ہی آستانہ رشیدیہ پر موجود تھے۔ اس وقت حضرت گنگوہی قدس سرہ' وضو فرما رہے تھے' پوچھا کون صاحب! حضرت مفتی صاحبؒ نے عرض کیا ''عزیز الرحمٰن'' اس کے بعد اپنا اشکال پیش کیا تو حضرت گنگوہی قدس سرہ' نے ارشاد فرمایا کہ: ''یہاں سعی سے مراد سعی ایمانی ہے'' یعنی کسی کا ایمان کسی کے کام نہ آئے گا باقی ایصال ثواب ایک دوسرے کے ضرور کام آئیں گے۔ (رسالہ دار العلوم جولائی ۱۹۵۸ء)

اس واقعہ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے بہت سے کمالات باطنیہ کی طرف بھی ارشاد ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ اس طرح حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا موصوف قدس سرہ' نے آپ کو بہت زیادہ عنایات سے نوازا تھا۔ بہر حال حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اپنے ظاہری و باطنی علمی و روحانی کمالات میں اپنی نظیر آپ تھے۔

وفات:

۱۳۴۶ھ میں آپ مستعفی ہو کر ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں کچھ دن قیام فرما کر واپس دیو بند تشریف لے آئے اور تھوڑے عرصہ بعد ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان قاسمی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کی اولاد میں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رکن مجلس شوری دار العلوم دیو بند اور مولانا قاری جلیل الرحمٰن صاحب استاذ تجوید دار العلوم دیو بند قابل فخر فرزند ہیں۔ اس دور کے جید علماء میں شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

☆☆☆

حکیم الامت مجدد ملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں ہوئی خاندانی اعتبار سے آپ فاروقی النسل شیخ ہیں اور ایک بہت بڑے رئیس شیخ عبدالحق صاحب تھانوی کے چشم و چراغ ہیں آپ کی پرورش نہایت ہی ناز و نعم میں ہوئی اور قدرت نے آپ کو عجیب و غریب مزاج سے نوازا تھا عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد صاحب سے تھانہ بھون رہ کر پڑھیں اور ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں آپ بغرض تحصیل و تکمیل علوم دینیہ دارالعلوم دیو بند تشریف لے گئے اور ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے آپ کے مربی اور شفیق اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید احمد صاحب وغیرہ ہیں۔ قرات کی مشق آپ نے حضرت قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کے سامنے مکہ معظمہ رہ کر فرمائی آپ کی دستار بندی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست مبارک سے ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ دارالعلوم دیو بند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ اخیر صفر ۱۳۰۱ھ میں باجازت والد ماجد اور اساتذہ کانپور تشریف لے گئے اور مدرسہ فیض عام میں پڑھانا شروع کر دیا اور چودہ سال تک کانپور میں درس و تدریس و افتاء اور تبلیغ و واعظ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۱۵ھ میں آپ کانپور چھوڑ کر وطن یعنی تھانہ بھون تشریف لائے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خانقاہ کو آباد کیا اور ایک مدرسہ اشرفیہ قائم کیا جہاں آخر دم تک دینی علمی اور روحانی خدمات انجام دیتے رہے۔

حضرت حکیم الامت کی پوری زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف دین کے لئے پیدا کیا تھا اس لیے پیدا ہونے سے قبل ہی اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہوا کہ جس سے صاف کہا جا سکتا ہے کہ آپ بہت بڑے ولی اللہ اور مجدد اعظم تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کے استاد مکرم مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی پیشین گوئی تھی کہ تم جہاں

جاؤ گے تم ہی تم نظر آؤ گے''۔ واقعی ایسا ہی ہوا علوم ظاہر سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے دل میں تزکیہ باطن کی تڑپ پیدا ہوئی اور ابتداء میں حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے مگر جب آپ کے والد ماجد حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے اور مکہ معظّمہ پہنچ کر حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ کے خدام میں داخل ہو گئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور حکیم الامتؒ حضرت حاجی صاحبؒ کے میکدہ میں داخل ہو کر نچوڑ میخانہ نکلے۔ غرضیکہ ۱۳۱۰ھ میں آپ پھر دوبارہ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے۔ اور تقریباً چھ ماہ آپ نے قیام کیا اور ذکر وفکر میں مشغول رہے اس قیام میں حضرت حاجی صاحب کو آپ پر مکمل اعتماد تھا اور فرماتے تھے کہ ''میاں اشرف علی بس پورے پورے میرے طریق پر ہیں۔'' اور جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی تحریر دیکھتے یا تقریر سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرماتے کہ ''جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی۔''

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ یہ بشارت دی کہ ''تم کو تفسیر اور تصوف سے خاص مناسبت ہوگی'' چنانچہ آپ کی ان دونوں سے مناسبت تامہ اظہر من الشمس ہے'' بہر حال حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنی ذات میں علم ومعرفت کا ایک جہان تھے اور جس طرح شریعت کے متبحر عالم تھے طریقت وسلوک میں بھی اسی طرح مقام ارفع پر فائز تھے آپ کی ذات علوم ظاہری وباطنی کا مخزن تھی۔

یوں تو چشم فلک نے بڑی بڑی عالم فاضل ہستیاں' بڑے بڑے عابد وزاہد انسان اور بڑے بڑے متقی وتہجد گزار بندے اسی خطۂ ارضی پر دیکھے ہوں گے مگر شریعت وطریقت کا ایک ایسا حسین امتزاج شاید ہی کسی نے دیکھا ہوگا' کوئی صرف عالم ہوتا ہے اور طریقت سے کورا' کوئی محض صوفی ہوتا ہے اور علوم شرعیہ سے نا آشنا مگر حضرت حکیم الامتؒ ایک ہی وقت میں صوفی بھی تھے' عالم بے بدل بھی' رومیٔ عصر بھی تھے اور رازیٔ وقت بھی' آپ نے جس طرح شریعت ظاہرہ کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام کیا اسی طرح طریقت باطنہ کو بھی افراط وتفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی۔ آپ نے طریقت کو جو ایک زمانہ میں صرف رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گئی تھی' زوائد وحواشی سے پاک وصاف کر کے قدماء سلف صالحین کے مسلک پر لا کھڑا کیا' آپ

نے پورے شد و مد کے ساتھ اس حقیقت کو ظاہر کیا کہ طریقت میں شریعت ہے، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں، حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے یہاں طریقت کا خلاصہ یہ تھا کہ:

''مسلمانوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا سا ذوق پیدا ہو جائے۔''

آپ نے اس مقصد عظیم کے لیے سیرت سازی کا ایک ایسا صحیح طرز اختیار کیا کہ جس سے جوگیانہ صوفیت اور راہبانہ تربیت روحانی کے پردے تار تار ہو گئے اور اسلامی روحانیت کا صحیح مفہوم لوگوں کی سمجھ میں آ گیا۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں واضح فرما دیا کہ:

''شریعت ہی ساری دنیوی، اخروی، ظاہری و باطنی سعادتوں کی کفیل ہے۔''

حضرت حکیم الامت تھانویؒ چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، اور قادریہ میں بیعت فرماتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی نہ تو اصلاح باطن اور تربیت اخلاق کے لئے بیعت کو لازم و ضروری خیال کرتے بلکہ طالب کے ذہن میں اول ہی مرحلہ میں یہ بات ذہن نشین کرا دیتے کہ اصلاح باطن اور تزکیہ نفس بیعت پر موقوف نہیں ہے یہ بغیر بیعت کے بھی ہو سکتی ہے اور عوام وخواص کے ذہنوں میں جو یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ بغیر بیعت ہوئے اور بغیر ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تربیت اور حصول الی اللہ نہیں ہو سکتا اس کے دور کرنے کی کوشش کرتے چنانچہ بعض حضرات کو خلافت عطا فرمانے کے بعد بیعت فرمایا اور وہ بھی ان کی درخواست پر، اس سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا عبدالباری ندویؒ کی مثالیں موجود ہیں اور نہ ہی وہاں پر کسی سلسلہ کی کوئی روایات تھیں، نہ رسوم، نہ تعلیم وتربیت کے وہ کورانہ تقلید کے انداز تھے، روایتی حلقے توجہ اور مراقبے کچھ نہ تھے، بس اہتمام تھا تو شریعت کے احکام کی بجا آوری کا اور دھن تھی تو ہر انداز زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کی، فکر تھی تو نفس وشیطان کے مکائد سے بچنے کی اور اپنے متوسلین کو تاکید تھی تو صرف یہ کہ اپنے ظاہر و باطن کو بھی پاک وصاف رکھو اور اپنے باطن کو بھی ظاہر وطیب بناؤ۔ اکثر فرماتے تھے:

''دین متین ہی کے ظاہر و باطن کا نام شریعت وطریقت ہے، جس طرح ظاہری اعمال کے لئے احکامات الٰہیہ فرائض و واجبات ہیں اسی طرح باطنی اعمال کے لئے بھی ہیں اور ہم دونوں کے ادا کرنے کے پابند ہیں۔''

اور فرماتے ہیں کہ:

''اس کے ساتھ ساتھ اور اسی طرح ضروری و لازمی حقوق العباد ہیں تم پر اپنے والدین کے' اپنے بیوی بچوں کے' اپنے احباب کے اور کاروباری تعلق رکھنے والوں کے حقوق بھی کماحقہ' ادا کرنا فرض ہے ان میں ذرہ برابر بھی کوتاہی کروگے تو تعلق مع اللہ کی تم کو ہوا تک نہ لگے گی' چاہے عمر بھر ہی کیوں نہ مروجہ رسمی تصوف کے مجاہدوں نوافل و وظائف میں سر مارو' خدا کی مخلوق کو ناراض کرتے ہوئے بھی خدا کو راضی کرلو'' ''ایں خیال است محال است جنوں''

دراصل حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں طریقت کا خلاصہ ہی یہ تھا کہ انسان بنو' آدمیت سیکھو' چنانچہ آپ بارہا فرماتے ہیں کہ:

''بھائی میں تو اپنی مجلس کو بزرگوں کی مجلس نہیں بنانا چاہتا ہوں' آدمیوں کی مجلس بنانا چاہتا ہوں''

یہی وجہ ہے کہ آپ کے یہاں اگر کوئی بے اصولی کی بات کرتا یا بے فکری کا ثبوت دیتا حقوق واجبہ کا تارک ہوتا' معاملات میں بدنظمی برتتا یا سلیقہ اور ڈھنگ سے کام نہ کرتا تو حضرت تھانویؒ فوراً تنبیہ اور مواخذہ فرماتے اور بار بار اپنے متوسلین کو اس طرف توجہ دلاتے کہ یہ تمام چیزیں دوسروں کی اذیت کا سبب بنتی ہیں اور کسی شخص کو اذیت نہ پہنچانا واجب ہے اور فرماتے کہ:

''جن لوگوں کا مجھ سے اصلاح کا تعلق ہے ان کی معمولی کوتاہی پر بھی میری نظر رہتی ہے' ان کی کسی حالت سے بھی کسی معیوب یا منکریات کا صادر ہونا مجھے سخت ناگوار ہوتا ہے اور اس معاملہ پر سخت داروگیر کرتا ہوں' خواہ کتنا ہی قوی تعلق محبت کا مجھ سے ہو ہرگز مروت سے کام نہیں لیتا لیکن جن لوگوں سے ایسا تعلق نہیں بحمد اللہ میری نظر ان کے کسی عیب پر نہیں پڑتی بلکہ تعلق بنانے کے لئے ان کی خوبیاں ہی میرے سامنے رہتی ہیں۔''

حضرت تھانویؒ کے یہاں کیفیات و مکاشفات و واقعات و کرامات پر اتنا زور نہیں تھا جتنا کہ عقائد عبادات' معاملات' معاشرت' سیاست اور طریقت کی درستگی پر تھا اور آپ صفات' رذائل کی تشریح پر زیادہ زور دیتے اعمال ظاہرہ و باطنہ میں اختیاری و غیر اختیاری' مقصود و غیر مقصود کی حدیں قائم کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے' آداب زندگی اور آداب انسانیت کی تعلیم ہی آپ

کی نظر میں تربیت روحانی کی اصل بنیاد تھی اکثر فرماتے کہ:

''میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان ہے' ملک التجار بننا آسان بزرگ بننا آسان' قطب بننا آسان' مگر انسان بننا مشکل' اور یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو' ولی بننا ہو' قطب بننا' ہو تو کہیں اور جاؤ اگر انسان بننا ہو تو میرے پاس آؤ' میں انسان بناتا ہوں۔''

حضرت تھانویؒ کا آستانہ مبارک بڑے بڑے ارباب ثروت و دولت اور اصحاب علم و فضل کی عقیدت گاہ تھی' آپ کی خانقاہ معرفت و روحانیت کا ایک ایسا چشمہ صافی تھی جس کی طرف دن رات سینکڑوں تشنہ کام آتے ہیں اور سیراب ہو کر لوٹ جاتے' آپ کی ہمہ گیر تربیت کے زیر اثر ہزاروں معصیت کوش اور عصیاں آلود روحیں پاک و صاف ہو کر اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر لوٹیں۔ آپ کا فیضان عام تھا اس سے بڑے بڑے علماء بھی مستفید ہوئے صلحاء بھی' عوام بھی' خواص بھی' امیر و غریب' عورتیں مرد بچے بوڑھے سب ہی اپنی اپنی استعداد کے موافق اس بحر علم و معرفت سے سیراب ہوتے رہے' آپ کے حلقہ ارادت میں علماء و فضلاء مفسرین' محدثین' فقیہہ' تاریخ دان' سیاستدان' فلاسفر' صحافی' ادیب اور خطیب ہر قسم کے لوگ نظر آئیں گے اور ان ہی کی صفوں میں عام آدمی دیہاتی غربا' اور متوسط طبقہ کے افراد بھی کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر ان لوگوں میں سے حضرت تھانوی نے نہ کسی کی دولت ختم کرائی نہ کسی کو گوشہ نشین بنایا نہ کسی سے بیوی بچے چھڑائے نہ اعزہ و اقارب کے چھوڑنے کو کہا' بلکہ اس مین سے ہر ایک کو اپنی اپنی حیثیت پر قائم رکھتے ہوئے ولی اور صرف ولی ہی نہیں بلکہ ولی گر بنایا۔ حضرت تھانویؒ اپنی خانقاہ کے تربیت یافتہ لوگوں کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ:

دیکھو! سرکاری ملازمین میں میرے تربیت یافتہ لوگ ملیں گے' علماء صوفیاء اور مدرسین میں میرے مجازین ملیں گے' اطباء و ڈاکٹروں میں تاجروں میں' وکیلوں میں' انجنیئر وں میں میرے اجازت یافتہ ملیں گے' فقیروں میں' زمینداروں میں اور نوابوں میں میرے خلفاء ملیں گے' تمہارے لئے اس دور سے زیادہ فتنہ والا دور اور کیا ہوگا بس دیکھو' دین کے بارے میں ان کی مثالیں سامنے رکھنا ان کا دامن پکڑے رکھنا' دیکھو دین کتنا آسان ہے یہ سب تمہارے لئے

آسان ہے سب اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں کوئی چیز ان کے لئے دین سے مانع نہیں خارج نہیں دین دار ہوتے ہوئے سب اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ تحصیل معاش میں مصروف ہیں کوئی دشواری نہیں اب تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہونا چاہئے تم کو صاف محسوس ہوگا کہ دین کتنا آسان ہے اور ہر شعبہ زندگی میں عمل ہے۔

وراثت نبوت یا جذبہ مجددیت سے جو شفقت علی الخلق اور اصلاح مسلمین کی فکر آپ پر ہمہ وقت مسلط رہتی تھی اس کی وجہ سے آپ کا سونا' جاگنا' رفتار' گفتار' آرام وراحت سب کا سب اسی مشغلہ کی نذر تھی جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئی ہو اس سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس دور پرفتن میں ایسے جذبہ رکھنے والے کو چین و آرام کہاں' مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ خود احقر نے بارہا دیکھا کہ جب کوئی فتنہ مسلمانوں میں ہوا جس سے ان کی دینی یا دنیوی تباہی کا خطرہ تھا تو حضرت تھانویؒ کا نظام ہی کام آتا۔ ایک ایسے فتنوں کے زمانہ میں خود فرمایا کہ:

''مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصور اگر کھانے سے پہلے آجاتا ہے تو بھوک اڑ جاتی ہے اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اڑ جاتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانویؒ کو اس دور حاضر کے مجدد کے منصب پر فائز فرمایا تھا اس لئے حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی میں بڑھتی ہوئی تباہیوں اور بربادیوں کو محسوس فرما کر جہاں سینکڑوں اور ہزاروں میل کے سفر طے کر کے اپنے مواعظ حسنہ ملفوظات اور عام مجالس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا وہاں آپ نے اپنی عظیم تصانیف کے ذریعے عوام وخواص کی رہبری فرمائی اور ان کو صحیح دین سے آشنا کیا' رسوم و بدعات کی تاریکیوں سے نکالا' اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کے لئے عجیب عجیب نسخے تیار کیے۔ نشرو اشاعت کے اس دور میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عظیم اور امتیازی کارنامہ ہے۔ کہ ڈیڑھ ہزار سے زائد تصانیف کو جن کی صرف فہرست ہی سو صفحات سے زائد ہے آپ کے قلم وحقیقت رقم سے نکلی ہیں ہر علم وفن پر تصانیف وتالیفات اس قدر فرمائیں کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ متقدمین ومتاخرین میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ مسلمانوں کے لئے دین ودنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس

پر حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی سیر حاصل مستند و معتبر تصانیف و مواعظ اور ملفوظات نہ ہوں۔ نصائح وصایا کا بھی نہایت جامع و نافع مکمل دستور العمل بھی مرتب فرما کر دیا ہے خود بھی بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ الحمد للہ و بفضلہ تعالیٰ سب ضروری کام ہو گیا ہے صدیوں تک کیلئے دین کا راستہ بے غبار ہو گیا اور آئندہ نسلوں کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ میری ہی تصانیف ملفوظات و مواعظ سے ضروری کام چلتا رہے گا یہ سب حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا فیض و برکت ہے۔

اجتماعی اصلاح امت کے سلسلہ میں آپ کا دوسرا عظیم کارنامہ ایک ایسا نظام عمل مرتب کر جانا ہے کہ اگر سب مسلمان مل کر اس نظام کو اجتماعی شکل پر اپنا لیں تو جتنے مصائب آ رہے ہیں وہ سب دور ہو جائیں اور یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جب کبھی مسلمانوں پر مصائب اور پریشانیوں کی اطلاع آتی ہے۔ تو آپ ماہی بے آب کی طرح سخت پریشان ہوتے ہیں ایک دن آپ اس فکر میں مبتلا تھے کہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ کی نماز صبح میں آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوا کہ بعض اعمال خاصہ ہیں ان کی خاصیت یہ ہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر اور ان کا التزام کرانے سے مسلمانوں کے مصائب دور ہو سکتے ہیں چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں پچیس اصول حیات ”حیات المسلین“ کے نام سے جمع فرما کر شائع فرمائے۔ آپ کو کم و بیش ڈیڑھ ہزار تصانیف لکھنے کا شرف حاصل ہوا مگر آپ کا قول مبارک ہے کہ:

”مجھ کو اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال نہیں ہے کہ میرے لئے یہ سرمایہ نجات ہے البتہ حیوۃ المسلمین کے متعلق میرا غالب خیال ہے کہ اس سے میری نجات ہو جائے گی اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں۔“

اسی ”حیات المسلین“ میں درج شدہ پچیس اصول وسیع پیمانہ پر عمل ترویج کے لئے ایک نظام عمل صیانۃ المسلمین کے نام سے تجویز فرما کر ۱۹۳۰ء میں جاری فرمایا۔ مجلس صیانۃ المسلمین کا مقصد اسلام کے بنیادی اصول عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت' تربیت اخلاق کی صحیح طور پر انفرادی و اجتماعی طور پر عملی ترویج ہے تاکہ مسلمان کامل اور مکمل مسلمان بن کر ترقی کریں۔ مجلس صیانۃ المسلمین کی اہمیت اور اس کی عظمت کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ کا ارشاد ہے جو آپ نے کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔ حضرت وہ کون سا عمل اور کون

سے اسباب ہیں کہ جنہیں اختیار کرنے سے مسلمان موجودہ پستی اور تنزلی سے نجات حاصل کر کے ترقی کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا کہ: **بفضلہ تعالیٰ** ایسی تدابیر موجود ہیں اور ان کو ضبط کر کے رفاء عامہ کے لئے شائع بھی کر دیا گیا ہے چنانچہ ابھی کچھ عرصہ ہوا کہ مسلمانوں کی موجودہ تباہی اور بربادی سے متاثر ہو کر دو کتابیں **حیوۃ المسلمین** اور **صیانۃ المسلمین** تصنیف کی ہیں ان دونوں کتابوں کے اندر میں نے ان مصائب کو جو اس وقت مسلمانوں پر آرہے ہیں پورا پورا علاج بتلا دیا ہے تمام مسلمان پہلے ان ہی دونوں کتابوں پر عمل کر کے دیکھ لیں کہ کتنا نفع ہوتا ہے اور ایک دفعہ فرمایا کہ:

''ہماری حالت تو یہ ہے کہ دو مسلمان مل کر اتفاق سے کوئی کام کر ہی نہیں سکتے پھر اس پر ایسے بلند خیالات' کیا ایسی قوم کبھی فلاح پا سکتی ہے۔ اگر مسلمانوں میں اہلیت ہوتی تو **حیوۃ المسلمین** اور **صیانۃ المسلمین** ہی ان کے دستور العمل کے لئے کافی وافی ہیں۔''

قیام پاکستان سے قبل کانگریس اور مسلم لیگ کے اختلافی دور میں جب مسلم لیگ نے دہلی میں ایک عام اجلاس منعقد کیا تو اس میں حضرت تھانویؒ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی اور اس میں درخواست کی تھی کہ اس موقع پر جناب والا تشریف لا کر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایات دیں لیکن اگر حضور والا خود تشریف نہ لا سکیں تو اپنا نمائندہ بھیج کر مشکور فرمائیں۔

آپ چونکہ اس وقت بیمار اور کمزور تھے اس لئے آپ دہلی تشریف نہیں لے جا سکے مگر آپ نے اپنے جوابی گرامی نامے کے اندر ارکان مسلم لیگ کو مجلس **صیانۃ المسلمین** کی طرف توجہ دلائی اور تحریر فرمایا کہ اگر مسلم لیگ کے ارکان **صیانۃ المسلمین** اور **حیوۃ المسلمین** پر عمل پیرا ہو کر حکومت حاصل کریں تو اسلام کے بتائے ہوئے نقوش پر حکومت چلا سکیں گے جس کا نتیجہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔ چنانچہ اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر حضرت تھانویؒ کے ایک خلیفہ اجل اور شیروان کے چشم و چراغ حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں اور ان کی پیہم سعی اور کوششوں کے بعد پاکستان میں اس کی نشاۃ ثانیہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے زیر سرپرستی ہوئی اور آج تک بفضلہٖ تعالیٰ جناب مولانا سید محمد نجم الحسن تھانوی کے زیر نگرانی یہ چشمۂ فیض جاری ہے اور ہند و پاک کے تمام علماء کرام اس کے

معاون ہیں اور کراچی سے پشاور تک اس کی متعدد شاخیں قائم ہیں۔ اور اس وقت اس مجلس کے روح رواں جناب مولانا مشرف علی صاحب تھانوی ہیں جو اس مشن مقدس کو زندہ کئے ہوئے ہیں اس کے علاوہ صرف یہی نہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لئے کتابیں تصنیف کر دی ہیں۔ اور صیانۃ المسلمین کا نظام عمل پیش کر دیا ہو بلکہ آپ نے اپنے بعد کے لئے ایسے تربیت یافتگان کی ایک عظیم جماعت بھی چھوڑی ہے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان دونوں کاموں کو اپنی اپنی جگہ کما حقہٗ ادا کر رہے ہیں۔ یوں تو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متوسلین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز ہے مگر آپ نے ان میں سے ۱۲۹ حضرات کو اپنا خلیفہ اور مجاز بنایا ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی بانی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ بانی خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندیؒ بانی دارالعلوم کراچی حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلہٹی بانی جامعہ امدادیہ کشور گنج مشرقی پاکستان، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیو بند انڈیا، حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندویؒ حضرت مولانا عبدالباری ندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ حضرت مولانا مسیح اللہ خان شیروانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں اور اپنی اپنی ذات میں ہر شخص ایک انجمن کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا طبعی میلان یکسوئی کے ساتھ تصنیف و تالیف، تعلیم و تربیت اور اصلاح امت و ہدایت خلق کی طرف تھا اس لئے عملی طور پر سیاسی اور ملکی تحریکوں میں براہ راست حصہ لینے کی نوبت نہ آئی اور نہ آپ کبھی کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے البتہ جب کبھی ملک میں کوئی سیاسی تحریک شروع ہوئی اس کے بارے میں ایک ماہر شریعت عالم دین ہونے کی حیثیت سے اس کی شرعی حیثیت پر فقہیانہ نظر بصیرت ڈال کر نتائج و عواقب واضح کرنے اور ملت کی علمی و روحانی رہنمائی کا فریضہ ادا کرنے میں کبھی دریغ نہ فرمایا چنانچہ جب کانگریس میں مسلمانوں کے بلا شرط داخلے سے خطرناک نتائج و عواقب تقریباً سامنے آ گئے تو حضرت

تھانویؒ نے مسلم لیگ کی حمایت اور شرکت کی رائے دی' آپ کا فتویٰ بنام تنظیم المسلمین شائع ہوا۔ آپ کا فتویٰ شائع ہونے کے بعد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندی اور آپ کے تمام متوسلین و خلفاء نے مسلم لیگ کی حمایت واعانت میں سرگرم حصہ لیا اور ان تمام حضرات نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں عملی طور پر کارنامے انجام دیئے۔ اور پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور جگہ جگہ ان حضرات کی کوششوں سے مسلم لیگ کامیاب ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ قائداعظم محمد علی جناح مرحوم بھی حضرت تھانویؒ کی اس حمایت پر بڑے مطمئن اور شکرگزار تھے اور آپ کے متوسلین ان کوششوں کو ہمیشہ سراہتے' حتی کہ ڈھاکہ اور کراچی میں پاکستانی پرچم کی نقاب کشائی کے سلسلہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو تجویز فرمایا اور ان ہی کے مبارک ہاتھوں نقاب کشائی کرائی اور آج بھی حضرت تھانویؒ کے تمام متوسلین اور خلفاء پاکستان کے وجود اور بقاء کے لئے حتی المقدور کوشاں ہیں۔

بہرحال آپ کی پوری زندگی خدمت اسلام میں گزری اور نہایت لطیف مزاج کے مالک تھے متقدمین میں سے مزاج کے اعتبار سے آپ کو مرزا مظہر جان جاناں ثانی کہا جا سکتا ہے۔ آپ نہایت مترتب المزاج اور اصول وضوابط کے پابند تھے اور حقیقت یہ کہ اگر آپ مترتب المزاج اور اصول وضوابط کے پابند نہ ہوتے تو اتنے عظیم کارنامے اور ہزاروں تصنیف و تالیف کا کام ہرگز پایہ تکمیل کو نہ پہنچتا بلا شبہ آپ حکیم الامت اور مجدد ملت تھے اور پورے عالم اسلام کے عظیم مذہبی وروحانی پیشوا تھے آخر ۸۲ سال ۳ ماہ گیارہ دن دنیا کو اپنے وجود مسعود سے متبرک اور منور فرمانے کے بعد ۱۶ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ یعنی ۱۹ یا ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

نماز جنازہ مولانا ظفر احمد عثمانی نے پڑھائی' تھانہ بھون کے قبرستان عشق بازاں میں آپ کا مزار مقدس ہے' وزوالوصفین تاریخ وصال ہے ۱۳۶۲ھ

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ　　　بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مے خانہ

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے ''سیرت اشرف'' مولفہ منشی عبدالرحمٰن خان صاحب ملتانی)

امام العصر محدث کبیر

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ مسعود نرودریؒ کشمیری سے ملتا ہے جن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا وہاں سے ملتان آئے لاہور منتقل ہوئے پھر کشمیر میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے خود اپنا سلسلہ نسب اپنی تصانیف میں تحریر فرمایا ہے جو آگے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ملحق ہو جاتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہ بڑے عالم ربانی، زاہد و عابد اور کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے آپ ۲۷ شوال المکرم ۱۲۹۲ھ بروز شنبہ بوقت صبح اپنے ننھیال بمقام دودھواں وعلاقہ لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ چار پانچ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد مولانا معظم شاہ صاحبؒ سے قرآن شریف شروع کیا اور چھ برس کی عمر تک قرآن کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لئے۔ پھر مولانا غلام محمد صاحب سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی۔ اور ابھی آپ کی عمر ۱۳، ۱۴ سال کی تھی۔ ۱۳۰۵ھ میں شوق تعلیم نے لولاب کے مرغزاروں اور سبزہ زاروں پر غریب الوطنی کی علمی زندگی کو ترجیح دی، حضرت علامہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات کے مصداق، بچپن ہی میں بے حد ذہین، ذکی اور فطین تھے، تین سال تک آپ ہزارہ و سرحد کے متعدد علماء و صلحاء کی خدمت میں رہ کر علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے پھر جب علوم و فنون کی پیاس وہاں بھی بجھتی نظر نہ آئی تو ہندوستان کے مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کی شہرت سن کر آپ ۱۳۰۷ھ یا ۱۳۰۸ھ میں ہزارہ سے دیوبند آ گئے، دیوبند میں آپ نے چار سال رہ کر وہاں کے مشاہیر وقت و یکتائے روزگار علماء سے فیوض علمیہ و عملیہ و باطنیہ کا بدرجہ اتم استفادہ کیا اور بیس اکیس سال کی عمر میں نمایاں شہرت و عزت کے ساتھ سند فراغ ۱۳۱۲ھ میں حاصل کی جن علماء سے آپ کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں سے یہ چند حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مولانا محمد اسحاق امرتسری مہاجر مدنیؒ اور مولانا غلام رسول ہزارویؒ۔

دیوبند سے فارغ ہو کر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں گنگوہ تشریف لے گئے اور وہاں سے سند حدیث کے علاوہ فیوض باطنی بھی حاصل کئے اس کے

بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور تین چار سال تک مدرسہ امینیہ کے مدرس اول رہے دہلی میں کئی سال قیام کے بعد بعض ضرورتوں اور مجبوری کے باعث آپ کشمیر تشریف لے گئے اور ۱۳۲۳ھ میں آپ بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے' سفر حجاج میں طرابلس' بصرہ اور مصر و شام کے جلیل القدر علماء نے آپ کی بہت عزت کی اور سب نے آپ کی خداداد و بے نظر لیاقت و استعداد دیکھ کر سندات حدیث عطا فرمائیں۔ جن میں آپ کا نام الفاضل الشیخ محمد انور بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیریؒ لکھا گیا ہے۔ سفر حجاج سے واپس آ کر خواجگان قصبہ بارہ مولے وکشمیر کا ایک مشہور مقام خصوصاً خواجہ عبدالصمد ککرو و رئیس اعظم کے اصرار پر آپ نے اسی قصبہ میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد ڈالی اور تقریباً تین سال تک آپ وہاں خلق اللہ کو فیض یاب فرماتے رہے اسی اثناء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے مشہور جلسہ دستار بندی میں مدعو کیا گیا اور آپ دیوبند تشریف لے گئے' دارالعلوم دیوبند میں آپ نے استفادہ علوم وفنون کیا تھا اور وہیں سے سند فراغ حاصل کی تھی اب اسی دارالعلوم میں مدرس مقرر ہو گئے سنن ابوداؤد شریف اور صحیح مسلم شریف کا درس سالہا سال تک بغیر کسی تنخواہ کے دیتے رہے۔ چند سال کے بعد آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کی وجہ سے پھر کشمیر جانا پڑا۔ لیکن دارالعلوم کی طرف سے شدید تقاضا ہوا اس لئے آپ جلد ہی واپس تشریف لے آئے اور اطمینان کے ساتھ دارالعلوم میں مسند نشین درس ہو کر علمی افادات میں مشغول ہو گئے آپ دارالعلوم سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے آخر مولانا حافظ محمد احمد قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اصرار کر کے اس بات پر راضی کیا کہ وہ ان کے ساتھ کھانا کھایا کریں اور یہ صورت دس برس تک قائم رہی' مولانا محمد احمد قاسمیؒ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ' علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ تمام حضرات مل کر کھانا کھاتے اور عجیب علمی اور تحقیقی باتیں ہوتیں رہتیں۔ نکاح اور اولاد ہونے کے بعد احباب کو موقع ملا کہ شاہ صاحب کو دارالعلوم سے کچھ مشاہرہ دلوائیں چنانچہ کافی اصرار پر آپ راضی ہوئے۔ اسی دوران شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے حجاز مقدس کا قصد فرمایا تو انکے تشریف لے جانے کے بعد حضرت علامہ کشمیریؒ نے قائم مقام صدر مدرس کی حیثیت سے بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس سنبھال لیا۔ شاہ صاحب کے درس میں بعض ایسی امتیازی خصوصیات تھیں جو عام طور پر دوسرے حلقوں میں نہیں تھیں' بہر حال ۱۳۴۵ھ تک آپ دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس کی حیثیت سے درس حدیث دیتے رہے۔ اسکے بعد بعض منتظمین سے

اختلاف ہوا تو دارالعلوم سے قطع تعلق فرما کر آپ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا سراج احمد دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ اور سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء بہت سے طلباء کی ایک جماعت کے ساتھ ڈابھیل جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ تک جامعہ میں درس حدیث رہا اور ۲ صفر ۱۳۵۲ھ کو شب کے آخری حصہ میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں دیو بند میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وعملی کمالات میں سے جو چیز آپ کو اقران واعیان میں سب سے زیادہ ممتاز کرتی تھی وہ آپ کی جامعیت وتبحر علمی ہے علوم عقلیہ وشرعیہ میں سے ایک بھی ایسا علم نہیں ہے جس میں آپ کو مہارت تامہ حاصل نہ ہو۔ اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علماء ومتقدمین میں بھی ہر حیثیت سے ایسی جامع علوم عقلیہ ونقلیہ ہستیاں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اس ارشاد سے آپ کی جامع شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ:

میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا امت مسلمہ میں وجود ہے اگر دین اسلام میں کسی قسم کی بھی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے۔ (حیات انور)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کشمیری کی وفات پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ایک جلسہ میں فرمایا: مجھ سے اگر مصر وشام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی' شیخ تقی الدین بن دقیق العید اور شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام کو دیکھا ہے تو میں یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے کیونکہ صرف زمانہ کا تقدم وتاخر ہے۔ ورنہ اگر علامہ انور شاہ صاحب بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اسی طرح آپ کے مناقب ومجاہدات تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہوتے' میں محسوس کر رہا ہوں کہ حافظ ابن حجر' شیخ تقی الدین اور شیخ عزیز الدین کا انتقال آج ہوا ہے (حیات انور)

مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''واقعی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت من آیات اللہ تھے۔''

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا:

کہ میں نے ہندوستان حجاز' عراق' مصر اور شام کے علماء وفضلاء سے ملاقات کی اور

مسائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی لیکن تبحر علمی، وسعت معلومات، جامعیت اور علوم نقلیہ وعقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر نہیں پایا۔ مصر کے ممتاز عالم دین علامہ سید رشید رضا نے دیو بند میں ایک مرتبہ فرمایا خدا کی قسم میں نے ان جیسا آدمی ہرگز نہیں دیکھا۔ (حیات انور)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قافلہ جا رہا تھا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ پیچھے رہ گئے تھے۔''

آپ کی ذہانت قوت حافظہ کے سلسلہ میں مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی یہ تحقیق قابل ذکر ہے کہ مجموعی طور سے حضرت شاہ صاحبؒ کو کم سے کم چالیس پچاس ہزار عربی کے اشعار یاد تھے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت شاہ صاحب کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ دیکھ لیا اور جو ایک مرتبہ سن لیا وہ ضائع ہونے سے محفوظ اور مامون ہو گیا گویا اپنے زمانہ کے امام زہریؒ تھے۔''

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ:

''اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔''

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی آپ کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال آپ کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی اور علمی اشغال میں غیر معمولی انہماک اور شغف کے باوجود عمل بالکتاب والسنۃ اور اتباع سلف کے اہتمام میں ذرہ بھر کی کوتاہی نہیں ہوتی تھی، ملنے والے بہت سی سنتوں کو شاہ صاحب کے عمل کو دیکھ کر معلوم کر لیا کرتے تھے، سنت نبویؐ کے مطابق کھانا اکڑوں بیٹھ کر کھاتے تھے اور کھانے میں ہمیشہ تین انگلیاں استعمال کرتے اور دونوں ہاتھ مشغول رکھتے تھے بائیں ہاتھ میں روٹی اور داہنے ہاتھ سے اسے توڑ توڑ کر استعمال کرتے تھے لقمے ہمیشہ چھوٹے چھوٹے استعمال کرتے تھے۔ زہد وتقویٰ حضرت ممدوح کے روشن اور کھلے ہوئے چہرے پر برستا تھا ایک غیر مسلم شخص نے کسی موقع پر آپ کا سرخ وسفید رنگ کشادہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرہ نیز چہرہ کی مجموعی عظمت ووجاہت دیکھ کر کہا تھا کہ ''اسلام کے حق ہونے کی ایک مستقل دلیل یہ چہرہ بھی ہے۔''

جمعہ کے لئے جاتے تو فَاسْعَوا الی ذکر اللہ کا منظر سب کو نظر آتا۔ حسبنا اللہ تکیہ

کلام تھا' اٹھتے بیٹھتے اکثر و بیشتر حسبنا اللہ فرماتے اور ایسے ہی موقعہ بموقعہ "اللہ اجل" فرماتے رہتے تھے' درس میں بعض اوقات غایت خشیت سے آنکھوں میں نمی آ جاتی' جسے ضبط کرنے کی کوشش کرتے' انشاء و قصائد اور وعظ میں خوف و خشیت کے اشعار اکثر تر آنکھوں کے ساتھ پڑھتے جس سے چہرہ مظہر خشیت الٰہی نظر آتا تھا۔ اور سامعین کی آنکھیں تر ہو جاتی تھیں' ٹھیک طریقہ نبویؐ کے مطابق کن انکھیوں سے دیکھتے اور جدھر متوجہ ہوتے پورے متوجہ ہوتے تھے باوجود تبحر علمی کے ادب شیوخ و اکابر کا یہ عالم تھا کہ ان کے سامنے کبھی آنکھ اٹھا کر یا ملا کر گفتگو نہ فرماتے شاہ صاحب اپنے باطنی کمالات کو ہمیشہ چھپائے رکھتے تھے اور یہی بات ہے کہ علمی کمالات حضرت کے ساتھ ایسے خیرہ کن تھے اور علم کا حضرت شاہ صاحب پر ایسا غلبہ تھا کہ مجسمہ علم معلوم ہوتے۔ لیکن قرآن پاک انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء آپ صحیح معنوں میں خدا ترس تھے۔ مگر علمی کمال کا آپ پر اتنا غلبہ تھا کہ دوسرے تمام کمالات زندگی اس کے بالکل نیچے دبے ہوئے تھے چنانچہ آپ کی زندگی کا وہ بلند ترین پہلو بھی جس کو سلوک و تصوف سے تعبیر کرنا چاہئے اس علمی کمال اور شغف علمی سے دبا ہوا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دولت سے بھی حصہ وافر عطا فرمایا تھا اور آپ یقیناً آراستہ باطن اصحاب احسان میں سے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ سے مجاز تھے لیکن اس لائن کی باتیں کرنے کی عادت نہ تھی۔

حضرت علامہ اپنی جلالت قدر اور رفع منزلت کے باجود اکابر دیو بند کے متعلق کیا خیال رکھتے تھے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے: ایک دفعہ فرمایا ہم یہاں آئے یعنی کشمیر سے ہندوستان تو دین حضرت گنگوہیؒ کے یہاں دیکھا اس کے بعد حضرت شیخ الہند اور حضرت رائپوری کے یہاں دیکھا۔ اور اب جو دیکھنا ہے تو وہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے یہاں دیکھیے۔ اندازہ کیجیے جن حضرات کی تعریف و توصیف علامہ انور شاہ جیسے محدث و فقیہ کی زبان سے ہو رہی ہو ان کا مقام کتنا بلند ہوگا اس کا ہم جیسے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری فرماتے ہیں کہ:

"میں ایک دفعہ سنہری مسجد مدرسہ امینیہ میں گیا تو دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب ایک حجرے میں دروازہ بند کیے ذکر دوضربی جہر کے ساتھ کر رہے ہیں' اللہ' اللہ' اللہ' اللہ

دیر تک اسم ذات کرتے رہے جس وقت شاہ صاحب بازار نکلتے تو سر پر رومال ڈال کر آنکھوں کے سامنے پردہ کر کے نکلتے مبادا کسی عورت پر نظر پڑ جائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اخلاق وشمائل کتب احادیث میں روایت کئے گئے ہیں ان میں ایک عادت مبارکہ یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ آپ بہت زیادہ خاموش رہتے تھے گویا بلاضرورت بولتے ہی نہ تھے حضرت شاہ صاحب اس عادت مبارکہ کا کامل نمونہ تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو صرف علمی و دینی استفادہ و افادہ کے لئے اور ناگزیر ضروری باتوں ہی کے لئے زبان دی گئی ہے۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذکر فرماتے ہیں کہ مسکرانے کی تو بہت زیادہ عادت تھی مگر کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا' یہی حال حضرت شاہ صاحبؒ کا تھا۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ: شاہ صاحب کے نور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جو شخص بھی دیکھتا وہ اول نظر میں یقین کر لیتا کہ یہ خدا کا کوئی نیک بندہ ہے شاہ صاحب اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور باہر سے کوئی اجنبی مجلس میں داخل ہوتا تو دیکھتے ہی سمجھ لیتا تھا کہ اس مجلس میں سب سے بڑا عالم اور متقی یہی شخص ہے۔

مرد حق کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

شاہ صاحبؒ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ان کی تربیت سے ایسے متبحر عالم اور عظیم محدث' مفسر' فقیہ' ادیب' خطیب' مورخ' شاعر' مصنف اور عارف پیدا ہوئے کہ جن کی نظیر کم از کم اس پورے برصغیر میں ملنا مشکل ہے دارالعلوم کے تقریباً اٹھارہ سالہ قیام میں کم از کم دو ہزار طلباء شاہ صاحب سے بلاواسطہ مستفید ہوئے۔ ان کی مکمل فہرست کے لئے بھی ایک دفتر درکار ہے۔ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو گوشۂ گمنامی میں دین کی خدمت میں مصروف رہے اور وہ بھی ہیں جو علم کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں جن میں چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شاہ عبدالقادر رائپوریؒ' مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ' مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ' مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ' مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ' مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ' مولانا محمد یوسف بنوریؒ' مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ' مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ' مولانا محمد منظور نعمانیؒ'

مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ وغیرہ حضرات شامل ہیں آپ نے دینی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ چند مایہ ناز تصانیف یہ ہیں: **خاتم النبیین، عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسٰی علیہ السلام، التصریح بماتواتر فی نزول المسیح، فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب** وغیرہ ان کتابوں کے علاوہ حضرت علامہ کی دو تقریریں جو درس کے وقت املا کراتے تھے اور جن کو اجلہ تلامذہ نے تحریر کیا ہے۔ ان میں مشہور ترین تقریر فیض الباری شرح بخاری کے نام سے مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ نے تحریر کی ہے چار جلدوں میں چھپ چکی ہے مسلم شریف کی املائی شرح منضبط کردہ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ اور حاشیہ سنن ابی داؤد منضبط کردہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ غیر مطبوعہ ہیں اردو میں شرح بخاری بنام انوار الباری شاہ صاحب کے افادات ۳۲ حصوں میں ساڑھے چھ ہزار صفحات پر شائع ہو رہے ہیں، مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے آپ کی حیات طیبہ پر ایک کتاب بنام نفحۃ العنبر عربی میں لکھی ہے جو قابل مطالعہ ہے آپ کے اخلاف رشید میں مولانا محمد انظر شاہ کشمیری اور مولانا محمد از ہر شاہ کشمیری زیادہ معروف ہیں جو دارالعلوم دیوبند میں استاد ہیں۔ اور دونوں فاضل عالم محقق اور مصنف ہیں۔ دوسری دینی خدمات کے علاوہ آپ کی تحریک ختم نبوتؐ میں خدمات بھی بہت زیادہ ہیں۔ بہرحال آپ کی کس کس خوبی اور خدمت دین کا ذکر کیا جائے حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین۔

تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات ومناقشات خود سرائی اور غرض پرستی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی راہوں اور غرضوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بلند معیار مانتے ہوئے اس کے تابع کردیں اس کا آخری انجام یقینی طور پر دارین کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔ (شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

☆☆☆

شیخ الاسلام

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آسمان شریعت اسلامیہ کے درخشندہ آفتاب تھے۔ آپ ایک بہت بڑے محدث' جلیل القدر مفسر' عظیم المرتبہ متکلم' رفیع الشان فقیہ' بہترین مقرر' اعلیٰ درجہ کے انشاء پرداز اور بلند پایہ سیاستدان تھے۔ آپ کی ذات گرامی علم وعمل کا سرچشمہ تھی۔ اور آپ کی تمام زندگی خدمت اسلام' خدمت مسلمین اور خدمت ملک وملت میں گزری۔ آپ کے قلم اور زبان سے شریعت کے اسرار آشکار ہوئے اور آپ کے کردار نے مسلمانوں میں زندگی کی روح دوڑا دی۔ مجاہد اسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ایسے وقت دنیا میں بھیجتا ہے جب امت میں کوئی خلل واقع ہوجاتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی ان ہی لوگوں میں سے تھے۔ حضرت علامہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علماء زمان' محقق دوراں اور دنیائے اسلام کا درخشندہ آفتاب بنایا تھا۔ ان کی بے مثل ذکاوت' بے مثل تقریر' عجیب و غریب حافظہ' عجیب وغریب تبحر کمالات علمیہ ایسے نمایاں اوصاف ہیں کہ کوئی شخص منصف مزاج انکار نہیں کرسکتا۔ (ماخوذ تجلیات عثمانیؒ)

مورخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ:

علامہ عثمانی اپنے وقت کے زبردست متکلم' نہایت خوش تقریر مقرر' محدث ومفسر اور محقق تھے۔ حلقہ علماء میں ایسا قادر الکلام مقرر اور ایسا بلیغ البیان خطیب شاید اب تک میسر نہ ہوا ہوگا۔ جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ علم وکمال کا سمندر موجیں مار رہا ہے اور علم وعرفان کی سوتیں رہ رہ کر ابل رہی ہیں۔ وہ تحریر وتقریر میں اپنے وقت کے امام تھے۔ (انوار عثمانی از انوار الحسن شیرکوٹی)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی مرحوم فرماتے ہیں کہ:

''مولانا عثمانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم' پاکباز محدث' بہترین مفسر اور خوش بیان مقرر تھے۔ ان کی تقریر کے ایک ایک لفظ میں علم و عرفان کا سمندر موجزن تھا اور

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ' مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے تھے کہ:

''جماعت علماء دیوبند میں حضرت علامہ عثمانی نہ صرف ایک بہترین عالم ہی تھے۔ بلکہ ایک صاحب الرائے مفکر بھی تھے۔ آپ کا فہم و فراست اور فقہ نفس بے نظیر تھا۔ آپ اس علمی ذوق کے امین تھے جو اکابر دارالعلوم سے بطور وراثت آپ کو ملا تھا۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند کے مخصوص علوم پر آپ کی گہری نظر تھی۔ اور درسوں میں آپ کے علوم کی بہترین تفہیم کے ساتھ تقریر فرماتے تھے۔ علوم میں نظر نہایت گہری اور عمیق تھی۔ علمی لائنوں میں آپ کا درس و تدریس اور مختلف مدارس عربیہ مدرسہ فتح پوری دہلی' دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ہزار ہا طلباء کے بعد دیگرے افادہ ایک امتیازی شان رکھتا تھا۔ تصنیفی لائنوں میں آپ کی متعدد تصانیف اور قرآن حکیم کی تفسیر بصورت فوائد اور مسلم شریف کی عربی شرح یادگار زمانہ رہیں گی۔ جو پوری دنیائے اسلام میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔ سیاسی لائنوں میں آپ نے تقسیم ملک سے پہلے اپنی مدبرانہ سیاسی قابلیت سے ریاست حیدرآباد کو ایسے وقت میں بعض مہلک مذہبی فتنوں سے بچانے کی سعی جمیل فرمائی جب کہ اس کے معاملات بہت زیادہ خطرے میں تھے۔ آزادئ وطن کی حقیقت سے لاکھوں باشندگان کو آگاہ کیا۔ اور آزادئ ملک کی جدو جہد میں آپ نے کافی حصہ لیا۔ اور آپ کی فصیح و بلیغ تقریروں سے لاکھوں باشندگان وطن آزادئ وطن کی حقیقت سے آگاہ ہوئے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستان کو اپنا مستقل وطن بنالیا۔ اور کراچی میں مقیم رہ کر پاکستان کی بہت سی دینی و سیاسی اور ملی خدمات انجام دیں۔ پاکستان کے ارباب حکومت پر آپ کی علمی اور سیاسی خدمات کا خاصا اثر تھا۔ اور یہاں کی گورنمنٹ کے ہائی کمان میں آپ کی عالمانہ اور مفکرانہ حیثیت سے خاص عظمت حاصل تھی۔ آپ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے رکن اور مذہبی قانون کمیٹی کے صدر رہے۔ بلاشبہ حکومت پاکستان نے آپ کے ساتھ حیات اور ممات کا

جو معاملہ کیا وہ ایک قدر شناس حکومت کو اپنے مخلص خیر خواہ اور ملک کے ایک ممتاز عالم دین کے ساتھ ہی کرنا چاہئے تھا۔(انوار عثمانی)

شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۵ کو پردۂ عدم سے ظہور میں آئے۔آپ کی ولادت ضلع بجنور میں ہوئی۔ جہاں ان دنوں حضرت علامہ کے والد محترم مولانا فضل الرحمٰن عثمانی سرکاری مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے۔مولانا فضل الرحمان عثمانی دہلی کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔ بڑے فاضل اور اردو فارسی کے بہترین ادیب اور شاعر تھے۔اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بنائے دارالعلوم دیوبند میں رفیق اور معاون تھے اور ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت علامہ عثمانی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔اور ان کے صحیح علمی وسیاسی جانشین تھے۔۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے اور دورۂ حدیث میں تمام طلباء سے فرسٹ آئے۔ اور ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ میں آپ کی شادی ہوئی۔ لیکن آخر وقت تک اولاد سے قطعاً محروم رہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ درجے کے اساتذہ میں سے تھے۔لیکن ساری زندگی فی سبیل اللہ پڑھاتے رہے۔متوسط کتابوں سے لے کر مسلم شریف اور بخاری شریف تک کی تعلیم دی۔تمام علوم معقولہ اور مقولہ' منطق وفلسفہ' ریاضی' فقہ وحدیث اور تفسیر میں مہارت تامہ حاصل تھی۔عہد طالب علمی ہی میں جو کتاب پڑھتے دوسرے ہمدرسوں کو پڑھاتے' طلباء کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے۔ مدت تک دارالعلوم دیوبند میں خدمت درس وتدریس کے بعد مدرسہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس بن کر تشریف لے گئے۔ ۱۳۴۸ھ میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا۔اور ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر جمعیت علماء ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے۔ اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کیں اور شاہ سعود اور دوسرے علماء ممالک سے علمی وفقہی مکالمے اور مباحثے کیے۔۱۳۴۸ھ میں آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں تشریف لے گئے اور وہاں تفسیر وحدیث پڑھاتے رہے۔

۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں پرنسپل اور صدر مہتمم کی حیثیت سے

فرائض انجام دیے۔ جہاں آپ نے دارالعلوم کی ترقی میں نمایاں کوشش فرمائی اور ہزاروں تشنگان علوم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب و شاداب ہوئے۔ جن میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع دیو بندیؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی' مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ' مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ مولانا اطہر علی سلہٹیؒ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی' مولانا قاری محمد طیب قاسمی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی جیسے مشاہیر علماء آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

درس و تدریس اور دارالعلوم کے اہتمام کے علاوہ آپ نے متعدد تصانیف بھی اپنے قلم فیض رقم سے تالیف فرمائی ہیں۔ جن میں قرآن کریم کی تفسیر اور مسلم شریف کی شرح فتح الملہم زبردست علمی شاہکار ہیں۔ آپ کی تفسیر کے متعلق امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"علامہ عثمانی نے تفسیر لکھ کر تمام دنیائے اسلام پر احسان عظیم کیا ہے۔"

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے ایسی تفسیر ابھی تک نہیں دیکھی اس میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندیؒ کی روح کارفرما ہے۔"

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

"مولانا عثمانی نے بہت سی ضخیم تفسیروں کو مختصر کر کے سمندروں کو کوزے میں بھر دیا ہے۔ اس تفسیر کے علاوہ علامہ شبیر عثمانی کی شرح مسلم شریف' اعجاز القرآن' اسلام کے بنیادی عقائد' العقل والنقل' الشہاب اور فضل الباری شرح صحیح بخاری علمی شاہکار تالیفات ہیں۔"

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت علامہ عثمانی کے تصنیفی اور علمی کارناموں اور کمال علمی کا نمونہ اردو زبان میں ان کی تفسیر قرآن کریم ہے۔"

اسی طرح مولانا ظفر علی خان مرحوم فرماتے ہیں کہ:

"علامہ عثمانی ان علماء کرام میں سے تھے۔ جو کلام اللہ کے حقائق اور معارف پر بالغانہ نظر

رکھتے ہیں۔ جن میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے بعد قرآن دانی اور قرآن فہمی کی پوری صلاحیت علامہ عثمانی مرحوم کو حاصل تھی۔''

دینی وعلمی خدمات کے علاوہ آپ کی سیاسی اور قومی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت علامہ کی سیاسی' ملکی اور ملی خدمات کا آغاز جنگ بلقان سے ہوا۔ پھر آپ نے تحریک خلافت میں زبردست حصہ لیا۔ آپ پہلے جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے زبردست رکن تھے۔ اور ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۵ء تک اس میں شریک رہے۔ پھر آپ نے مسلم لیگ میں شرکت فرما کر تحریک پاکستان کو تقویت بخشی اور تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل ایک جماعت ''مرکزی جمعیت علماء اسلام'' کے نام سے تشکیل دی جس کے پہلے صدر علامہ عثمانی ہی منتخب ہوئے۔ اور نائب صدر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو مقرر کیا گیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم کے بعد پاکستان کا وجود ان دونوں حضرات کا مرہون منت ہے۔ اور اگر یہ حضرات مسلم لیگ میں شرکت کر کے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی رہبری نہ کرتے تو مسلم لیگ کی طرف ہوا کے رخ کو موڑنا اور نظریہ پاکستان کی طرف سیاست کے دھارے کا منہ پھیرنا ناممکن نہیں تو دشوار بہت تھا۔

علامہ عثمانی نے اس سلسلہ میں جمعیت علماء اسلام کے صدر کی حیثیت سے ملک کے دورے کیے اور سرحد کے ریفرنڈم میں کامیابی آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے کشمیر کی جدوجہد آزادی میں نمایاں حصہ لیا۔ اور پاکستان کی قومی اسمبلی کے ممبر ہونے کے باعث آپ نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں قانون اسلامی کی تجویز قرارداد مقاصد کے نام سے پاس کرائی۔ غرضیکہ تحریک پاکستان میں اگر ایک طرف دنیاوی حیثیت سے قائداعظم کی خدمات ہیں تو دوسری طرف اتنی ہی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی دینی خدمات ہیں۔ اس لیے پاکستان کو دونوں رہنماؤں کی مشترکہ کوششوں کا ثمرہ خیال کرنا چاہئے۔ پاکستان کی یہ کوشش اور جدوجہد اور یہ تگ ودو محض اس مقصد کے لئے کی گئی تھی کہ اس خطہ زمین میں پاکستانی مسلمان قران وسنت کے قوانین نافذ کریں گے۔ اور اپنی تہذیب اپنی ثقافت اپنے علوم وفنون اور اپنی

زبان اردو کو فروغ دینے کے لئے کسی کے تابع اور محتاج نہیں رہیں گے۔

علامہ عثمانی کے اس عظیم مشن کو پورا کرنے کے لئے علماء دیوبند نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ خصوصاً ان دینی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جن اکابر علماء نے شب وروز محنت اور جدوجہد کی ہے۔ ان میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' مخدوم الوقت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ' علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس عظیم مقصد کی خاطر اپنی زندگی کے آخری سال قربان کیے۔ آپ کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ پاکستان میں اسلامی احکام اور قوانین کا اجراء اپنی آنکھوں سے دیکھوں مگر قدرت نے جس سے جتنا کام لینا مقرر کیا ہے' اسی قدر اس سے کام لے کر اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز کرتی ہے' قائداعظم کی زندگی کا مشن پاکستان کا وجود تھا۔ اور حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی کی زندگی کا مطمح نظر قدرت کے نزدیک قرارداد مقاصد کی تجویز کو پاس کرانا تھا کہ پاکستان کا آئین قرآن وسنت پر رکھا جائے۔ اب اسی تجویز کو مدنظر رکھ حضرت علامہ مرحوم کے روحانی فرزند جناب مولانا محمد تقی عثمانی ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان قانون اسلامی کی ترتیب وتدوین میں مصروف ہیں اور انشاء اللہ اپنے اکابر کے اس عظیم مشن کو پایہ تکمیل کو پہنچائیں گے۔ حق تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے (آمین) بہر حال حضرت علامہ عثمانی کی دینی وعلمی اور سیاسی خدمات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور بقول شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ:

''حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے رازیؒ اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ تھے'' الغرض پاکستان بننے پر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دیوبند سے افتتاح پاکستان کی تقریب میں حصہ لینے کے لئے کراچی تشریف لائے اور قائداعظم کی درخواست پر اپنے دست مبارک سے پاکستانی پرچم لہرایا۔ اور ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو معمولی بخار کے بعد یہ آفتاب علم وعمل ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ دنیائے اسلام ہر طرف کہرام مچ گیا۔ اور پوری ملت اسلامیہ اپنے مذہبی امام کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئی۔ دو

لاکھ سے زائد عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور امامت کے فرائض مفتی اعظم پاکستان حضرت الشیخ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیے۔ اور آپ کا جسد خاکی اسلامیہ کالج جمشید روڈ کراچی میں سپرد خاک کیا گیا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے آپ کی رحلت پر فرمایا کہ ''علامہ عثمانی کا یکایک ہم سے جدا ہونا ایک ایسا صبر آزما سانحہ ہے جس میں چشم ماتم گسار خدا جانے کب تک اشک بار رہے گی۔'' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''موت کے ظالم ہاتھوں نے ایک ایسی ہستی کو ہم سے جدا کر دیا۔ جس سے ملک کے تمام مذہبی رہنما ہدایت حاصل کرتے تھے۔'' حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)



شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، وہ اپنے زمانے کے جید عالم دین، اسلام کے عظیم مجاہد اور اپنے وقت کے عارف کامل تھے، اپنے وقت کے شیخ کامل تھے۔

آپ کی تاریخ ولادت ۱۹ شوال المکرم ۱۲۹۶ھ ہے، آبائی وطن موضع الہ داد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے۔

آپ کا تاریخی نام چراغ محمد ہے، آپ حسینی سید ہیں اور آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ صاحبؒ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے خلیفہ خاص تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کی زیر نگرانی ہوئی، آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے پانچ سپارے قرآن شریف کے پڑھے اور بقیہ پارے والد صاحب سے پڑھے۔ جب آپ کی عمر ۱۳ سال کی ہوئی تو آپ ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق احمد صاحب اور شفیق استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی زیر نگرانی دارالعلوم میں تعلیم پاتے رہے، باوجود یہ کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ دورۂ حدیث کی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے، لیکن آپ کو ہونہار پا کر ابتدائی کتابیں بھی خود ہی پڑھائیں اور توجہات خصوصیہ سے نوازا، آثار سعادت اور جذبہ خدمت آپ میں پہلے ہی سے موجود تھا، اس پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات نے سونے پر سہاگے کا کام کیا، سترہ فنون پر مشتمل درس نظامی کی ۶۷ کتابیں آپ نے ساڑھے چھ سال کی مدت میں ختم کر ڈالیں اور علم نبوت کے نیر اعظم بن کر دارالعلوم کے در و دیوار کو منور کرنے لگے، ہر ایک استاد کی نظر شفقت آپ پر پڑنے لگی، اساتذہ غایت شفقت اور محبت کی وجہ سے نیز کم عمر ہونے کے باعث آپ کو "مستوراتی منشی" کہہ کر پکارا کرتے تھے، اساتذہ کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خدمت کرنے میں آپ کو کبھی عار محسوس نہیں ہوا:

ایک مرتبہ حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں سے کسی نے بھنگی کی فرمائش کی کہ بھنگی سے نالی صاف کرا دو بھنگی نہیں ملا، مگر نالی صاف ہو کر دھل بھی گئی، معلوم ہوا کہ اس نالی کو حسین احمد نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا تھا۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بہت سے مہمان آ گئے تھے بیت الخلاء صرف ایک ہی تھا، لہٰذا دن بھر کی گندگی سے پر ہو جاتا تھا، لیکن تعجب تھا کہ روزانہ صبح صادق سے پہلے ہی صاف ہو جاتا تھا، چنانچہ ایک دن اس راز کو معلوم کرنا چاہا تو دیکھا گیا کہ رات کے دو بجے آپ ٹوکرا لے کر پاخانے میں داخل ہوئے اور پاخانہ ٹوکرے میں بھر کر جنگل کا رخ کیا۔ سبحان اللہ! یہ تھی تواضع اور خاکساری جس نے آپ کو فنائیت کے درجے پر پہنچایا ہوا تھا۔

بہر حال جب آپ ۱۳۱۶ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو آپ کی چند خارج از درس کتابیں طب، ادب، ہیئت میں باقی رہ گئی تھیں کہ آپ کے والد ماجد نے عزم ہجرت کیا تو آپ بھی معہ والدین و برادران وغیرہ مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے اور ادبیات میں باقی کتابیں مدینہ منورہ کے معمر اور مشہور ادیب مولانا الشیخ آفندی عبدالجلیل برادہؒ سے پڑھیں۔

آپ کو حدیث میں علاوہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت مولانا عبدالعلی صاحبؒ مولانا شیخ حسب اللہ شافعی المکی اور مولانا سید احمد برزنجی سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔

جس وقت آپ کے استاد مکرم حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ آپ کو مدینہ منورہ رخصت کر رہے تھے تو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا چاہے ایک دو ہی طالب علم ہوں'' چنانچہ آپ نے اپنے استاد کی اس نصیحت کو ایسا گرہ میں باندھا کہ آخر دم تک پڑھاتے رہے۔ مدینہ منورہ کی فاقہ کشی کی زندگی اور ہندوستان کی قید و بند کی زندگی میں برابر اس نصیحت پر عمل پیرا رہے اور اشتغال بالعلم رکھا اور علم کے دریا بہاتے رہے۔

مرکز علم مدینہ منورہ میں آپ کو وہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ عرب کی حدود سے نکل کر آپ ممالک غیر میں بھی ''شیخ حرم نبویؐ'' مشہور ہو گئے اور عرصہ دراز تک حرم نبوی میں پڑھانے کے

بعد ۱۳۲۶ھ میں آپ ہندوستان واپس تشریف لائے اور حضرت شیخ الہندؒ کے حلقۂ درس میں شرکت فرمائی اورارباب اہتمام وشوریٰ نے آپ کو معقول تنخواہ پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس رکھ لیا اس کے بعد ۱۳۳۹ ہجری میں آپ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسارت مالٹا کے زمانے تک برابر درس وتدریس میں مشغول رہے مالٹا سے واپسی کے بعد آپ نے کچھ دنوں امروہہ کے مدرسہ جامع مسجد میں بھی تعلیم دی پھر وہاں سے حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اپنی خدمت میں بلالیا۔ کچھ دنوں کے بعد کلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے مدرسہ عالیہ کی صدر مدرسی کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا تو حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر آپ کلکتہ تشریف لے گئے اور تدریس میں مشغول ہوگئے۔ کراچی کے مشہور مقدمہ تک آپ کلکتے میں رہے۔ بعد میں آپ اس کی مدرسی سے بوجہ گرفتاری وجیل علیحدہ ہوگئے۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک تقریباً چھ سال بنگال میں اور پھر سہلٹ کے جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ اس ۳۱ سالہ زمانہ تدریس میں ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی سے مستفید ہوئے۔

سلوک وتصوف میں بھی آپ کامل شیخ تھے ۱۳۱۶ھ میں آپ آستانہ عالیہ رشیدیہ گنگوہ تشریف لے گئے اور حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اس وقت آپ کا ارادہ مکہ معظّمہ جانے کا تھا اس وجہ سے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں نے تو تمہیں بیعت کرلیا ہے اب تم مکہ معظّمہ جارہے ہو وہاں شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ تھانوی مہاجر مکی قدس اللہ سرہ موجود ہیں ان سے عرض کرنا وہ تمہیں ذکر کی تلقین فرما دیں گے۔''

غرض یہ کہ آپ مکہ معظّمہ پہنچ کر بارگاہ امدادیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''حضرت گنگوہیؒ نے ہم کو بیعت تو کرلیا تھا مگر یہ فرمایا تھا کہ تلقین ذکر حضرتؒ سے حاصل کرلینا'' اس پر حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ نے آپ کو تلقین ذکر فرمائی اور فرمایا کہ صبح آ کر یہاں بیٹھا کرو اور اس ذکر کو کرتے رہو ان توجہات باطنی کے ساتھ آپ کی تربیت روحانی ہوتی رہی اور جب آپ

مکہ شریف سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا ''تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں''

اس کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو عرصہ دراز تک حرم نبوی میں نبوت محمدیہ کی نشر و اشاعت کرتے رہے اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہے جس کی وجہ سے متعدد رویائے صالحہ اور بشارات آپ کو حاصل ہوئیں۔

۱۳۱۸ھ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا والا نامہ برائے طلبی مدینہ منورہ پہنچا اور آپ حسب الارشاد آستانہ عالیہ گنگوہ حاضر ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد بارگاہ رشیدی سے آپ کو اجازت بیعت حاصل ہوئی اور حضرت گنگوہیؒ نے دستار خلافت اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر باندھی اور اس طرح آپ کمالات رشیدیہ و امدادیہ کے مجمع البحرین ہو گئے۔

بہر حال آپ کمالات علمیہ اور روحانیہ میں اپنی نظیر آپ تھے' اس کا اندازہ حضرت شیخ الہند کے اس ارشاد گرامی سے ہو سکتا ہے جس کو حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

''مولانا حسین احمد صاحبؒ جو اس زمانے میں ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد'' کے مصداق ہو گئے ہیں' ہمیشہ سفر و حضر میں خدمت کر کے آپ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو راحت پہنچاتے رہتے تھے' ایک دن حسب عادت پاؤں دبانے لگے اور خاکسار محروم الخدمت کو بھی حرص آئی اور دوسرا پاؤں دبانے بیٹھ گیا اور ہنس کر میں نے مولانا حسین احمد صاحبؒ سے کہا کہ ''مولوی صاحب آج تو ہم بھی آپ کے برابر ہو گئے ہیں'' اس پر حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: ''بھائی تم کہاں کہاں ان کی برابری کرو گے؟''

ان بزرگانہ توجہات کے باعث آپ کو وہ مقام حاصل ہوا کہ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے عارف اور محدث کو بھی لکھنا پڑا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تمام تلامذہ میں یہ خصوصیت اور کمال کسی کو حاصل نہیں تھا جو حضرت مدنیؒ کو حاصل تھا اور بقول حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ:

''حضرت مدنیؒ اس زمانے میں اولیاء اللہ کے امام تھے۔''

خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''حضرت الاستاذ مولانا مدنی قدس سرہ حضرت شیخ الہندؒ کے صحیح علمی وسیاسی جانشین تھے اور ولی کامل تھے۔''

الغرض تدریسی اور روحانی خدمات کی مصروفیات کے باوجود آپ اسلام کے سیاسی رخ سے بھی غافل نہیں تھے اور بڑی تن دہی سے سیاسی میدان میں بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ جمعیت العلماء ہند کے صدر اور قائد کی حیثیت سے آپ نے ایک بلند مقام حاصل کیا اور ہندوستان کی تحریک آزادی کے سلسلے میں کئی بار قید و بند کی صعوبتیں اٹھاتے رہے اور بالآخر ملک کو آزاد کرا لیا اور تمام عمر آزادی ہند کی خاطر اپنی جانی اور مالی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کیا اور ملکی آزادی کے لئے سیاسی جدوجہد میں سر دھڑ کی بازی لگا دی' جیلوں میں سختیاں جھیلیں اور فرنگی تشدد آپ کے پائے استقلال کو ذرا بھی لغزش میں نہ لا سکا اور ہمیشہ فرنگی حکومت کو پائے استحقار سے ٹھکراتے رہے۔

آپ کے سیاسی کارناموں میں زبردست کارنامہ یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جب ہندوؤں نے بھارت میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا اور چاروں طرف ہندو اور سکھوں کے سفاک ہاتھوں نے مسلمانوں کے قتل عام سے ہاتھ رنگین کر کے سرزمین ہند کو لالہ زار بنا دیا تھا' اس وقت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ گولیوں کی بوچھاڑ میں جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و ناموس کی خاطر دہلی' سہارنپور' مراد آباد اور میرٹھ کے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے' اور حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی قیادت کا سہرا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھا اور پاکستان کی قیادت کا سہرا شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھا۔ یہ دونوں حضرات ایک ہی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے فرزند اور ایک ہی مکتب فکر کے سربلند عالم تھے' ایک دارالعلوم دیوبند کا صدر مدرس تھا اور دوسرا دارالعلوم دیوبند کا صدر مہتمم تھا' دونوں ایک ہی استاد شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور حضرت شیخ الہندؒ کے علمی روحانی جانشین تھے' مگر ایک نے اپنے غور و فکر اور علمی اجتہاد سے کانگریس کا ساتھ دیا اور دوسرے نے مسلم لیگ کے ساتھ رہنا اپنے اجتہاد کا ثمرہ سمجھا' اور دونوں حضرات اپنے اپنے موقف اور سیاسی نظریے کے مطابق خلوص نیت سے دینی' ملکی اور ملی خدمات

انجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات اکابر کی قبروں پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اور ہمیں ان کے متعلق ہر قسم کی بدگمانی سے بچائے۔ آمین

مفتی اعظم پاکستان سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جو حضرت شیخ الہند کے اخص تلامذہ میں سے ہیں جو دارالعلوم دیوبند میں تعلیم سے فراغت پا کر تزکیہ نفس کے لئے چند سال حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہے اور بالآخران کے خلیفہ مجاز ہوئے اور اٹھارہ سال تک مدینہ منورہ مسجد نبوی میں علوم قرآن وحدیث کا درس دیا' پھر اپنے استاد مکرم حضرت شیخ الہند کے ساتھ جہاد آزادی میں شرکت فرما کر چار سال مالٹا جیل میں ان کے ساتھ رہے' پھر رہائی کے بعد بھی اسی مشن کی تکمیل میں جدوجہد کرتے رہے اور آخر میں ۱۳۴۵ھ سے ۱۳۷۷ھ ۳۲ سال دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور ناظم تعلیمات کی حیثیت سے علمی خدمات انجام دیتے رہے۔'' (بحوالہ ماہنامہ الرشید' دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۴۷)

الحاصل آپ ساری زندگی اسلام اور ملک وملت کی خدمت میں مصروف رہے اور آخر کار یہ مردحق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور قبرستان قاسمی دیوبند میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

(تفصیلی حالات آپ کے خودنوشت نقش حیات میں ملاحظہ فرمائیے)

☆☆☆

رئیس التبلیغ

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۰۲ھ میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے' آپ کے والد ماجد مولوی محمد اسمعیل اس زمانے میں دہلی کی نواحی بستی نظام الدین میں رہتے تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحبؒ کے خاندان میں عرصہ دراز سے علم وفضل کی دولت چلی آئی تھی اور دین حق کی تبلیغ و اشاعت میں نہایت حریص تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد رشید اور مشہور عالم مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے خاندان سے قرابت داری تھی مولوی محمد اسماعیل صاحب حافظ قرآن اور فارغ التحصیل عالم تھے اور ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب آزادی کے بعد سے بہادر شاہ ظفر کے سمدھی مرزا الٰہی بخش کے گھرانے میں ان بچوں کی تعلیم وتربیت پر مقرر تھے' مولوی صاحبؒ نہایت عابد وزاہد اور شب بیدار بزرگ تھے ذکر وعبادت ان کا مشغلہ اور کلام الٰہی کی تعلیم وتدریس ان کا مقصد حیات تھا' مخلوق خدا کی ہر طرح خدمت کرنے میں انہیں لطف ملتا تھا' تواضع انکساری کا پیکر تھے۔ انہیں قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے خاص تعلق خاطر تھا۔ مولوی صاحب کی مساعی جمیلہ ہی سے ابتداء میں میوات کے علاقے میں دین حق کی تبلیغ ہوئی ہے' ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بعد ازاں ان کے بیٹے مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے عروج کمال پر پہنچا دیا۔

مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ قرآن کی دولت اپنے والد ماجد سے پائی' فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی اپنے والد سے پڑھیں پھر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ انہیں اپنے ساتھ گنگوہ لے گئے' یہ قصبہ اس زمانے میں علماء وصلحاء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اور قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی ذات عالی صفات کے سبب رشد وہدایت کا سرچشمہ تھا۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ گنگوہ میں آٹھ نو برس رہے یہاں ان کی بہترین تربیت اخلاقی اور دینی تعلیم ہوئی' مولانا گنگوہیؒ سے آپ کو بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا' پھر ۱۳۲۶ھ میں شیخ الہند مولانا

محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت کے لئے دیو بند پہنچے' ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی' اس کے بعد برسوں اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے حدیث پڑھتے رہے' حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے سلوک کی تکمیل کی اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہو گئے ۱۳۳۴ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اگلے برس ان کے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دہلی میں انتقال ہوا اور آپ بستی نظام الدین میں مستقل قیام کے لئے دہلی آ گئے' یہاں ایک چھوٹی سی پختہ مسجد' ایک کچا مکان اور ایک حجرہ تھا درگاہ نظام الدین اولیاء کے جنوب میں ایک مختصر سی آبادی تھی' چند میواتی اور غیر میواتی طالبعلم آپ سے پڑھا کرتے آپ توکل علی اللہ سارے کام انجام دیتے رہے' کبھی کبھی فاقوں کی نوبت بھی آئی مگر پائے استقلال میں جنبش نہ ہوئی' جنگل میں جاتے اور گولر کھا کر پیٹ بھر لیتے' طلبا کو چھوٹے بڑے اسباق نہایت کاوش سے پڑھاتے حدیث کا درس بڑے اہتمام سے ہوتا مگر مدرسے سے زیادہ آپ کا عظیم کارنامہ تبلیغ کی تحریک کا شروع کرنا ہے اس کا آغاز میوات سے ہوا یہاں کے لوگ محض نام کے مسلمان تھے ورنہ معاشرت اور تہذیب ہندوؤں کی سی تھی' مولانا نے شب و روز محنت سے اس علاقے میں بہت سے مکتب قائم کئے اور آہستہ آہستہ اصلاح و تبلیغ کا کام پھیلنے اور اثر دکھانے لگا۔ دوسرے حج سے واپس آ کر مولانا محمد الیاسؒ نے عمومی دعوت و تبلیغ کا منصوبہ بنایا اور تبلیغی گشت شروع کئے' مولانا نے دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اولین اصول و ارکان یعنی کلمہ توحید اور نماز کی تبلیغ کریں' پھر انہوں نے جماعتیں بنا کر مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے بھیجنی شروع کیں' چند برس کے اندر اندر اس کام میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ دور دور تک تبلیغی جماعتیں جانے لگیں اور پورے برصغیر میں اصلاح و تبلیغ کا کام ہونے لگا مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

> ''حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اصول دعوت کے ذریعے پچیس برس کی انتھک محنت میں میواتیوں کو ان خالص اور مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دیا جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے۔''

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں:

''میوات میں دینداری کے اثرات ظاہر ہونے لگے' دین کی رغبت پیدا ہوگئی جس علاقے میں کوسوں مسجد نظر نہیں آتی تھی وہاں گاؤں گاؤں مسجدیں بن گئیں صدہا مکتب اور متعدد عربی کے مدرسے قائم ہوگئے' حفاظ قرآن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہوگئی' ہندوانہ لباس اور وضع سے نفرت ہوگئی' سودخوری جاتی رہی' شراب نوشی ختم ہوگئی قتل و غارت کی وارداتیں کم ہوگئیں بداخلاقیوں کا تناسب گھٹ گیا۔ بدعات ورسوم اور فسق وفجور کی باتیں اور عادتیں خود بخود مضمحل ہونے لگیں۔''

غرض مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے جتنی توجہ' دلسوزی' انہماک' ایثار اور لگن سے یہ تحریک چلائی اتنی ہی تیزی اور وسعت سے اسے مقبولیت نصیب ہوئی' مولانا کی زندگی بھر کی جدوجہد اور دعوت اور تحریک کی بنیاد اس امر واقعی کا ادراک تھا کہ مسلمانوں میں دین کی بنیاد تزلزل پر ہے اور اصل کام اس کا استحکام ہے آپ کی ساری جدوجہد کا محور ومرکز یہی خیال تھا' آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں میں ایمان ویقین روبہ تنزل ہیں دین کی قدر دلوں سے اٹھتی جارہی ہے اور عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جارہے ہیں لہٰذا اس وقت سب سے مقدم اور ضروری کام مسلمانوں میں اپنے مسلمان ہونے کا احساس پیدا کرنا ہے اور یہ کہ دین سیکھے بغیر نہیں آتا اور دنیاوی چیزوں سے زیادہ اس کے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے' اسلام کا کلمہ طیبہ ہی اللہ کی رسی کا وہ سرا ہے جو ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے اس سرے کو پکڑ کر آپ اسے پورے دین کی طرف کھینچ سکتے ہیں' مسلمان جب اس کلمے کا اقرار کرتا ہے اسے دین کی طرف لے آنے کا موقع باقی ہے اس کے بعد اسے نماز کی طرف لایا جائے جو احکام میں سب سے عمومی اور سب سے مقدم ہے' نماز میں اللہ نے یہ قوت رکھی ہے کہ وہ سارے دین کی استعداد پیدا کر دیتی ہے۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے نزدیک اس عظیم کام کے لئے عالم اسلام میں ایک عمومی اور دائمی حرکت کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں نے جب سے جماعتی زندگی اور حرکت چھوڑی ہے اس وقت سے ان کا انحطاط شروع ہوگیا ہے اور وہ روحانی زوال اور اندرونی ضعف کا شکار ہوگئے ہیں۔ بہر حال مولانا کی ساری زندگی اس تحریک

کی نذر ہو گئی اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے کامیابی سے ہمکنار ہوتے دیکھ لیا اور آج پورے عالم اسلام میں یہ عظیم کام ہو رہا ہے۔

آپ کے مقام کے اندازہ کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مولوی محمدؒ الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہؓ یاد آتے ہیں۔ (تذکرۃ مشائخ دیوبند)

آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور بہت ضعیف وکمزور تھے اور علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے پیکر تھے آخر عمر تک انتھک کوششوں کے ذریعے جس دعوت کو لے کر اٹھے تھے اس میں کامیاب ہوئے اور ہزاروں ایسے افراد پیدا کر دیے جو آپ کے بعد آپ کی دعوت کو آپ کے نشان راہ پر چلا سکیں۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آخرت آ گیا اور ۱۲، ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب میں پچھلے پہر آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے بعد آپ کے سچے جانشین فرزند ارجمند مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر جماعت تبلیغ اور سالار قافلہ منتخب ہوئے۔ اور آخر دم تک پورے انہماک اور محنت سے اپنے والد مکرم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغی اور اصلاحی خدمات انجام دیتے رہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(تفصیل کے لئے دیکھیے مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت)

جس پر ذکر الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہے اور جس پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے وہ صرف ان چیزوں سے بچتا ہے جو اہل دنیا کی نظر میں معیوب ہوتی ہیں۔ (امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ)

علماء ہی ہیں جن کی ثبات واستقلال میں عالم کی نجات کا راز مضمر ہے اور وہی ہیں جن کی ذلت اور لغزش سے عالم تباہ ہو جاتا ہے۔ (فخر العلماء مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ)

دین کیا ہے؟ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کو تلاش کرتے ہوئے ان کا دھیان کرتے ہوئے اور اپنے نفس کو آمیزش سے بچاتے ہوئے ان کی تعمیل میں لگے رہنا اور اللہ کے حکموں کی تلاش اور دھیان کے بغیر کاموں میں لگنا ہی دنیا ہے۔ (رئیس التبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ)

مخدوم الامت

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم الامت عارف باللہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے سلف میں سے تھے جن کا علم وعمل تقویٰ وطہارت اور خلوص وللّٰہیت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے ہیں آپ اپنے دور کے جید ترین عالم محدث' مفسر' فقیہ اور شیخ کامل تھے نہایت متواضع منکسر المزاج اور لطیف الروح تھے حق وصداقت اور اتباع سنت کا پیکر تھے اور حقیقت میں اسلاف کی عظیم یادگار تھے۔

آپ قصبہ واہ مل پور میں ۱۸۷۸ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں تاریخی مقام حسن ابدال سے سات میل کے فاصلہ پر ہے آپ کے والد ماجد مولانا اللہ داد صاحب اپنے وقت کے ایک معروف عالم محدث اور صاحب نسبت بزرگ تھے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں ہی حاصل کی قرآن پاک اور ابتدائی فارسی تعلیم موضع سنگت جاتی میں قاضی نور محمد سے پائی۔ عربی صرف ونحو ضلع اٹک کے عربی مدارس میں اور فلسفہ ومنطق کی تعلیم ضلع ہزارہ کے معروف عالم دین مولانا محمد معصوم صاحب سے پائی۔ مولانا محمد معصوم صاحب امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں جب مدرس مقرر ہوئے تو مفتی محمد حسن صاحبؒ کو بھی اپنے پاس ہی بلایا یہاں پر آپ نے بقیہ علوم وفنون تفسیر وحدیث اور فقہ وکلام کی تکمیل کی دورۂ حدیث کی' تکمیل سے ہی آپ کی طبیعت بلکہ شروع سے ہی مائل بہ تصوف تھی امرتسر میں مولانا عبدالجبار غزنویؒ' مولانا احمد امرتسریؒ اور مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ جیسے اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا جو خود تصوف وسلوک کے بھی استاد مانے جاتے تھے مدرسہ غزنویہ امرتسر سے دورۂ حدیث کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دورۂ حدیث پڑھا اور سند فراغ حاصل کی۔ فن قرات میں مولانا قاری کریم بخش صاحب سے سند حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد امرتسر میں درس وتدریس کی خدمت میں مشغول ہو گئے پھر آپ کو قابلیت کی بناء پر تھوڑے ہی عرصہ بعد مدرسہ غزنویہ امرتسر کا صدر مدرس بنا دیا گیا اور کم وبیش اڑتالیس سال آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں جب تک آپ کا قیام امرتسر میں رہا آپ روزانہ مسجد نور میں بعد نماز فجر درس قرآن دیا کرتے تھے آپ کے درس میں بے حد تاثیر تھی اور بڑے بڑے علماء' صلحاء اور روساء درس میں باقاعدہ شریک ہوا کرتے تھے درس وتدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی بھی آپ کا ایک مستقل مشغلہ تھا اس سلسلہ میں ملک و بیرون ملک سے آپ کی خدمت اقدس میں استفتاء آتے تھے جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے تھے جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی اس وقت تک آپ یہ کام انجام دیتے رہے اس کے علاوہ امرتسر میں آپ نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو قرآن پاک کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تعلیمی خدمت بھی سرانجام دیتا رہا اس مدرسہ نے تقریباً چالیس سال دینی خدمت سرانجام دی اور قیام پاکستان کے بعد اس مدرسہ کے خدام اور اساتذہ کو ہجرت کر کے لاہور آنا پڑا لاہور میں نیلا گنبد کے علاقہ میں مول چند بلڈنگ کا ایک حصہ مدرسہ کی لئے الاٹ ہو گیا چنانچہ توکل علی اللہ حضرت مفتی صاحبؒ نے ''جامعہ اشرفیہ لاہور'' کے نام سے مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا اور ۸ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو مدرسہ کا افتتاح کیا گیا اس کے بعد جب مدرسہ کی عمارت طلبا اور اساتذہ کے لئے ناکافی ہوئی تو فیروز پور روڈ لاہور پر مدرسہ کی جدید عمارت کے لئے ایک سو کنال اراضی خریدی گئی اور عظیم دینی درسگاہ کی بنیاد ڈالی اور جس طرح حق تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو یہ شرف عطا کیا تھا کہ اس کا سنگ بنیاد جملہ مقدسین نے مل کر رکھا تھا اسی طرح حق تعالیٰ نے حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب کے خلوص و برکت سے اس جامعہ کے سنگ بنیاد رکھتے وقت اہل اللہ کو جمع فرما دیا تھا اس وقت جو حضرات اکابر موجود تھے ان میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ حضرت مولانا رسول خان ہزاروی' حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی' حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی' حضرت مولانا مسیح اللہ خان شیروانی' حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی

اور حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے بعد میں جامعہ اشرفیہ کو وہ مقام حاصل ہوا جو دارالعلوم دیو بند کو حاصل ہے اور خصوصاً حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کی سعی وکاوش نے جامعہ کو چار چاند لگا دیئے ہزاروں طالبان علم یہاں سے اپنے قلوب کو منور کر کے گئے اور لاکھوں بندگان خدا نے یہاں سے فیض علمی وروحانی حاصل کیا۔ اس وقت حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو جامعہ کے صدر مفتی کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے اپنے علم وعمل اور تقویٰ وطہارت میں اسلاف کی عظیم یادگار ہیں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فیض یافتہ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے تلمیذ خاص ہیں کوئی ساٹھ برس سے تدریسی علمی اور فقہی خدمات انجام دینے میں مصروف تھے اس وقت دوسری اہم شخصیت جو جامعہ میں شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھی وہ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی جو اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں اپنے والد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کا عین نمونہ ہے اور اپنی علمی وسعت اور اخلاق وعادات میں اکابرین دیو بند کی یاد تازہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ' جو اس وقت جامعہ اشرفیہ کے مہتمم اعلیٰ تھے وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں اور اپنے دور میں جید ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے منسلک ہے آپ اپنے تزکیہ باطن کے لئے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت حکیم الامت تھانوی کی رہبری اور رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور آپ کو ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ میں طریقت کے چاروں سلسلوں میں بیعت فرمایا تین سال کے مختصر عرصہ میں آپ کی محنت وریاضت کو دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا پھر آپ نے ساری عمر اپنے شیخ کے تابع رکھی اور فنافی الشیخ کا اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ آپ کو حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے عقیدت عشق کی حد تک تھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی کتابوں کے سوا کسی اور کتاب کو دیکھنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا اسی لئے اپنی وصیت میں آپ نے اپنی اولاد کو نصیحت فرمائی کہ بہشتی زیور'

جزاء الاعمال، تعلیم الدین، مواعظ وملفوظات تھانویؒ کو مطالعہ میں رکھنا آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں پیدا ہونا بھی بڑی نعمت ہے کہ تھوڑے سے عمل میں بھی بڑا اجر ملتا ہے دوسری بڑی نعمت یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے جسے بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق پیدا ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ بھی آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے اور آپ کی ذات پر مکمل اعتماد فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیا سے جانے کا کوئی فکر وخیال نہیں جب کہ میرے بعد یہ موجود ہیں خواجہ صاحب کے پوچھنے پر فرمایا کہ ایک تو مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بہر حال حضرت تھانویؒ سے آپ کے گہرے روابط اور تعلقات تھے ان کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندویؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ مولانا مفتی محمد شفیعؒ مولانا خیر محمد جالندھریؒ مولانا احتشام الحق تھانویؒ مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ سے گہرے تعلقات تھے اور ان حضرات کے محبّ ومحبوب تھے۔

استاذ العلماء مولانا خیر محمد جالندھریؒ فرماتے تھے کہ حضرت مفتی صاحبؒ علوم ظاہرہ میں کامل اور مکمل اور مقامات باطنہ میں بہت بلند مقام پر فائز تھے اور اپنے اوصاف وکمالات کے اعتبار سے علم وعرفان کے چمکتے ہوئے آفتاب تھے اور اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کے علوم ومعارف کا خزانہ تھے، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت مفتی صاحبؒ ایک زبردست عالم باعمل اور شیخ وقت تھے اور سادگی و بزرگی میں قدیم اسلاف کی یادگار تھے شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے تھے کہ مفتی صاحب عجیب خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے عبدیت وتواضع اور اخلاق وکردار میں اپنے شیخ کا عین نمونہ تھے۔

خطیب ملت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت مفتی صاحب، حضرت حکیم الامت کے اجل خلفاء میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے اور وہ محض ایک جید عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے اور ایک سچے عاشق رسول اور خادم دین تھے۔

بہر حال آپ اپنے علم وعمل، زہد وتقویٰ اور خشیت وللّٰہیت مین اپنے معاصرین میں بلند مقام پر فائز تھے اور ساری زندگی درس وتدریس تبلیغ وارشاد اور خدمت خلق میں مصروف رہے اور

بڑے بڑے علما وصلحاء آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفیض ہوئے جن میں حضرت امیر شریعت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری شمس العلماء مولانا شمس الحق افغانی' عارف باللہ مولانا مفتی محمد خلیل صاحب' مولانا محمد سرور خان صاحب مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی' مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی' مولانا فقیر محمد پشاوری' مولانا محمد داؤد غزنویؒ مولانا محمد اسماعیل غزنوی' مولانا بہاء الحق قاسمی اور مولانا عبید اللہ امرتسری جیسے مشاہیر علم وفضل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تحریک پاکستان میں آپ کا سیاسی مسلک اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی کے عین موافق تھا اور بڑی سرگرمی سے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ فقیہ الامت مولانا ظفر احمد عثمانی کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان میں حصہ لیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور مرکزی جمعیت علماء اسلام کے مرکزی صدر کی حیثیت سے نظام اسلام کے لئے جدوجہد فرماتے رہے قرارداد مقاصد میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے معاون اور مشیر رہے' ۱۹۵۱ء میں مولانا احتشام الحق تھانوی کی قیام گاہ پر ہونے والے اجلاس میں شریک رہے جس میں بائیس نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ مرتب کر کے حکومت پاکستان کو پیش کیا گیا تھا ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھر پور حصہ لیا اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر نشین رہے اور ہمیشہ ہر باطل کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے رہے اور ساری عمر اسلام کی خدمت میں مصروف رہے' ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق یکم جون ۱۹۶۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے اور سوسائٹی کے قبرستان کراچی میں تدفین ہوئی اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مفتی صاحب عجیب رحمت تھے
جانشین حکیم الامت تھے

☆☆☆

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے حق میں سے تھے جن کی زندگی کا ہر گوشہ رضائے الٰہی کے تابع ہوتا ہے' آپ اپنے دور کے محقق عالم' بے مثال مفسر' مدبر' اور عارف کامل تھے' آپ گوجرانوالہ میں گکھڑ ریلوے اسٹیشن سے مشرق کی جانب قصبہ جلال میں ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ماہ نزول قرآن کے دوران پیدا ہوئے۔ ماہ نزول قرآن کے دوران پیدا ہونے والا یہ نیر تاباں عمر بھر اسی نور ہدایت کی ضیا پاشی کرتا رہا' آپ کے والد مکرم شیخ حبیب اللہ سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے' اور صاحب درد بزرگ تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی والدہ مکرمہ نے تعلیم و تدریس شروع کر دی اس کے بعد ایک درویش صفت مرد قلندر مولانا عبدالحق صاحب کے سایہ عاطفت میں دے دیے گئے انہوں نے بکمال شفقت و محبت تربیت فرمائی' پھر امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی آغوش شفقت میں چلے گئے انہوں نے اپنے پیر طریقت مولانا غلام محمد دین پوریؒ کے سپرد کر دیا پھر تحریک آزادی ہند کے جانباز سپاہی مولانا تاج محمود امروٹیؒ کے جذبہ جہاد و جانبازی سے سرشار ہوئے' اس کے بعد جب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تحریک پر گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ دارالارشاد کا قیام عمل میں آیا تو حضرت لاہوریؒ کو حضرت سندھیؒ نے وہاں داخل کرا دیا' یہاں پر آپ نے نہایت محنت و شوق سے چھ سال تک علوم دینیہ کی تکمیل کی' ۱۹۲۷ء میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور حضرت سندھیؒ نے اپنی صاحبزادی آپ کے حبالۂ عقد میں دے دی۔ آپ گوٹھ پیر جھنڈا میں تقریباً تین سال تک نہایت محنت و جانفشانی سے تدریس و تعلیم میں مشغول رہے پھر جب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ''جمعیت الانصار'' قائم کی تو مدرسہ دارالارشاد سے مولانا لاہوریؒ کو اپنے پاس بلا لیا' اور ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کے نام پر علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کی ایک مخلوط جماعت تیار کی جس کا مقصد حالات حاضرہ کے

تقاضوں کے مطابق تبلیغی مشن چلانا تھا۔ حضرت لاہوریؒ نے اس جماعت کی تنظیم میں حضرت سندھی کا پورا پورا ساتھ دیا' اس کے بعد حضرت سندھی کے حسب ارشاد آپ نواب شاہ کے ایک مدرسہ میں آ گئے اور تدریس و تعلیم کا مشغلہ جاری رکھا' اس کے بعد مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر علی گڑھ میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے' پھر جب مولانا سندھیؒ کو افغانستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی تو اپنے پیچھے آپ کو ''جمعیت الانصار'' کا نگران مقرر فرمایا' اور حضرت سندھیؒ نے کابل کے قیام کے دوران اپنی تنظیم اور سرگرمیوں کے بارے میں آپ کو کچھ خطوط ارسال کیے تھے' چونکہ چند ہم خیال حضرات کو پہنچانے تھے خطوط تو مکتوب الیہم کو پہنچا دیے گئے' لیکن بعد میں پکڑے گئے۔

حکومت ہند برطانیہ نے اس تحریک کو کچلنے کا کام شروع کر دیا' اگر حضرت سندھیؒ کی وہ تحریک کامیاب ہو جاتی جس کا مقصد استخلاص وطن کے سوا کچھ نہ تھا تو پاکستان ۱۹۴۷ء سے کئی سال قبل معرض وجود میں آ چکا ہوتا۔ ان خطوط کے پکڑے جانے کے بعد حضرت لاہوریؒ کو بھی گرفتار کر لیا گیا' دہلی سے شملہ لایا گیا۔ اور وہاں حوالات میں بند کر دیا گیا۔ حوالات کا نگران آپ کی حسن سیرت اور محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کو اپنی بساط کے مطابق ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات پہنچانے میں لگ گیا آپ کو نماز کے وضو کے لئے صاف پانی مہیا کرتا کبھی کبھی مٹھائیوں سے تواضع کرتا' اسی طرح بستر وغیرہ بھی اپنے گھر سے لایا کرتا۔ شملہ سے آپ کو لاہور لایا گیا اور پھر جالندھر وہاں پر حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری بھی پابہ زنجیر لائے گئے ان کو بھی اسی جرم کی پاداش میں لایا گیا تھا جس جرم کی پاداش میں آپ سنت یوسفی ادا کر رہے تھے۔ جالندھر میں آپ کو قصبہ راہون میں نظر بند کر دیا گیا' اس کے بعد آپ کو راہون سے لاہور لایا گیا۔ سی آئی ڈی پولیس کے افسر نے ایک مسلمان افسر کے سامنے آپ سے یوں خطاب کیا کہ حکومت آپ کو صوبہ سندھ یا دہلی واپس بھیجنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ اس کا یقین ہے کہ سندھ یا دہلی میں آپ کی واپسی کسی لحاظ سے مناسب نہیں لہٰذا آپ کو لاہور میں رہنا ہوگا لیکن آپ کو اس سلسلے میں دو ضامن پیش کرنے ہوں گے جو ہزار ہزار روپے کی ضمانتیں دیں۔ تب گورنمنٹ آپ کو رہا کرے گی۔

''آپ نے فرمایا: کہ یہاں میرا کوئی شناسا نہیں ہے اگر آپ مانیں تو میں دہلی یا سندھ سے ضامن لا دیتا ہوں''

لیکن حکومت نہ مانی' بہ ہزار دقت قاضی ضیاء الدین مرحوم فاضل دیوبند ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ کا نام نامی یاد آیا جو ان دنوں لاہور میں قیام پذیر تھے ان سے ملے تو انہوں نے ملک لال خان مینجر انجمن اسلامیہ گوجرانولہ کا نام تجویز کیا چنانچہ اس طرح نہایت محنت و جانفشانی کے بعد آپ کو دو ضامن ملے۔ لاہور میں رہائش پذیر ہونے کے بعد آپ نے درس قرآن مجید شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ احباب کی امداد اعانت پر اشاعت قرآن اور اسلام کی ترقی کے لئے انجمن خدام الدین کا قیام عمل میں لایا گیا اور انجمن کے آپ ہی امیر منتخب ہوئے بعد میں انجمن کی طرف سے خدام الدین کے نام سے ایک ہفت روزہ دینی رسالہ نکالنا شروع کیا قاسم العلوم قائم کر دیا اس کی ابتداء ایک عربی مدرسہ سے ہوئی جو بعد میں قاسم العلوم کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس میں عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء اور علماء حضرات آ کر تفسیر قرآن پڑھنے لگے رفتہ رفتہ اس چشمہ فیض میں دارالعلوم دیوبند' سہارنپور' مدرسہ امینیہ دہلی مدرسہ شاہی مراد آباد سے فارغ علماء کی جماعتیں آنے لگیں اور یہاں پر یکم رمضان سے آخر ذیقعد تک یہ خاص کلاس ہوا کرتی تھی جو کہ آپ کے آخری دم تک جاری رہی ان کی سندات پر امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور مجاہد اسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم کے دستخط ہوتے تھے بعد میں یہ مدرسہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی چلتا رہا۔ مدرسہ کے اقامت پذیر طلباء کے لئے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا لیکن جگہ کی قلت کی وجہ سے ان کو سخت دقت پیش آتی تھی۔ اس کے پیش نظر انجمن نے مدرسہ کی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا اور لائن سبحان خان میں ایک قطعہ اراضی خرید کر مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا سنگ بنیاد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔

بہر حال آپ پون صدی کی داستان تحریک آزادی ہند کے امین تھے' ہر ملی مصیبت میں قوم کا ساتھ دیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اس مرد آزاد نے ہر موقع پر اعلائے کلمۃ الحق کہا' قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر ہمیشہ زور دیتے رہے' اور

اگر ملت بیضا میں کسی طاغوتی طاقت نے کوئی فتنہ اٹھایا۔ تو اس کا ڈٹ کر دندان شکن جواب دیتے۔ تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اگر حکومت وقت نے دین کے بارے میں کوئی خلاف شرع کام کیا تو اس پر ارباب اختیار کے سامنے کلمہ حق کہنے سے باز نہ آتے' اس سلسلے میں کئی بار آپ کی زبان بندی بھی ہوئی' چنانچہ ۱۹۳۱ء میں میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کیے آپ نے جرأت مردانہ سے کام لے کر اس کے خلاف کلمہ حق بلند کیا اور آپ کو اس سلسلے میں گرفتار کرلیا گیا۔ لیکن بعد میں ارباب حکومت کو اپنی ضیافت سے تائب ہونا پڑا اور آپ کو باعزت طور پر رہا کردیا گیا۔

الغرض آپ ساری زندگی اسلام کی خدمت میں مصروف رہے اور ساری عمر تفسیر' کتاب و سنت اور تزکیہ باطنی کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے قرآن پاک کا رواں دواں اردو ترجمہ کیا اس کے علاوہ چونتیس چھوٹے چھوٹے رسالے تالیف فرمائے' جن میں تذکرۃ رسوم الاسلامیہ' اسلام میں نکاح بیوگان' ضرورۃ القرآن' اصلی حنفیت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف' میراث میں حکم شریعت' توحید مقبول' فوٹو کا شرعی فیصلہ' صد احادیث کا گلدستہ اور ''فلسفہ روزہ'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں' ذیل میں آپ کے چند اقوال درج کیے جاتے ہیں' ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ ہر کام میں حصول رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔

۲۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی تشریح دو جملوں میں ہوسکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو عبادت سے اور خلق خدا کو خدمت سے راضی رکھے۔

۳۔ دل کتنا ہی سخت ہو مگر ذکر الٰہیہ کی متواتر ضربوں سے نرم ہو جاتا ہے جس طرح سخت پتھر میں پانی کے ٹپکنے سے نشیب پڑ جاتا ہے۔

۴۔ دین پر استقامت طلب کرو' کرامت طلب نہ کرو' کیونکہ استقامت کا درجہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔

۵۔ ''جو موتی اللہ والوں کی جوتیوں میں ملتے ہیں۔ بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتے''

آخرکار یہ مرد درویش ۱۷رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔
لاکھوں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور میانی قبرستان میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی۔ کافی عرصہ تک آپ کے مزار مبارک سے شمیم جنت کی خوشبو آتی رہی۔
اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ ترے در کی دربانی کرے

(تفصیل کے لئے ''مرد مومن'' دیکھئے)


☆☆☆

شیخ الاسلام

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ان علماء حق میں سے تھے جن کا نام اپنے زمانے میں برصغیر کے ان مشاہیر اہل علم وعمل کے سلسلہ میں سرفہرست آتا ہے جن کے تبحر علمی، تقدس و بزرگی، دینی علوم میں کمال جامعیت وبصیرت اور تفقہ کو علمی حلقوں میں بطور سند پیش کیا جاتا تھا۔ آپ دنیائے اسلام کے علماء ومشائخ کی صف اول میں ایک بلند اور ممتاز مقام کے مالک تھے۔ نہ صرف یہ کہ علوم شریعت کے متبحر عالم تھے بلکہ علوم طریقت اور سلوک وتصوف کے بھی کامل شیخ تھے اور آپ کی ذات گرامی علوم ظاہری اور علوم باطنی دونوں کا مخزن تھی اور علم سفینہ سے زیادہ علم سینہ آپ کا اصلی جوہر اور حقیقی زیور تھا۔ آپ کے علم وفضل، اخلاص وعمل، تقویٰ وطہارت، وخشیت وللہیت، سادگی وتواضع ودیگر اوصاف فاضلہ سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

آپ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو شیخ لطیف احمد صاحبؒ عثمانی کے گھر دیوبند سہارنپور میں پیدا ہوئے اور ابتدائے زمانہ تعلیم سے ہی اپنے حقیقی ماموں مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس اللہ سرہ کی توجہات عالیہ اور خصوصی تربیت کا مرکز بنے رہے۔ حضرت حکیم الامت نے آپ کی تعلیم وتربیت کا اس طرح اہتمام فرمایا جیسے کوئی شفیق ومہربان باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے حضرت حکیم الامت تھانوی کی خدمت میں تعلیم وتربیت کے مراحل طے کرتے ہوئے محدث وقت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ کے ظل عاطفت میں تزکیہ باطن کی آخری منزلیں طے کرنے کا شرف بھی مولانا عثمانی مرحوم کو حاصل ہوا اور اس طرح آپ کو اپنے زمانہ کے حکیم الامت کی بزم علم وعرفان سے مستفید ہونے کے ساتھ اپنے دور کے محدث جلیل کی محفل ارشاد وہدایت سے مستفید ومستفیض ہونے کے یکساں مواقع میسر آئے اور آپ بیک وقت علم وعرفان کی شمع فروزاں، محفل ارشاد وہدایت کے شہ نشین بن کر اور میدان حکمت وسیاست کے شہسوار اور علم وعمل، اخلاص وتقویٰ اور سیرت وکردار کی جملہ خوبیوں سے

آراستہ وپیراستہ ہوکر علمی اور روحانی دنیا میں نمودار ہوئے اور اپنے علم وفضل سے اور زہد وتقویٰ کی شمع نورانی سے ایک عالم کو منور اور ہزاروں تشنگان معرفت کو سیراب وشاداب کیا۔ اسی لئے مفتی اعظم پاکستان سیدی ومرشدی حضرت قبلہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا کہ: ''حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عہد حاضر کے ائمہ فن علماء' اولیاء اور اتقیاء کی صفت میں ایک بلند اور ممتاز مقام رکھتے تھے حق تعالیٰ نے ان کو علمی وروحانی مقامات میں ایک خاص امتیاز عطا فرمایا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی جامع علم وعمل باخدا ہستیاں کہیں قرنوں میں پیدا ہوتی ہیں'' حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''حضرت عثمانی اس تاریک دور میں علم وعمل' اخلاص وللہیت اور علم ظاہری وباطنی کے آفتاب و ماہتاب تھے' رشد وہدایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے آخر وقت تک تحریر وتقریر اور درس وتدریس کے ذریعے حقیقت ومعرفت کی شمعیں جلاتے رہے اور راہ طریقت وتصوف کے ذریعے خلق اللہ کے تزکیہ نفس اور باطنی اصلاح میں مصروف رہے' سینکڑوں علماء اور ہزاروں افراد آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے'' (تذکرۃ الظفر مولفہ مولانا سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا عثمانی قدس سرہٗ نے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی زیرنگرانی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں عرصہ دراز تک درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کر گراں قدر خدمات انجام دیں اور اسی زمانے میں اپ کی نوک قلم سے ایسی بلند پایہ تالیفات وتصنیفات عالم ظہور میں آئیں جن پر عالم اسلام کے مشاہیر علماء کرام نے آپ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا' آپ کی مایہ ناز اور شہرہ آفاق تالیف ''اعلاء السنن'' کے متعلق چند مشاہیر علماء کی آراء درج کی جاتی ہیں تاکہ آپ کے علمی مقام کا اندازہ ہوسکے۔

مصر کے نامور محقق عالم علامہ زاہد الکوثریؒ اس عظیم تالیف کو دیکھ کر فرماتے تھے کہ

''اعلاء السنن'' کے مولف جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھانجے ہیں یعنی محدث ومحقق' مدبر ومفکر اور زبردست فقیہ حضرت مولانا الشیخ ظفر احمد عثمانی کو اللہ تعالیٰ علمی خدمات کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا فرمائے' میں تو اس غیرت مند عالم کی علمی قابلیت ومہارت اور اس مجموعہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا جس میں اس قدر مکمل تحقیق وجستجو اور تلاش وتدقیق سے کام لیا

گیا ہے کہ ہر حدیث پر فن حدیث کے تقاضوں کے مطابق متن پر بھی اور سند پر بھی اس طریقہ سے کام لیا گیا ہے کہ اپنے مذہب حنفی کی تائید پیش کرنے میں تکلیف کے آثار قطعاً نظر نہیں آتے بلکہ اہل مذاہب کی آراء پر گفتگو کرتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انصاف کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹا' مجھے اس کتاب کے مصنف پر انتہائی درجے کا رشک ہونے لگا' مردوں کی ہمت اور بہادروں کی ثابت قدمی اس قسم کے نتائج فکر پیدا کیا کرتی ہے خدا ان کی زندگی کو خیر و عافیت کے ساتھ دراز فرمائے کہ وہ اس قسم کی مزید تصنیفات پیش کر سکیں۔" (المفتی دیوبند' ۱۳۵۷ھ)

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ "اگر حضرت عثمانی کی تصانیف میں اعلاء السنن کے علاوہ اور کوئی تصنیف نہ ہوتی تو بھی تنہا یہ کتاب ہی علمی کمالات' حدیث وفقہ و رجال کی قابلیت و مہارت اور بحث و تحقیق کے ذوق کو محنت و عرق ریزی کے سلیقہ کے لئے برہان قاطع ہے۔ اعلاء السنن کے ذریعہ حدیث وفقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی یہ کتاب ان کی شاہکار تصانیف اور فنی و تحقیقی ذوق کا معیار ہے اور یہ وہ قابل قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔ حضرت عثمانی مرحوم نے اس کتاب کے ذریعے جہاں علم پر احسان کیا ہے وہاں حنفی مذہب پر بھی احسان عظیم کیا ہے علماء حنفیہ قیامت تک ان کے مرہون منت رہیں گے۔ (ماہنامہ بینات کراچی ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ)

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: "حضرت عثمانی ایسے زبردست عالم دین اور شیخ کامل تھے جن کی رگ رگ میں دین بھرا ہوا تھا اس زمانے میں ان کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ دوسری بے شمار تصانیف کے علاوہ ان کی دو کتابیں ان کے علوم و معارف کے تعارف کے لئے زندہ دلیلیں ہیں۔ ایک "احکام القرآن" اول کی دو منزلیں اور "اعلاء السنن" (اٹھارہ جلدوں میں) یہ تو ایسا زبردست شاہکار ہے کہ گذشتہ ہزار سال سے ایسی کتاب کی ضرورت تھی مگر اب تک وجود میں نہ آ سکی تھی" (تذکرۃ الظفر ص ۱۷۴)

شمس العلماء حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانی مرحوم کو حسن ظاہر اور حسن باطن سے نوازا تھا وہ علم و عمل کے سمندر اور متانت و وقار کے پہاڑ اور

اسلاف کی یادگار تھے ان کے علمی مقام کے لئے صرف ان کی ایک ہی کتاب "اعلاء السنن" جو اس صدی کا عظیم کارنامہ ہے پکی دلیل اور شاہد عدل ہے۔ (ماہنامہ الرشید ساہیوال)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "حق تعالیٰ نے حضرت مولانا عثمانی قدس سرہٗ کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت جلیلہ سے نواز تھا پھر حضرت حکیم الامت قدس سرہ جیسے مرشد وہادی کی رہنمائی اور سرپرستی میں علمی خدمات انجام دینے کا موقع عطا فرمایا اور اپنی ذہانت وتبحر علمی کی بدولت احادیث مبارکہ سے مذہب حنفی کی تائید و تقویت کا عظیم الشان کارنامہ "اعلاء السنن" جیسی تصنیف کی شکل میں انجام دیا جس پر حنفی دنیا بالخصوص اور تمام علمی دنیا بالعموم ہمیشہ فخر کرتی رہے گی" شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا عثمانی کی تصنیف "اعلاء السنن" حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے حکم سے لکھی گئی تھی' مولانا عثمانی جب پہلی جلد لکھ کر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے تو حضرتؒ نے دیکھا اور بہت پسند فرمایا۔ دوسری جلد لکھنے کا حکم دیا' مولانا مرحوم نے دوسری جلد مکمل کی اور وہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی' حضرت نے بے حد پسندیدگی کا اظہار کیا اور اتنا خوش ہوئے کہ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ اتار کر مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اوڑھا دی اور فرمایا کہ "علمائے احناف پر امام ابوحنیفہؒ کا بارہ سو برس سے قرض چلا آرہا تھا الحمدللہ آج وہ ادا ہوگیا" اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بلند پایہ کتاب "فتح الملهم شرح صحيح مسلم" میں مولانا عثمانی کی مایہ ناز کتاب "اعلاء السنن" کے جگہ جگہ حوالے دیے ہیں غرض حضرت عثمانی کی علوم حدیث پر بہت گہری اور وسیع نظر تھی۔" (تذکرہ ادریس ۳'۲)

بہرحال حضرت عثمانی قدس سرہٗ علوم ظاہری' حدیث وتفسیر اور فقہ اور جملہ علوم اسلامیہ کے امام تھے اور بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علوم دینیہ اور قانون شرعیہ کے متبحر عالم تھے وہ شریعت کے مزاج کو خوب سمجھتے تھے اور عقل سے تولتے تھے کوئی بات ذمہ داری اور تحقیق سے خالی نہیں ہوتی تھی اور وہ تمام عالم اسلام کے لئے چراغ ہدایت تھے۔ (تذکرۃ الظفر مولفہ مولانا سید عبدالشکور ترمذی)

غرض آپ کی نظر اس قدر عمیق اور مطالعہ اس قدر وسیع تھا کہ ان کی نظیر اس دور میں نہ صرف برصغیر میں بلکہ پورے عالم اسلام میں نہیں ملتی بلاشبہ آپ اپنے علمی اور روحانی کمالات میں اسلاف کے سچے جانشین اور ان کی مایہ ناز یادگار تھے جن پر آپ کی محققانہ اور بلند پایہ علمی تصنیفات بے نظیر تدریسی خدمات اور تربیت وسلوک کا صحیح ذوق شاہد عدل ہیں۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کا علمی مقام معاصرین میں کیا ہے؟ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو ان کا شاگرد ہوں اور میری طرح سے ان کے بہت سے شاگرد ہیں حضرت حکیم الامتؒ تھانوی قدس سرہٗ آپ کے علم اور فہم پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔

''حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ سے مولانا انیس احمد صاحب صدیقی نے پوچھا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ میں کیا نسبت ہے؟ تو شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کا علم وفہم یقیناً زیادہ ہے'' (تذکرۂ ادریس مولفہ مولانا محمد میاں صدیقی)

''استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم کا خزانہ ہیں اور اس وقت کے ولی کامل اور محدث اعظم ہیں'' مختصر یہ کہ آپ کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات اتنی ہیں جن کا بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ پاکستان کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں اور ساری زندگی نظام اسلام کے نفاذ کے لئے جد وجہد کرتے رہے' حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولف ''تذکرۃ الظفر'' آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''برصغیر پاک وہند کی جن گنی چنی معروف ونامور علمی و روحانی شخصیتوں کے فضل وکمال' علم وعرفان اور دینی بصیرت وثقاہت' تقویٰ وطہارت اور رسوخ فی العلم پر تمام دینی اور علمی حلقوں میں بالاتفاق اعتماد کیا جاتا تھا حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نہ صرف ان کی صف اول میں شمار ہوتے تھے بلکہ ان میں سرفہرست اور ان کے صدر نشین تھے۔ بایں علم وفضل اوز ہمہ کمالات سے متصف ہونے کے مولانا مرحوم عادات واطوار کی سادگی میں خود اپنی مثال آپ تھے نہ تو مولانا مرحوم کے خورد ونوش میں کوئی تکلف تھا اور نہ ہی گفتگو اور طرز

کلام میں کوئی تصنع تھا۔ سادہ وضع کے پرانے بزرگ تھے۔ ہمیشہ نئے طور وطریق اور تہذیب جدید کے آداب سے دور بلکہ نفور رہے چنانچہ وضع قطع لباس وطعام اور گفتگو میں اپنے بزرگوں کے طریقے کے موافق ہمیشہ سادگی اور بے تکلفی کو ہی اختیار کیا اور یہ ایک واقعہ ہے کہ حضرت مولانا عثمانی مرحوم جیسی شریعت وطریقت کی جامع کمالات اور نادرہ روزگار شخصیتیں کہیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں اور ایسے مردان حق آگاہ کا کہیں قرنوں میں ظہور ہوتا ہے'' (تذکرۃ الظفر ۳۱)

بہر حال ایسی جامع کمالات شخصیت اور ہمہ گیر ہستی کے کمالات اور علمی وروحانی عظمتوں کا صحیح ادراک اور ان کے فضل وکمال اور مقام ومرتبہ کا مکمل عرفان ہم جیسے تہی دست ناکارہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے اس عظیم شخصیت کی عظمتوں کا اعتراف خود حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے کیا ہے فرماتے تھے کہ ''میرے بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانی الحمدللہ علوم دینیہ کا سرچشمہ ہیں اور طالبان خیر کے پیشوا ہیں اور اس دور کے امام محمد ہیں۔''

(ماہنامہ الرشید ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ)

الغرض حضرت عثمانی قدس سرہٗ کا مقام بہت بلند تھا اور بقول حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ آپ اپنے ماموں حکیم الامت تھانویؒ کے صحیح جانشین اور عین نمونہ تھے۔ ''آپ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ اور خلفاء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ' حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ' حضرت مولانا شمس الحق فرید پوریؒ' حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا اسعد اللہ سہارنپوری' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ' حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جید علماء شامل ہیں جن کا نام آتے ہی گردنیں احترام سے جھک جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ لاکھوں تلامذہ اور مریدین پوری دنیائے اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں اور دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں غرضیکہ ساری زندگی خدمت اسلام میں مصروف رہے اور ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء بروز اتوار اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کی وفات سے پوری دنیائے اسلام میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی اور پورا عالم اسلام اپنے

عظیم مذہبی وروحانی پیشواء سے محروم ہوگیا ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ ملک کے ممتاز علماء صلحاء اور زعماء ملت نے غم کا اظہار کیا اور اپنے عظیم رہنما کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا' ممتاز عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ ''حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تمام علمی و دینی حلقے یتیم ہو گئے اور پاکستان اپنے مذہبی بانی اور سرپرست سے محروم ہو گیا ہے'' محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ ''مولانا عثمانی کی رحلت سے مسند عالم و تحقیق' مسند تصنیف وتالیف' مسند تعلیم وتدریس اور مسند بیعت وارشاد بیک وقت خالی ہوگئیں'' حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی فرماتے ہیں کہ ''حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم حادثہ ارتحال نے اکابر علماء ومشائخ کی کمر ہمت توڑ دی'' حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: ''مولانا عثمانی کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوگا''۔



محدث کبیر

مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ

متحدہ ہندوستان کی سرزمین کے آخری علمی دوروں میں ایسی ایسی عظیم ہستیاں گزری ہیں جن کی دوسرے ممالک میں نظیر نہیں ملتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہندؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی' حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ' حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندیؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانے میں علم ودین کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ انہی بزرگوں میں محدث کبیر عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی قرآن وحدیث کی خدمت میں گزاری۔ آپ اپنے وقت کے عظیم محدث' مفسر' فقیہ اور عارف کامل تھے۔ حق وصداقت اور تواضع وانکساری کا پیکر تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب مشہور افغان قبیلہ یوسف زئی سے منسلک ہے۔ آپ کے والد محترم مولانا گل احمد صاحب اپنے وقت کے مشہور طبیب' ایک سنجیدہ عالم دین' متورع' متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۷ اگست ۱۸۸۲ء کو بہودی ضلع کیملپور میں ہوئی۔ بچپن ہی سے آپ میں خدا ترسی' رحم دلی' خوش خلقی' سنجیدگی اور عابدانہ زندگی کا اثر نمایاں تھا۔ قرآن مجید کی تعلیم بہبودی ہی سے حاصل کی۔ پھر فارسی' عربی کی ابتدائی تعلیم کے لئے شمس آباد تشریف لے گئے۔ اور صرف ونحو کی ابتدائی کتب مولانا فضل حق صاحبؒ سے پڑھیں جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے شاگرد تھے اور پھر ''مکھڈ'' تشریف لے گئے جہاں مولانا قاضی عبدالرحمٰن صاحبؒ سے شرح جامی اور ملاحسن تک کتابیں پڑھیں۔ پنجاب کے یکتا و مشہور اساتذہ سے فیض حاصل

کرنے کے بعد آپ نے ہندوستان کا عزم کیا اور ۱۹۱۲ء میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ اس زمانہ میں مظاہر العلوم میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مولانا عنایت علی، مولانا عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبداللطیف صاحبؒ جیسے اکابر مدرسین موجود تھے۔ دورۂ حدیث کی اکثر کتابیں آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے پڑھیں اور ۱۳۲۱ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سے سند فراغت تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے استاد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے دارالعلوم دیوبند میں حدیث پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ فراغت کے بعد تدریس مظاہر العلوم میں کرنی ہوگی۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد احمد صاحبؒ سے کتب احادیث پڑھیں اور مظاہر العلوم کی طرح دارالعلوم دیوبند میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔

۱۳۳۲ھ کو آپ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد اپنے استاد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی خدمت میں حسب وعدہ مظاہر العلوم تشریف لے آئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ کچھ عرصہ اپنے دوسرے اساتذہ کے اصرار پر تحصیل تونسہ میں حدیث رسولؐ کے چراغ جلائے مگر حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی محبت و کشش پھر مظاہر العلوم میں کھینچ لائی اور اپنے مادر علمی مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں مسند علم و درس کی زینت بنے اور قیام پاکستان تک مظاہر العلوم میں صدر مدرس کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے اور ہندوستان کے تمام اطراف نیز حجاز و یمن، افغانستان، برما، بخارا اور افریقہ تک آپ کا فیض علمی و روحانی پہنچا اور ہزاروں تلامذہ و مریدین شرقاً و غرباً پھیلے جو آپ کے اسم مبارک اور پاکیزہ زندگی کو قیامت تک روشن رکھیں گے۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مدرسہ خیر المدارس ملتان میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور تقریباً دو سال کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ ''دارالعلوم الاسلامیہ'' ٹنڈو الہ یار میں مولانا احتشام الحق تھانوی کے اصرار پر مسند درس و تدریس پر رونق افروز ہوئے اور اس کے بعد اکوڑہ

خٹک میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ غرضیکہ آپ نے نصف صدی سے زائد تک علم و دین کے لئے اشاعت فرمائی اور اس آفتاب علم و دین کی ضوافشانیوں سے ایک عالم بقعہ نور بنتا رہا۔ اس دور انتشار و خلفشار میں کم ہی علمائے کرام ایسے ہوں گے جن کو مسلسل نصف صدی مسند درس و تدریس کی زینت بننا نصیب ہوا ہوگا۔ اور جنھوں نے اس قدر طویل زمانہ افادہ تلامذہ اور علوم اسلامیہ کی خدمت و اشاعت میں گزارا ہے۔

قیام مظاہر العلوم کے دوران ۱۹۳۶ھ میں آپ نے حج ادا کیا۔ اس وقت آپ کے ایک خصوصی شاگرد اور متوسل جناب مولانا محمد داؤد یوسف صاحب آپ کے رفیق سفر اور خادم خاص تھے۔ سفر حجاز کی مکمل روئداد انہی نے لکھی جو آپ کی سوانح ''تجلیات رحمانی'' میں شامل ہے۔

آپ کو اپنی روحانی تسکین کے لئے دور جانے کی ضرورت نہ پڑی۔ طالب علمی کے آخری دور میں آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا جو صرف عالم ہی نہ تھے بلکہ شیخ طریقت اور آسمان روحانیت کے درخشندہ ماہتاب اور ستارے تھے۔ آپ نے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور پھر مرشد ثانی کی تلاش میں نکلے۔ ہندوستان میں اس وقت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی ذات اقدس مرجع خاص و عام تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت سے تجدید دین کا کام جس عظیم الشان طریق پر لیا ہے وہ اہل نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ آپ بھی کسی ایسے ہی جامع شیخ کی تلاش میں تھے۔ بالآخر آپ حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔ جو قبول ہوئی بلکہ خلافت سے بھی نوازے گئے۔ آپ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی محبت تھی اور ہر کام اپنے شیخ کے حکم پر کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت حکیم الامتؒ کو بھی آپ کی ذات پر مکمل اعتماد تھا اسی لئے آپ فرماتے تھے کہ:

''مولانا کامل پوری نہیں بلکہ کامل پورے ہیں۔''

اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مظاہر العلوم سہارنپور میں جس زمانے میں

صدرالمدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے اس زمانے میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تزکیہ باطن کے لئے رجوع فرمایا اور خلافت سے کامیاب ہوئے۔ حضرت حکیم الامت کا یہ مقولہ مجھے یاد ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے بہت اچھی طرح باقاعدگی سے سلوک کے منازل کو طے کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجدد ملت حکیم الامتؒ کی اس شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی''
(تجلیات رحمانی مولفہ قاری سعیدالرحمٰن صاحب)

حضرت مولانا کی شخصیت ایک بین الاقوامی شخصیت تھی اسی لئے آپ کے زمانے کے مشاہیر علماء آپ کی جامع شخصیت کے معترف تھے۔ حضرت علامہ سید سلیمان علی ندویؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی شان عالی کا کیا کہنا' ایک ایک خط و مکاتیب عبادت الرحمٰن میں ایک ایک مقام طے فرمایا ہے۔''

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''قیامت میں اتنا کہہ دینا اپنے لئے کافی سمجھتا ہوں کہ میں نے مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کو دیکھا ہے ''حضرت مولانا عبدالباری ندوی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ''مولانا کامل پوری کی قدر تو وہ پہچانے گا جسے صحابہ کرامؓ کی زندگی پسند ہو۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''مولانا مرحوم عجیب فرشتہ صفت انسان تھے۔ حضرت علامہ شمس الحق افغانی فرماتے ہیں کہ:

''مولانا علم' تقویٰ اخلاق' کے مینار تھے۔''

غرضیکہ آپ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے کمالات سے نوازا تھا۔ آپ نہایت متواضع' منکسر المزاج اور خوش اخلاق تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے لطف و مہربانی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آخر کار یہ آفتاب علم و عمل ۲۷ شعبان ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحبؒ نے پڑھائی اور معتقدین نے

لاکھوں کی تعداد میں شرکت کی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''حضرت مولانا مرحوم کی وفات سے علم ومعرفت کی محفل خاموش ہوگئی ان کی زندگی ہمارے لئے نمونہ عمل تھی وہ علم ومعرفت کے ایسے خاموش سمندر تھے جو مد وجزر سے بے نیاز ہوتا ہے۔اس دور میں اگر ہمیں اپنے اسلاف کے نمونہ کی تلاش ہوتی تو حضرت مولانا کی طرف نگاہ اٹھتی تھی۔''

محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات دنیائے علم واخلاق کا ایک بڑا حادثہ ہے اور ایسے اکابر علماء کی رحلت علامات قیامت میں سے ہے۔مولانا مرحوم علوم اسلامیہ ودینیہ اور نقلی وعقلی فنون علم کے جامع ترین عالم تھے۔احناف علم وفضل اور کمال ان کی شخصیت میں مجتمع تھیں، وہ عالم وعارف تھے۔صوفی ومحقق اور فقیہ ومحدث تھے۔غرض علمی دنیا کے آفتاب وماہتاب تھے۔

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرتؒ کی وفات سے دنیا ایک بے بدل شیخ اور بے نظیر عالم اور بے مثال مصالح سے خالی ہوگئی ہے۔یہ ساری امت کا نقصان عظیم ہے۔اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی مثیل وبدل عطا فرمائے۔''

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مجسمہ اخلاق تھے۔ان کے ہاں مہمان نوازی تھی، عجز وانکسار تھا، تحمل اور بردباری تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ ایک ایسے صوفی تھے جنہوں نے اتباع سنت کو اپنا سرمایہ حیات اور تقویٰ کو اپنا اوڑھنا بچھونا سمجھ رکھا تھا۔اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

فخر اسلاف جناب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مدیر ''الحق'' فرماتے ہیں کہ ''آہ! علم وعمل، تقویٰ اور تصوف کا وہ روشن ستارہ غروب ہوگیا جس کی روشنی اور تابنا کی سے نصف صدی تک علم وعمل کے ایوان جگمگاتے رہے اور جس سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوئے۔آپ میں علم و

حکمت، اخلاق و کردار، تقویٰ و طہارت کی تمام صفات موجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس صدمہ عظمیٰ کے تحمل و برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ وفات قطعات میں لکھی ہے جس کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

عبدالرحمٰن ولی وشیخ تفسیر و حدیث!
مصلح و شیخ طریقت بے مثال و بے مثل
حضرت علامہ جن کی ہر صفت تھی لاجواب
علم و تقویٰ اور تقدس بے نظیر و بے بدل
حضرت اشرف علی تھانویؒ کے جانشین
جن سے ہر مشکل سے مشکل عقدہ ہو جاتا تھا حل
آہ! اب تیغ اجل سے بے سرو پا ہو گئے
فقر و دین، زہد و ورع، فضل و کرم، علم و عمل

☆☆☆

استاذ العلماء والفضلاء

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء والفضلاء حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ان جلیل القدر ہستیوں میں سے تھے جن کا علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خلوص وللّٰہیت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ بزم اشرف کے چراغوں میں سے ایک روشن چراغ تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت اپنی ننہال میں بمقام عمر وال بلہ، تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں ۱۸۹۵ء کو ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام الٰہی بخش اور دادا کا نام خدا بخش تھا آپ بچپن ہی سے اپنے ماموں جناب میاں شاہ محمد صاحبؒ کے زیر تربیت رہے جو قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت اور بیحد متقی اور صالح بزرگ تھے، قرآن پاک بھی انہی سے پڑھا، ۱۹۰۵ء میں مدرسہ رشیدیہ نکودر ضلع جالندھر میں داخلہ لیا اور دو سال تک وہاں مکتبی تعلیم حاصل کی بعد ازاں مدرسہ رشیدیہ رائے پور گوجراں ضلع جالندھر میں مولانا فضل احمد صاحبؒ اور مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھریؒ سے صرف و نحو فقہ و اصول، فلسفہ و منطق اور ادب کی کتابیں پڑھیں، کچھ عرصہ مولانا سلطان احمد صاحبؒ سے اکتساب فیض کیا بعد ازاں مدرسہ منبع العلوم گاؤٹھی میں مولانا غلام نبی، مولانا کریم بخش پنجابی اور مولانا محی الدین سے علوم و فنون اخذ کیے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں داخل ہوئے اور مولانا محمد یٰسین سرہندی، مولانا سلطان احمد پشاوری، مولانا سلطان احمد بریلوی اور مولانا عبدالرحمٰن سلطان پوری، سے تعلیم حاصل کی، سند حدیث حضرت مولانا محمد یسین سرہندیؒ سے حاصل کی اور حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے دست مبارک سے سند فراغ عطا ہوئی، سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ کو اسی مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں اساتذہ نے تدریس پر مامور کیا۔ تقریباً ایک سال تک وہاں قیام رہا، ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ عربیہ منڈی صادق گنج ریاست بہاولپور میں بحیثیت صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا، اور وہاں ایک عرصہ تک درس نظامی کی تمام کتابیں پڑھائیں۔ بعد ازاں اساتذہ رائے

پور کے ایماء سے مدرسہ عربیہ فیض محمدی جالندھر میں درس وتعلیم اور اصلاح وتربیت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علماء دیوبند کی سب سے اہم خصوصیت ہی ان کی ظاہر وباطن کی جامعیت ہے وہ بیک وقت حال وقال کا مجمع البحرین رہے ہیں' علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اصلاح باطن کی تکمیل ان کے یہاں ناگزیر ہے اور جب تک کسی شخص میں مدرسہ وخانقاہ بہم یکجا نہ ہوں تب تک اس کی شخصیت نامکمل اور ادھوری رہتی ہے' حضرت مولانا جالندھریؒ نے تربیت باطنی اور تکمیل سیرت کے لئے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کو منتخب کیا جہاں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے اور جہاں انسان سازی کا کام بڑی باقاعدگی اور سلیقہ سے ہورہا تھا۔ چنانچہ حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی تھانہ بھون میں سب سے پہلی حاضری ۱۳۴۲ھ میں ہوئی اور ایک سال تک اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا' اس کے بعد آپ کی درخواست پر حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے بتاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ بعد نماز مغرب مسجد خانقاہ اشرفیہ میں آپ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کیا اور خلافت سے بھی نوازا' اسی دوران آپ کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے ایک معیاری مدرسہ کے قیام کا داعیہ ہوا' حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے آپ نے اس تجویز کا ذکر کیا حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اس کی تحسین فرمائی تو توکلاً علی اللہ مسجد عالمگیر اٹاری بازار جالندھر میں مورخہ ۱۹ شوال المکرّم ۱۳۴۹ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو مدرسہ کا آغاز کر دیا گیا' حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اس کا نام ''مدرسہ خیر المدارس'' تجویز فرمایا' حضرت مولانا محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اخلاص وتقویٰ اور حسن انتظام اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی سرپرستی کی بدولت ''خیر المدارس'' کو بہت جلد مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور پنجاب کے طلباء کا مرجع بن گیا پھر یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء تک جالندھر شہر میں تعلیمی خدمات سرانجام دیتا رہا اور قیام پاکستان کے بعد آپ نے ملتان شہر کے وجود کو جو قدیم سے اکابر اہل اللہ کا مہبط رہا ہے شرف بخشا' اور ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گیان تھلہ بیرون دہلی دروازہ ملتان میں خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور حضرت مولانا جالندھری قدس سرہٗ کے علاوہ مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ مولانا عبدالشکور کاملپوریؒ مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کی تدریسی خدمات نے

''خیر المدارس'' کو اسم با مسمی بنا دیا اور ہزاروں طالبان علم اس چشمہ فیض سے سیراب وشاداب ہو کر ملک و بیرون ملک دینی وعلمی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہیں۔

مدرسہ جامعہ خیر المدارس اپنی چند منفرد خصوصیات کی بنا پر ہمیشہ اکابر امت کا ممدوح رہا ہے ذیل میں چند حضرات اکابر کی آراء گرامی درج کی جاتی ہیں جن سے مدرسہ اور اس کے بانی کا مقام بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''مدرسہ خیر المدارس ابتدائے تعمیر ہی سے حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی سرپرستی میں اہل حق کا ایک اچھا مرکز رہا ہے اس کے سالانہ جلسوں سے بھی صحیح تبلیغ دین کا بہت نفع پہنچتا رہا ہے اس کے سرپرست حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور بانی و مہتمم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ہمیشہ پاکستان کے حامی رہے اور اب پاکستان میں آنے کے بعد جہاں تک میرا علم ہے اس کے اساتذہ وملازمین پاکستان کی بقاء اور استحکام کو ایک اسلامی فریضہ سمجھتے ہیں۔''

سید الملت حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ جامعہ خیر المدارس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''یہ مدرسہ خیر المدارس بزرگوں کے طریق پر نہایت اخلاص اور خلوص وخوبی کے ساتھ چلایا جا رہا ہے اور یہ مخلص حضرات کی مساعی جمیلہ سے ترقی کر رہا ہے۔''

شیخ المحدثین حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:

''یہ مدرسہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی ذات گرامی کے اہتمام اور خوبی انتظام کا بہترین ضامن ہے۔ اور مدرسین میں علم وعمل کے انوار نمایاں ہیں۔''

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

''جامع الخیرات حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کا نام نامی ہی خیر ہے اور مضاف الیہ کی برکت سے وہ جامع الخیرات ہو گیا ان کا مدرسہ پہلے جالندھر اور پھر پاکستان کے شہر ملتان میں ایک مرکزی مدرسہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے جہاں سے سینکڑوں علماء وفضلاء، قراء فارغ ہو کر ملک کے مختلف طبقوں میں دینی وعلمی خدمات

میں مشغول ہیں۔“

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ:

”یہ مدرسہ خیر المدارس تقسیم ہند سے پہلے جالندھر میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی سرپرستی میں جاری تھا اور یہ نام خیر المدارس بھی حضرت حکیم الامت تھانویؒ ہی کا تجویز کردہ ہے اور تقسیم ہند کے بعد شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں دینی و علمی خدمات سرانجام دیتا رہا ہے۔ اس کے بانی حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ ہیں جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد اور شریعت و طریقت کے زبردست عالم ہیں میرے علم میں اب تک پاکستان میں اس شان کی کوئی درس گاہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس خیر کثیرہ کے چشمہ فیض کو قیامت تک جاری رکھے۔ آمین (آئین و قواعد خیر المدارس)

حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحبؒ کا ذہن خالص تعلیمی تھا اور زندگی کی تمام تر توانائیاں تعلیم و تدریس اور اصلاح و تربیت کے لئے وقف تھیں، سیاست سے عملاً ہمیشہ بے تعلق رہے مگر مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے لئے ہر طرح کوشاں رہے، تحریک پاکستان میں آپ کا موقف اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے موافق تھا۔ قیام پاکستان کے بعد قرار داد مقاصد اور اسلامی نظام کے نفاذ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست تھے، ۱۹۵۱ء میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی صدارت میں اسلامی دستوری خاکہ ”۲۲ نکات مرتب“ کرنے کے لئے اکابر علماء کا جو اجتماع کراچی میں خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا اس میں شرکت فرمائی، ۱۹۵۲ء میں خواجہ ناظم الدین مرحوم کی جانب سے دستوری مسائل پر غور کرنے کے لئے جن ممتاز علماء کو دعوت دی گئی ان میں بھی آپ شامل تھے، پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور تعاون فرمایا اور زندگی کے آخری لمحے تک مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست مشیر اور اس کی مجلس شوریٰ کے صدر نشین رہے اور آخر تک حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ وغیرہ علماء کے گروپ کے ساتھ

اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے۔حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہٗ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ مختلف ذوق اور نظریات کے حضرات آپ کے حسن تدبر، اخلاص اور معاملہ فہمی پر مکمل اعتماد کرتے تھے اس بناء پر مختلف حلقوں کو جوڑنے اور ان کے مابین پیدا شدہ غلط فہمیاں رفع کرنے میں بڑا موثر کردار ادا کرتے تھے۔شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جب جمعیت علماء اسلام کے بزرگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے اتحاد و اتفاق کرانے میں بڑی محنت کی اور متعدد بار لاہور، کراچی کا سفر کیا۔ بالآخر ۱۹۵۴ء میں کراچی میں اکابر جمعیت کا اجلاس طلب کیا جس میں بالاتفاق حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور جمعیت کے صدر منتخب ہوئے اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ بانی دارالعلوم کراچی کو نائب صدر منتخب کیا گیا اس کے بعد ۱۹۶۹ء میں پھر نا اتفاقی ہوئی تو آپ نے بستر علالت پر اتفاق واتحاد کی کوششیں کیں، الغرض آپ ایک مرد مومن تھے اور حدیث نبویؐ میں جو شان مرد مومن کی بیان کی گئی ہے آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی آپ کے اخلاق و اوصاف کے بارے میں حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی شخصیت تھانہ بھون اور دیو بند سے تعلق کی وجہ سے شہرہ آفاق تھی جب وفاق المدارس کے اجتماعات میں ان سے مصاحبت و ہم نشینی کے مواقع میسر آئے تو انہیں جذبات سے بالاتر اور طیش و غضب سے پاک دیکھا، عقل و دانش اور تدبر، ان کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، خفیف الجسم اور سبک روح تھے اور بڑی قابل قدر ہستی تھی، مولانا جالندھریؒ اپنے دور کے جید عالم دین تھے بڑے عاقل و متین اور مدبر و منتظم تھے۔علم و وقار کا مجسمہ اور خدا ترسی وللّٰہیت کا بہترین نمونہ تھے ان کا مدرسہ خیر المدارس اسم با مسمیٰ ہے اور تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفوس، اصلاح اخلاق اور تربیت قلوب کی طرف بھی توجہ تھی صورت کے ساتھ روح بھی تھی اور صفائی معاملات میں خصوصی امتیاز تھا۔ (ماہنامہ بینات کراچی دسمبر ۱۹۷۰ء)

الغرض آپ ایک عظیم محدث، مدبر، محقق اور عارف کامل تھے۔متبع سنت اور حق وصداقت کا پیکر تھے، درس و تدریس اور وعظ و ارشاد آپ کی زندگی کا اصل محور تھا اور تصنیف و تالیف کا شغل

بہت ہی کم تھا تاہم چند مفید رسائل تالیف فرمائے "خیر الاصول' خیر التنقید فی اثبات التقلید' خیر الوسیلہ' تیسرا لابواب' خیر المصابیح فی اثبات التراویح' نماز حنفی مترجم' آخری عمر میں صحیح بخاری کی ایک مختصر سی شرح بھی تحریر فرمائی اور اپنے کچھ حالات بھی قلم بند فرمائے۔ آپ کے علمی مسائل پر مشتمل "خیر الفتاوی" شائع ہو چکا ہے۔ آپ کے علمی و روحانی مقام کے بارے میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بڑے عالم اور بزرگ تھے' علم کے پرکھنے کے لیے تو ان کی تالیفات درس و تدریس' خیر المدارس کی بنیاد' مناظرے' تبلیغ اسلام کے مواعظ' مجلسی گفتگو حاضر و بعید سب کے لئے شاہد ہیں اور روحانی مقاصد پہچاننے کے لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے یہ ارشادات عظیم شہادت ہیں جو انہوں نے آپ کے متعلق فرمائے تھے۔''

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ:

''انجن تو چھوٹا سا ہے مگر گاڑیاں بہت کھینچتا ہے۔''

چونکہ حضرت مولانا کی ظاہری جسامت بہت مختصر تھی اس کی طرف اشارہ فرما کر باطنی قوت و فوقیت کو انجن کے زبردست اسٹیم سے تشبیہ دے کر باطنی مرتبہ ظاہر فرمایا ہے۔ اسی طرح خیر المدارس کی جب جالندھر میں بنیاد رکھی گئی تو حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ چاہتے تھے کہ مدرسہ کا نام کوئی حضرتؒ کے نام اشرف کا حامل و عامل ہو مگر حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ ہم "مناع للخیر" نہیں ہیں اور حضرت تھانویؒ نے مدرسہ کا نام خیر المدارس تجویز فرمایا جو واقعی اسم بامسمی ثابت ہوا' اس کے علاوہ حضرتؒ کا حضرت مولانا کے لئے اجازت نامہ بھی ان کے باطنی مرتبہ کی عظیم شہادت ہے۔ (مکتوب بنام احقر بخاری غفرلہ)

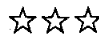
بہر حال آپ کی عالمانہ رفعت و عظمت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ آپ اپنے ہم عصر اکابر علماء کے محبّ و محبوب تھے۔ بالخصوص علامہ سید سلیمان ندویؒ' مفتی محمد حسن امرتسریؒ' مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ' مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ' مولانا ظفر احمد عثمانی' سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ آپ کے بڑے قدردان اور مرتبہ شناس تھے۔ آپ کی پوری زندگی

تعلیم وتربیت اصلاح وارشاد اور دعوت وتبلیغ میں بسر ہوئی اور ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفیض ہوئے۔ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔ ہزاروں افراد شریک جنازہ ہوئے اور دارالحدیث کے عقب میں تدفین عمل میں آئی۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ ترے در کی دربانی کرے

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادے آپ کے جانشین بنائے گئے اور خیرالمدارس کے فرائض بھی حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کو سونپے گئے وہ بھی گیارہ سال مہتمم رہنے کے بعد مکہ مکرمہ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ اب حضرت بانی خیرالمدارس کے نبیرہ اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری مرحوم کے خلف الرشید مولانا قاری محمد حنیف جالندھری جامعہ خیرالمدارس کے مہتمم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ترقیات دارین عطا فرمائیں۔

تفصیل کے لئے احقر کی تالیفات ''اکابر علماء دیو بند'' اور ''ذکر خیر'' و یادشریفؒ ملاحظہ فرمایئے۔



شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ ان علمائے حق میں سے تھے جن کا علم وفضل، زہد وتقویٰ اور خلوص وللہیت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ اپنے دور کے عظیم محدث، جلیل القدر مفسر، بہترین محقق اور بلند پایہ عالم دین تھے، ایک عارف کامل اور مایہ ناز مصنف تھے آپ ایک بلند پایہ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملتا ہے، آپ کا آبائی وطن یو پی کا مردم خیز علاقہ قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہے، آپ کے والد ماجد حافظ محمد اسماعیل صاحب کاندھلویؒ ایک ممتاز عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے اور شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ سے بیعت تھے آپ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم محکمہ جنگلات کے آفیسر تھے، نو سال کی عمر میں آپ نے اپنے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کیا پھر آپ کے والد محترم ابتدائی دینی تعلیم کے لئے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کو لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ:

”میں ادریس کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں اور اسے آپ کے سپرد کرتا ہوں۔“

اس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے برجستہ فرمایا کہ:

”یوں نہ کہیے کہ خانقاہ میں داخل کرنے آیا ہوں بلکہ یوں کہئے کہ خانقاہ کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں۔“

سبحان اللہ! یہاں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا نور بصیرت اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ مولانا حافظ اسماعیل صاحب کا بیٹا خانقاہی نظام کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ اس سے تو قدرت قرآن وسنت کے علوم کی ایسی خدمت لے گی جو صدیوں میں کسی مرد مومن کا نصیبہ ہوتی ہے۔

بہرحال حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے اس ارشاد پر آپ کو خانقاہ اشرفیہ کے بجائے

مدرسہ اشرفیہ میں داخل کر دیا گیا اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں خود حکیم الامت تھانویؒ نے پڑھائیں اس کے بعد ثانوی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت حکیم الامتؒ آپ کو ساتھ لے کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی خدمت میں لے گئے جہاں حدیث وتفسیر' فقہ' کلام' منطق وفلسفہ اور دیگر علوم دینیہ کی تکمیل کی' یہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ حضرت مولانا ثابت علی صاحبؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ جیسے اکابر علماء سے استفادہ کیا۔ اور انیس برس کی عمر میں تمام علوم وفنون کی تعلیم سے فراغت حاصل کی پھر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے' جہاں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ' فخر العلماء مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ' اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ' جیسے مایہ ناز اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب طے کئے اور دوبارہ دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد ۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا سب سے پہلے مدرسہ امینیہ دہلی سے تعلق قائم ہوا' مدرسہ امینیہ دہلی کا یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ مدرسہ کی روح رواں تھے' مدرسہ امینیہ سے ایک سال کا تعلق رہنے کے بعد دارالعلوم دیوبند کی کشش آپ کو دیوبند کھینچ لائی' اور خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ شرف بخشا کہ اپنے عظیم اساتذہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ' مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ' اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' جیسے اکابر کے پہلو بہ پہلو مسند درس وتدریس پر فائز ہوئے اور تقریباً نو برس تک دارالعلوم دیوبند سے وابستگی رہی' اس کے بعد بعض وجوہ کی بناء پر آپ حیدر آباد دکن چلے گئے جہاں کم وبیش نو برس تک ہی قیام رہا' اگرچہ نہ وہاں دارالعلوم سے وابستگی جیسی نعمت تھی اور نہ علامہ کشمیریؒ اور علامہ عثمانی جیسے علم وحکمت کے سرچشموں سے قرب حاصل تھا' مگر اس اعتبار سے حیدر آباد دکن کا زمانہ قیام آپ کی زندگی کا ایک قیمتی حصہ گردانا جا سکتا ہے کہ "تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" جیسی مایہ ناز کتاب کی تالیف کا موقع ملا اور اس کی ابتدائی چار جلدیں اس قیام کے دوران دمشق جا کر طبع کرائیں' ۱۹۳۹ء میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بلانے پر پاکستان تشریف لائے اور دو برس

جامعہ عباسیہ بہاولپور میں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے قیام فرمایا اور پھر جب لاہور میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہٗ کی سعی و کاوش سے جامعہ اشرفیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ سے فرمایا کہ:

''مولانا میں آپ کو پراٹھا اور پلاؤ چھوڑ کر سوکھی روٹی کی دعوت دیتا ہوں۔''

اس پر آپ نے فوراً فرمایا کہ:

''حضرت خدمت دین کی خاطر مجھے منظور ہے۔''

اس طرح حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث و التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے اور آخر دم تک اسی جامعہ سے وابستہ رہے اور جامعہ اشرفیہ ہی آپ کی تدریس و تبلیغ کا مرکز رہا۔ ہزاروں طالبان علم اسی چشمہ علم و عمل سے سیراب و شاداب ہوئے' کراچی سے خیبر تک آپ نے تبلیغی دورے کئے اور اعلائے کلمۃ الحق بلند کیا' لاکھوں مسلمانوں کی اصلاح فرمائی۔ آپ کی نورانی مجالس میں ہر قسم کے افراد شریک ہوئے امراء و غرباء' زعماء' طلباء' علماء سب ہی آپ کے درس و مجالس میں بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے' آپ جب تقریر فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ علم و عمل کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور بڑے بڑے علمی نکات چٹکیوں میں حل فرماتے تھے' سامعین پر آپ کی تقریر کا بے حد اثر ہوتا تھا بڑے سادہ اور علمی انداز میں وعظ فرماتے تھے' ایک مرتبہ مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ خطاب فرما رہے تھے بڑے بڑے علماء اور خطباء تشریف فرما تھے سامعین بڑے ذوق و شوق سے تقریر سن رہے تھے' دوران تقریر کسی علمی نکات پر مدلانہ دلیل بیان فرما رہے تھے کہ آپ کی علمی قابلیت اور دینی بصیرت سے متاثر ہو کر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ دوران تقریر مجمع کے سامنے کھڑے ہو گئے اور شدت جذبات میں فرمانے لگے کہ:

لوگو! دیکھ لو! یہ ہیں ہمارے اکابر جس کا علم و تقویٰ بے مثل ہے لوگو! خوب دیکھ لو اور سن لو! یہ دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فرزند ہیں اور اس دور کے محدث اعظم اور محقق اعظم ہیں''

ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ مسرت و جذبات میں جھوم رہے تھے۔

اسی طرح استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''مولانا محمد ادریس صاحب کا علمی مقام بہت بلند ہے وہ علم وعمل کا گہرا سمندر ہیں۔''

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''مولانا ادریس صاحب صرف عالم ہی نہیں بلکہ ایک چلتا پھرتا کتب خانہ ہیں اور اپنے زمانہ کے محدث، مفسر، محقق، ادیب و متکلم ہیں۔''

آپ شیخ المحدثین والمفسرین تو تھے ہی! مگر اپنے زمانہ کے مایہ ناز مصنف بھی تھے اور آپ کے قلم فیض رقم سے سینکڑوں تالیفات منصۂ شہود پر آئیں جن میں تفسیر معارف القرآن، شرح مشکوٰۃ، سیرت مصطفیٰ ﷺ شرح بخاری، عقائد اسلام، اصول اسلام، خلافت راشدہ ختم نبوت اور اسلام و نصرانیت علمی شاہکار ہیں، آپ کی تالیف ''سیرت مصطفیٰ'' کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''مولانا حافظ محمد ادریس صاحب جو علمی و عملی کمالات کے جامع ہیں ان کی ''سیرت مصطفیٰ'' تالیف قلب پر بے حد اثر کرتی ہے اور قلب کو سکون بخشتی ہے۔''

ایک اور مایہ ناز تصنیف تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کے بارے میں آپ کے استاد محترم علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ:

''علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی شرح مشکوٰۃ کی مانند کوئی شرح روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔''

اسی طرح شیخ الاسلام علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''مولانا محمد ادریس صاحب ایک عالم باعمل تھے اور ان کے اساتذہ کو بھی ان پر فخر ہے انہوں نے عربی میں جو شرح مشکوٰۃ لکھی ہے وہ ہمیشہ ان کا نام روشن رکھے گی''

آپ کے علمی مقام کے بارے میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''جی چاہتا ہے کہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا علم چرالوں''

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:

''مولانا کاندھلویؒ کا مقام بہت بلند تھا وہ علماء، اولیاء اور اتقیاء کی صف میں بلند مقام

رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری و باطنی خوبیوں سے خوب نوازا تھا وہ اپنے
علمی و عملی کمالات میں بے نظیر تھے۔''

بہر حال آپ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند تھا۔ اور وہ اپنے دور کے علماء محدثین کے امام مانے جاتے تھے' اخلاق و عادات میں سلف صالحین کا نمونہ تھے' نہایت متواضع منکسر المزاج اور مہمان نواز تھے' خفیف الجسم اور لطیف الروح تھے' حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: کہ آپ دنیا کے بکھیڑوں سے بے خبر تھے مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں ہمہ وقت مستغرق رہتے تھے سارے اوقات علم و عمل اور درس و تدریس سے معمور رہتے تھے' کتابوں کے عاشق تھے جو نئی کتاب شائع ہوتی فوراً خرید لیتے تھے متبع سنت اور حق و صداقت کے پیکر تھے' اہل علم کے قدر دان تھے اور بڑی قابل قدر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے منسلک تھا اور آپ کا سیاسی مسلک بھی اپنے شیخ کے عین مطابق تھا' نظریہ پاکستان کے دل سے حامی تھے۔ اور آخر دم تک پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے' تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور حصہ لیا اور تحریر و تقریر کے ذریعے قادیانیت کی تردید کرتے رہے' اپنے ہم عصر علماء و اکابر کے محبت و محبوب رہے' خصوصاً علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا مفتی محمد شفیعؒ' مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے گہرے تعلقات تھے اور یہ حضرات ایک دوسرے کا حد سے زیادہ احترام و اکرام فرماتے اور دینی و ملی معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ فرماتے رہتے تھے' غرضیکہ آپ کی ساری حیات طیبہ اسلام کی خدمت میں گزری' آپ ایک سچے عاشق رسولؐ اور ولی کامل تھے' کئی بار حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور ۷ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ جو آپ کے صحیح علمی اور روحانی جانشین ہیں اور حدیث و تفسیر کے مایہ ناز عالم ہیں انہوں نماز جنازہ کی امامت فرمائی' حق تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (تفصیل کے لئے ''تذکرہ ادریس'' ملاحظہ فرمایئے)

مفسر عہد مد بر عصر' عالم بے بدل' فاضل اجل اور فقیہ دوراں

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر یہ بڑا کرم ہے کہ ہر دور میں وہ اپنے دین کی حفاظت' تبلیغ' اشاعت اور دفاع کا کام اپنے منتخب بندوں سے لیتا رہا ہے۔ اس طرح ایک طرف کتاب وسنت کے ابدی رہنما اصول ہر دور میں اجاگر ہوتے رہتے ہیں اور دوسری طرف حق کے متلاشی حضرات کی رہنمائی ہوتی رہتی ہے ساتھ ہی مسلمانوں کی اصلاح کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے امت اور صلحائے امت صدیوں سے اس خدمت میں مصروف ہیں۔ کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت' علوم کی ترویج' فنون کی تدوین' مسائل کے استنباط اور نتائج کے استخراج کی عظیم خدمات کا ہی نتیجہ ہے کہ آج دین کے اصولوں اور جزئیات کا زبردست ذخیرہ ملت اسلامیہ کے پاس موجود ہے یہ سب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تربیت کا نتیجہ ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فیض یاب ہوئے۔ اور انہوں نے یہ اثاثہ تابعین کو اور انہوں نے تبع تابعین کو منتقل کیا اور علمائے حق آج تک اس مبارک اور عظیم ورثے کی حفاظت کر کے اسے آئندہ نسلوں کو منتقل کر رہے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا شمار ایسے ہی علمائے حق میں ہوتا ہے جنہوں نے پوری زندگی علوم دینیہ کی خدمت اور امت مسلمہ کی اصلاح میں صرف فرمائی۔ وہ نہ صرف مفسر عہد مد بر عصر' عالم بے بدل' فاضل اجل اور فقیہ دوراں تھے بلکہ راہ سلوک کے بے مثل امام تھے' ان کی وفات سے نہ صرف علمی دنیا اجڑ گئی بلکہ دنیائے سلوک کا آفتاب غروب ہو گیا۔ وہ حقیقت میں ہمارے عظیم اسلاف کی یادگار تھے' وہ عالموں کے عالم اور اصحاب ارشاد کے صدر نشین تھے۔ ان کی زندگی ہم سب کے لئے مشعل راہ اور نمونہ ہدایت تھی ان پر علامہ اقبال کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مفتی صاحبؒ ۲۰ اور ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ ام ۱۸۹۷ء کی درمیانی شب میں دیو بند میں پیدا ہوئے اور ۹ اور ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ (۱۹۷۶ء) کی درمیانی شب کو رحلت فرمائی۔ اس طرح شمسی حساب سے ۸۲ سال ایک ماہ اور ۱۷ دن عمر ہوئی۔ خاندانی اعتبار سے وہ عثمانی تھے' اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ انہوں نے لگ بھگ اتنی ہی عمر پائی جتنی حضرت عثمانؓ نے پائی تھی حضرت مفتی صاحبؒ نے خود ایک جگہ اپنا شجرہ نسب یوں تحریر فرمایا ہے:

''بندہ محمد شفیع بن مولانا محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی دارالعلوم دیو بند بن میاں جی تحسین علی صاحب ابن میاں جی امام علی صاحب ساکن دیو بند پھر اسی تحریر پر ایک تشریحی نوٹ میں لکھا ہے۔''

میاں جی امام علی ابن میاں جی کریم اللہ صاحب بن میاں جی خیر اللہ بن میاں جی شکر اللہ اصل باشندے موضع جوراسی متصل قصبہ منگلور ضلع سہارن پور کے ہیں حضرت میاں جی کریم اللہ صاحب اول مع اہل وعیال دیو بند میں منتقل ہوئے۔ یہ حضرات جہاں تک تسامع سے ثابت ہوا شیوخ عثمانی ہیں اور امہات وازواج کی طرف سے سادات کے ساتھ قریبی تعلقات رہے ہیں منتقل ہونے کے پورے اسباب کسی قابل وثوق ذریعہ سے معلوم نہیں' خاندان کے بعض لوگوں سے یہ سنا کہ نواب' نجیب الدولہ کے زمانہ میں ہنود نے اس موضع کے مسلمانوں پر مظالم کیے اور حافظ کریم اللہ جبار نے نجیب آباد جا کر نواب موصوف سے ان مظالم کا اظہار کیا موصوف نے ظالموں سے انتقام لیا پھر فتنہ واختلاف سے بچنے کے لئے حافظ صاحب ممدوح نے ترک وطن کر کے دیو بند میں قیام کر لیا واللہ اعلم بہ حقیقت حال دیو بند میں جدامجد حضرت میاں جی امام علی صاحب فارسی پڑھاتے تھے اس وقت قصبہ کا شاید کوئی گھر خالی نہ تھا جو ممدوح کی شاگردی سے بے نیاز ہوا حقر نے اپنے زمانے کے بڑے بوڑھوں کو اپنے خاندان کے بچوں تک کی تعظیم اسی بناء پر کرتے ہوئے پایا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے والد ماجد مولانا محمد یٰسین صاحب دارالعلوم دیو بند میں فارسی کے

مدرس تھے، وہ دیو بند میں ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوئے تھے اور تقریباً اسی زمانے میں اس دینی درس گاہ کی بنیاد پڑی تھی اس اعتبار سے وہ دارالعلوم دیو بند کے ہم عمر اور ہم عصر تھے۔ انہیں دارالعلوم کے ابتدائی دور کے ممتاز علماء کی شاگردی کا شرف حاصل تھا جن میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، مولانا سید احمد دہلویؒ، ملا محمود دیو بندیؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا محمد احمدؒ ان کے ہم سبق رہے حصول تعلیم کے بعد وہ دارالعلوم سے ہی بحیثیت استاد وابستہ ہو گئے تھے اور تقریباً چالیس سال تک تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔ بہت سے جلیل القدر علماء اور محدثین ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ جن میں حضرت مولانا سید اصغر حسین محدثؒ، حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد یٰسین شیر کوٹیؒ، امام اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ خصوصاً قابل ذکر ہیں وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے دارالعلوم کا وہ دور دیکھا ہے کہ جب اس کے مہتمم سے لیکر دربان تک سب ہی صاحب نسبت ولی اللہ تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے دینی ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ اور بچپن ہی سے جلیل القدر علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ پانچ سال کی عمر میں جناب حافظ محمد عظیم صاحب کے پاس دارالعلوم دیو بند میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی فارسی کی تمام مروجہ کتابیں اپنے والد محترم سے دارالعلوم میں پڑھیں، حساب وفنون ریاضی کی تعلیم اپنے چچا مولانا منظور احمدؒ سے حاصل کی وہ بھی دارالعلوم میں مدرس تھے۔ فن تجوید کی بقدر ضرورت تعلیم الحاج قاری محمد یوسف صاحب میرٹھیؒ سے حاصل کی جو ان کے ہم درس تھے اور عرصہ دراز تک آل انڈیا ریڈیو سے تلاوت قرآن پاک نشر کرتے رہے۔ سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم کے درجہ عربی میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے جن عظیم المرتبت علمائے امت سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شرف تلمذ حاصل ہوا ان میں رئیس المحدثین حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمان عثمانیؒ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد احمدؒ بن حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رسول خانؒ اور حضرت

مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ جیسے اکابرین شامل ہیں جو اپنے اپنے شعبوں میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔

زمانہ عالب علمی میں حضرت مفتی صاحبؒ کا شمار نہایت ذہین اور محنتی طلباء میں ہوتا تھا۔ امتحانات میں ہمیشہ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوتے اسی لئے اساتذہ بے حد شفقت اور محبت کا سلوک کرتے تھے' ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمانؒ نے اس زمانے میں جو دارالعلوم کے مہتمم تھے۔ انہیں ابتدائی کتب کی تعلیم کے لئے استاد مقرر فرمادیا: پھر بہت جلد درجۂ علیا کے استاد ہوگئے۔ تقریباً ہر علم وفن کی جماعتوں کو پڑھایا ان کا درس ہمیشہ ہر جماعت میں مقبول رہا مگر دورۂ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف' اور عربی ادب کی مشہور کتاب مقامات حریری کا درس تو ایسا ہوتا تھا کہ مختلف ملکوں کے علماء اور اساتذہ بھی شریک ہونا سعادت سمجھتے تھے دارالعلوم میں تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۶۲ھ تک جاری رہا۔ اس ۲۷ سال کے عرصہ میں انڈونیشیا' ملائیشیا' سنگاپور' برما' برصغیر' افغانستان' بخارا' سمرقند وغیرہ کے تقریباً تیں ہزار طلباء نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ان میں سے ہزاروں اب بھی مختلف ملکوں میں دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ ابتداء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ سے اس وقت بیعت ہوئے جب وہ ۱۹۲۰ء میں مالٹا سے رہا ہو کر واپس وطن آئے تھے ان کی وفات کے بعد ۱۳۴۶ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہوئے جنہوں نے ۱۳۴۹ھ میں انہیں اپنا مجاز بیعت (خلیفہ) قرار دے دیا۔ ان کے ممتاز خلفاء میں حضرت مفتی صاحب کو خاص مقام حاصل رہا عمر کے آخری حصہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء میں سے چند کے ناموں کا انتخاب کر کے ایک کاغذ طبع کرالیا تھا اور جو لوگ ان سے بیعت ہونے کی درخواست کرتے تھے انہیں یہ کاغذ بھجوادیا کرتے تھے کہ مجھے اب فرصت ہے نہ طاقت' ان میں سے کسی سے رجوع کرلیا جائے۔ ان ناموں میں حضرت مفتی صاحبؒ کا اسم گرامی شامل تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ پر حضرت حکیم الامتؒ خاص توجہ فرمایا کرتے تھے' اور حضرت مفتی صاحبؒ بھی ۱۳۶۲ھ تک اپنی مشغولیات کے باوجود خانقاہ تھانہ بھون میں مستقل حاضری دیتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی مہینوں وہاں قیام رہتا تھا۔

دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے دوران حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ نے فتوی کے سلسلے میں حضرت مفتی صاحبؒ سے کام لینا شروع کیا وہ سوالات کے جوابات خود دیکھتے اور اصلاح و تصدیق کے بعد یہ روانہ کر دیئے جاتے۔ ۱۳۴۴ھ میں وہ مستعفی ہو گئے' ارباب دارالعلوم نے مختلف صورتوں سے دارالافتاء کا کام چلایا مگر ۱۳۴۹ھ میں یہ کام حضرت مفتی صاحبؒ کے سپرد کر دیا گیا' آپ کو اس عظیم کام کی اہمیت کا بہت احساس تھا کیونکہ دارالعلوم میں نہ صرف برصغیر کے کونے کونے سے استفسار موصول ہوتے تھے بلکہ دنیا بھر کے ملکوں سے مسلمان مختلف مشکل فقہی مسائل کے بارے میں آخری فیصلوں کے لئے دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا کرتے تھے' حضرت مفتی صاحبؒ اپنی جگہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ صدر مفتی کے منصب کا حق پوری طرح ادا نہیں کر سکیں گے۔ تاہم حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی سرپرستی' امداد اور اعانت کے وعدے پر انہوں نے یہ منصب قبول کیا۔ اور اللہ کے فضل سے منصب کا حق پوری طرح ادا کرتے رہے۔

برصغیر میں تحریکات آزادی میں مسلمان بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے لیکن ہندو لیڈروں کے طرز عمل سے آہستہ آہستہ یہ بات ظاہر ہوتی گئی کہ انگریزی اقتدار کے بعد' اکثریت کے بل بوتے پر ہندو قوم مسلم اقلیت کو ہضم کر جانے کا ارادہ رکھتی ہے چنانچہ مسلمان لیڈروں کی خاصی معقول تعداد مسلم قوم کی الگ تنظیم اور حصول آزادی کی تدبیریں سوچنے لگی' ۳۶' ۱۹۳۵ء کے انتخابات کے بعد ہندو اکثریتی صوبوں میں کانگریسی وزارتوں نے اپنی کارروائیوں سے یہ ثابت کر دیا کہ ہندو اور مسلمان قومیں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ان علمائے کرام کے سرپرست اور مربی تھے جو مسلمانوں کی الگ تنظیم اور حصول آزادی کے لئے جدوجہد کو ناگزیر سمجھتے تھے' چنانچہ وہ مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کے زبردست حامی تھے اور انہوں نے مسلمانوں کی طرف سے مطالبۂ پاکستان کی حمایت فرمائی جب پاکستان کے لئے جدوجہد کے دوران فیصلہ کن وقت آیا تو انہوں نے اپنے متوسلین، متبعین کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی پوری طاقت سے۔ قائداعظم اور مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔ چنانچہ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مفتی محمد

شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ظہور احمدؒ اور خلیفہ محمد عاقل صاحب دیگر علماء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو کر الگ ہو گئے تا کہ اس تعلیمی ادارے کے نظم سے آزاد ہو کر مسلم قوم کی اس نازک مرحلے میں رہنمائی کریں۔ ان حضرات نے دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد ۱۹۴۵ء میں جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد رکھی تا کہ قیام پاکستان کے لئے موثر جدوجہد کی جائے اور جمعیت علمائے ہند کے اثرات کے باعث جو اکثر مسلمان مطالبۂ پاکستان سے منحرف تھے باجود تردد کی حالت میں کھڑے تھے انہیں قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک کیا جائے۔

اس جمعیت کے پہلے صدر شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تھے حضرت مفتی صاحبؒ اس جمعیت کے کانپور کے اجلاس میں باقاعدہ رکن بنے پھر عاملہ کے ممبر منتخب ہوئے اور سرگرمی سے میدان میں آگئے اس زمانے میں انہوں نے کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق ''شرعی فیصلہ'' کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کی جس میں مطالبۂ پاکستان کے سیاسی مصالح اور اس مطالبہ کی شرعی حیثیت قرآن وسنت کی روشنی میں مستحکم دلائل سے پیش کیے اور ثابت کیا کہ ان حالات میں کانگریس کی حمایت کفر کی حمایت ہے جس میں حصہ لینا قرآن وسنت کی رو سے ناجائز ہے اسی طرح نومبر ۱۹۴۵ء میں قائد ملت لیاقت علی خان کے حلقہ انتخاب میں جہاں جمعیت علمائے ہند کا زبردست اثر تھا حضرت مفتی صاحبؒ کے فتویٰ کی بدولت ہوا کا رخ بدل گیا۔ پھر قیام پاکستان کی جدوجہد کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ برصغیر کے طول وعرض کا دورہ کیا۔ سرحد کے ریفرنڈم میں ان دونوں بزرگوں نے حضرت پیر صاحب مانکی شریفؒ اور حضرت پیر صاحب زکوڑی شریف کے ساتھ پورے صوبے کا دورہ کیا ان ہی بزرگوں کی کوششوں سے مسلم لیگ کو زبردست کامیابی ہوئی۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اگر کبھی علالت کی وجہ سے کسی کانفرنس یا دورے پر تشریف نہ لے جاتے تو عموماً حضرت مفتی صاحبؒ کو نیابت کے لئے مقرر کر دیا کرتے تھے چنانچہ جنوری ۱۹۴۷ء میں جب حیدرآباد سندھ میں جمعیت علمائے اسلام کی عظیم الشان کانفرنس ہوئی تو حضرت شیخ الاسلام علالت کے باعث شریک نہ ہو سکے حضرت مفتی صاحبؒ نے ان کی جگہ صدارت فرمائی۔ اور خطبۂ صدارت میں مسئلہ قیادت پر شریعت کی روشنی میں دلائل دیکر ثابت

کیا کہ گاندھی اور نہرو کے مقابلہ میں قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت مسلمانوں کے لئے کفر کے مقابلہ میں اسلام کی قیادت کے مترادف ہے۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت شیخ الاسلام کی طلبی پر حضرت مفتی صاحبؒ نے دیو بند سے کراچی کو ہجرت کی اور پھر یہاں آ کر ملک میں اسلامی دستور کے نفاذ' اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے جدو جہد شروع کی' قرار داد مقاصد کی ترتیب و تدوین اور اس کی منظوری میں ان کا بڑا حصہ ہے' ۱۹۴۹ء میں حضرت شیخ الاسلام کی وفات کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں۔

وہ دستوریہ کے تعلیمات اسلامی بورڈ کے اہم رکن رہے بعد میں قانون کمیشن کے رکن رہے۔۱۹۵۳ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے بعد جمعیت علمائے اسلامی کی رہنمائی کا بوجھ بھی ان کے کندھوں پر آ پڑا اور وہ یہ خدمت ۱۹۵۸ء تک انجام دیتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دینی تعلیم کے فروغ کا بڑا احساس تھا۔انہوں ۱۳۷۰ھ میں نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اس کام کا یوں آغاز کیا کہ محلّہ نانک واڑہ کی ایک عمارت میں مدرسہ اسلامیہ قائم کیا جس میں صرف ایک استاد اور چند طلبا تھے' چند ماہ کے بعد یہ مدرسہ ''دارالعلوم'' بن گیا۔ اور آج کورنگی میں یہ شاندار دینی درسگاہ ہے جس میں تقریباً دو ہزار طلبا تحصیل علم میں مصروف ہیں یہاں قرآن' حدیث' فقہ' ادب' منطق' فلسفہ' ریاضی علم کلام وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ان مشاغل کے ساتھ ہی ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور ان کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد دوسو سے زائد ہے ان میں سب سے عظیم الشان تالیف قرآن کریم کی تفسیر ''معارف القرآن'' ہے جو آٹھ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے اور بلاشبہ ان کا زبردست کارنامہ ہے انہوں نے قانون' دستور' معاشیات' تاریخ اور لغت کے موضوعات پر بیش قیمت کتابیں تالیف کیں اور ان کے تحریری فتاویٰ کی تعداد تو تقریبا دولاکھ سے متجاوز ہے جو شرعی فیصلے انہوں نے زبانی دیئے ان کی تعداد بھی کم وبیش اتنی ہی ہوگی۔ ریڈیو پاکستان سے سالہا سال تک درس قرآن کا نشری سلسلہ اس کے علاوہ ہے۔

بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت مفتی صاحبؒ بہت اچھے خطاط، جلد ساز، عربی کے اعلیٰ شاعر اور طبیب تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی انہوں نے خطاطی اور جلد سازی سیکھی تھی اور طب کی تعلیم دارالعلوم میں ہی حاصل کی تھی۔ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ دینی اور علمی خدمات تو فی سبیل اللہ انجام دیں گے اور طبابت کے ذریعہ روزی کمائیں گے مگر قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ وہ دارالعلوم دیوبند میں پانچ روپے ماہانہ تنخواہ پر معلم مقرر ہوئے تھے اور ۲۶ سال کے بعد جب مستعفی ہوئے تو ان کی تنخواہ ۶۵ روپے ماہانہ تھی، حالانکہ اس عرصہ میں انہیں ملک کے مختلف حصوں سے درس و تدریس کے لئے بیش قرار تنخواہ پر بلایا جاتا رہا مگر حصول زر ان کی زندگی کا مقصد نہ تھا چنانچہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی طرف سے ۷۰۰ روپے ماہانہ تنخواہ پر تدریس کی پیش کش بھی انہوں نے قبول نہیں کی اور قلیل تنخواہ پر دارالعلوم دیوبند میں ہی خدمات انجام دیتے رہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ بہت ہی منکسر المزاج تھے، ملنے والوں سے بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے باتیں آہستہ آہستہ کرتے تھے مگر جواب دوٹوک، مدلل اور مختصر ہوتا تھا، تمام عمر انہوں نے سادہ صاف ستھرا لباس پہنا، کبھی انہیں نہایت قیمتی لباس میں ملبوس نہیں دیکھا گیا۔ تحریر اور تقریر میں انہیں پوری قدرت حاصل تھی۔ حافظہ غضب کا تھا تقریروں میں بسا اوقات سالہا سال پہلے کی مطالعہ کی ہوئی کتابوں کے حوالے دیتے تو سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے جو خلاء پیدا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ عرصہ دراز تک پر نہیں ہو سکے گا۔

تاریخ انتقال اردو

از مفتی جمیل احمد تھانویؒ

اک شیخ وقت و ہادی عالم نہیں رہے
شرع و طریق عشق کے سنگم نہیں رہے
باطل کے منہ میں دیتے تھے جو ہر وقت لگام
ہوتے تھے جن کے سامنے سرخم نہیں رہے
کوچوں سے دہریت کے ہے اب زخم زخم دین
رکھتے تھے ایسے وقت جو مرہم نہیں رہے

تقویٰ و زہد و معرفت حق کے مقتدا
میدان علم و فضل کے رستم نہیں رہے
ٹوٹی کمر ہر ایک کی اس سانحہ کے بعد
ہر کام کے کسی میں وہ دم خم نہیں رہے
افتاء و درس و وعظ تصانیف و نظم و نثر
بے مثل کارہائے منظم نہیں رہے
چودہ سو سالہ نظریۂ اسلام کے جو آج
یورپ زدوں کے دل میں مسلّم نہیں رہے
تفسیر میں نکالے ہیں چن چن کے ان کے خار
شبہات اور شکوک کے یہ سم نہیں رہے
اصلاح و تربیت کا رہا تھانوی طریق
اف ''عصر'' کے یہ شیخ معظم نہیں رہے
دینی کتب کی اشاعت کا اک نظام
دنیا و دین جو دونوں تھے مدغم نہیں رہے
اک مختصر سے جثہ سے اتنے بڑے یہ کام
ہاں ہاں وہ خانقاہ میں کچھ کم نہیں رہے
دو پیر بھائی آپ کے جو شیخ عصر تھے
بابائے نجم و اطہر ہمدم نہیں رہے
تاریخ ارتحال ہے ہر اک کی ۱۳۹۶ ''فوت شیخ''
تینوں کے فیض عام تھے اک دم نہیں رہے
ہوش و حواس باختہ کیوں ہوں نہ اہل دین
وہ باکمال مفتی اعظم نہیں رہے
۱۱ ۹۴ ۵۳۰ ۱۰۱۱ ۱۱۵ ۲۱۵

حکیم الاسلام

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ میری محبوب شخصیات میں سے تھے۔ آپ ایک جلیل القدر محقق، عظیم خطیب، رفیع الشان مدبر، بہترین متکلم و منتظم تھے۔ آپ کا حسن اخلاق حسن جمال مثالی تھا، آپ صحیح معنیٰ میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔

آپ ۱۳۱۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے، آپ نسبی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی قدس سرہٗ چالیس سال دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور اسی دوران میں چار سال ریاست حیدر آباد دکن عالیہ کے مفتی رہے۔

آپ کے دادا حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دنیائے اسلام کے مشہور و معروف عالم ربانی تحریک آزادی کے عظیم مجاہد اور دارالعلوم دیوبند کے بانی تھے۔ انہوں نے ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی جو آج ایشیاء کی بے نظیر مذہبی دینی یونیورسٹی سمجھی جاتی ہے۔ آپ کے دادا کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہزارہا کی تعداد میں ہندو پاک اور دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جو کہ حلقہ دارالعلوم کہلاتا ہے، اس لیے یہ خاندان پورے ملک اور بیرون ملک ہر حلقہ اثر کو ۱۳۲۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل کیا گیا تھا اور وقت کے ممتاز اکابر علماء و مشائخ کے عظیم الشان اجتماع میں کتب نشینی کی تقریب عمل میں آئی۔ دو سال کی مدت میں قرآن کریم، تجوید و قرات کے ساتھ حفظ کیا، پانچ سال میں فارسی و ریاضی کا کورس کیا، اور آٹھ سال میں دارالعلوم دیوبند سے عربی کا نصاب مکمل کر لیا۔ اس طرح ۱۳۳۷ھ میں مکمل تعلیم سے فراغت پائی اور سند فضیلت حاصل کی۔ دوران تعلیم میں درالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ آپ کے ساتھ بوجہ خاندانی شرافت اور آبائی نسبت کے شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے اور مخصوص طریق پر تعلیم و تربیت میں حصہ لیتے رہے، حدیث کی خصوصی سند آپ نے وقت کے مشاہیر اور علماء و اساتذہ سے حاصل کی، آپ کے ممتاز اساتذہ میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ، مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا سید اصغر حسین دیو بندیؒ جیسے اکابر و مشائخ شامل ہیں۔
حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فراغت تعلیم کے بعد ۱۳۳۹ھ میں سلسلۂ بیعت حضرت شیخ مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ سے قائم کیا جس کے پانچ ماہ بعد حضرت شیخ الہند کا وصال ہو گیا، بعد ازاں ۱۳۵۰ھ میں آپ نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے سلسلہ بیعت قائم کیا اور بہت جلد خلافت و اجازت سے نوازے گئے اور حضرت حکیم الامت کی توجہات کا مرکز بنے رہے۔ ۱۳۴۱ھ میں دارالعلوم دیو بند کی تدریس کے زمانہ ہی میں آپ کو دارالعلوم دیو بند کا نائب مہتمم بنا دیا گیا تھا۔ پھر ۱۳۴۸ھ میں باقاعدہ طور پر آپ کو دارالعلوم کا مہتمم مقرر کیا گیا اور آخر وقت تک اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔
آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیو بند نے زیادہ ترقی کی اور دارالعلوم کی شہرت و عظمت کو چار چاند لگے رہے اور پوری دنیا میں دارالعلوم کا نام روشن ہوا۔ دارالعلوم کے اہتمام کے علاوہ آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور حدیث کی اونچے درجہ کی کتب بھی آپ کے زیر درس رہیں۔ حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ نے دارالعلوم دیو بند کے عظیم الشان دور اہتمام میں تدریس و تعلیم کی خدمت کے ساتھ ساتھ تبلیغ و اصلاح کا کام بھی عظیم الشان طریقے سے جاری رکھا۔ زمانہ طالب علمی ہی سے آپ نے تبلیغی و اصلاحی تقاریر کا سلسلہ شروع فرما دیا تھا۔ بعد ازاں مدارس کے جلسوں اور پبلک جلسوں اور کانفرنسوں میں آپ نے تبلیغ دین کا جو حق ادا کیا وہ بھی اظھر من الشمس ہے۔ آپ کو فن خطابت اور تقریر میں خداداد ملکہ اور قوت گویائی حاصل تھی۔ مختلف اہم اسلامی موضوعات اور عالمی حالات پر آپ دو دو تین تین گھنٹے مسلسل اور بے تکلف تقریر کرتے تھے۔ آپ کے بیان میں ٹھوس علمی مواد کے ساتھ حقائق و اسرار شریعت کھولنا اور تخلیق و ایجاد مضامین آپ کا خاص حصہ رہے، جسے آپ کے اکابر و اساتذہ بھی تسلیم کرتے تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم و معارف کے ترجمان اور شارح مانے جاتے تھے، فضلائے دارالعلوم دیو بند میں دو ہی ایسی شخصیات کے اسمائے گرامی سامنے آئے جن کو حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم و معارف کا ترجمان کہا

گیا ہے۔ایک شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب قاسمیؒ ان دونوں حضرات کی خطابت اور تقاریر نے پوری دنیا میں دارالعلوم دیو بند کا تعارف کرایا اور ملک و بیرون ممالک ایک وسیع حلقہ پیدا کیا۔حضرت حکیم الاسلامؒ نے اصلاحی تقاریر کے ذریعے ہزاروں افراد کی اصلاح کی اور اپنے فیض علمی وروحانی سے ہزاروں لوگوں کو مستفیض ومستفید کیا۔

حضرت حکیم الاسلامؒ نے تدریسی وتبلیغی و اصلاحی خدمات کے ساتھ ساتھ علمی و تصنیفی خدمات بھی سرانجام دیں۔آپ کے قلم فیض رقم سے سینکڑوں مقالات اور بہت سی تالیفات منظر عام پر آئیں جن میں "التشبہ فی الاسلام" سائنس اور اسلام' تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام' مسئلہ زبان اور ہندوستان' خطبۂ صدارت جمعیت علماء مراد آباد کانفرنس' خطبۂ صدارت بمبئی' خطبۂ صدارت سندھ کانفرنس' اصول ودعوت اسلام' مشاہیرات کلمات طیبات' تاریخ دارالعلوم دیو بند' تاریخ حجاز مقدس' اسلامی مساوات' مسئلہ تقدیر' سفر نامہ افغانستان اور دیگر اسلامی موضوعات پر متعدد تصانیف علمی شاہکار ہیں۔علاوہ ازیں خطبات حکیم الاسلامؒ کے نام سے متعدد جلدوں میں آپ کے علمی و اصلاحی خطبات شائع ہو چکے ہیں جو مقبول عالم ہیں۔الغرض آپ نے تدریس' تبلیغ' تقریر وتحریر اور تصنیف وتالیف میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں' جو نا قابل فراموش ہیں۔آپ ایک عظیم محدث ومفسر' خطیب وادیب متکلم ومنتظم' محقق ومدبر اور ایک عارف وشیخ کامل تھے' ساری حیات اپنے شیخ ومرشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہٗ کی تعلیمات وارشادات کے مطابق گزاری اور انہی کے مسلک ومشرب پر کاربند رہے۔سیاسی نظریات میں بھی اپنے شیخ معظم حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے پیروکار تھے' اسی لئے دو قومی نظریہ اور تحریک پاکستان کی تائید وحمایت فرماتے رہے۔آپ کے ہم عصر ساتھیوں میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ' شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

بہر حال آپ نے ساری حیات اسلام اور دارالعلوم کی خدمت میں گزاری اور بالآخر ۶ شوال ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء کو دیو بند میں رحلت فرمائی اور آبائی قبرستان قاسمی میں تدفین ہوئی۔حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔(آمین)

محدث العصر

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر، محقق دوراں حضرت سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ ان علماء محققین میں سے تھے جن پر پورا عالم اسلام بجا طور پر ناز کرسکتا ہے، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ علم دین کی اس تابندہ روایت کے امین تھے جو تحریک دیوبندی کے نام سے برعظیم ہندو پاک میں قائم ہوئی تھی۔ آپ کے تبحر علمی اور خدمت دین کی ضوفشانی پاکستان کی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش حصہ ہے۔

آپ ۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں پشاور کے قریب ایک گاؤں بنور میں پیدا ہوئے آپ کے والد مولانا سید محمد زکریا صاحب بنوریؒ ایک ممتاز عالم دین اور مشہور تاجر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور ماموں سے حاصل کی۔ اس کے بعد پشاور کے علماء اور امیر حبیب اللہ خان کے دور میں کابل کے ایک دینی مکتب میں عربی اور دین کی ثانوی تعلیم حاصل کی اس عرصے میں آپ نے اصول فقہ، منطق و فلسفہ اور معانی کی متوسط کتابیں جن علماء و اساتذہ سے پڑھیں ان میں پشاور اور کابل کے ممتاز علماء مولانا شیخ عبدالقدیر افغانی اور شیخ محمد صالح افغانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء تک آپ نے مختلف علوم وفنون اور حدیث کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے آفتاب علم و عمل اساتذہ سے خصوصی استفادہ کا موقع ملا اور آپ کو لائق اور ہونہار شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت بنوریؒ نے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ہمراہ خادم کی حیثیت سے شب و روز سفر کیا اور جب علامہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دارالعلوم دیوبند سے الگ ہوکر ڈابھیل چلے گئے اور وہاں جامعہ اسلامیہ قائم کیا تو حضرت سید مولانا بنوریؒ کو وہاں کا صدر مدرس اور شیخ الحدیث کا عہدہ دیا گیا اس کے ساتھ مجلس علمی ڈابھیل کا رکن بھی مقرر کیا۔ اس مجلس کی بہت سی کتابیں قاہرہ میں شائع ہوئیں۔ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں

جب آپ ۱۹۳۷ء میں قاہرہ تشریف لے گئے تھے تو خلافت عثمانیہ کے دینی امور کے سابق جنرل سیکرٹری شیخ محمد زاہد الکوثری محقق العصر سے بھی استفادہ کیا' اس کے علاوہ فقہ مالکی کے علماء سے بھی فیض یاب ہوئے اور حدیث کی سند حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر شیخ التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ تین سال کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم کیا۔ جس میں گذشتہ ۲۳ برس سے دینی تعلیم دی جا رہی ہے اور یہ مدرسہ آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ اس میں آپ نے دینی علوم کی تحقیق کے لئے ایک ادارہ قائم کیا جس کے تحت بیسوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ پندرہ سال قبل ایک ماہنامہ ''بینات'' جاری کیا۔ جس کو آپ نے دینی جذبے کی تکمیل کے لیے جاری رکھا۔ ظلم و استبداد کو پناہ دینے والے حکمرانوں کے خلاف استعمال کیا اس میں ان کا قلم کبھی مصلحت کا پابند نہیں رہا۔ آپ کی تصانیف میں عربی کی چار بڑی کتابیں اور درجنوں مقدمات شامل ہیں۔ جو دوسروں کی تصانیف پر تحریر کیے ہیں۔ آپ نے ''معارف السنن'' کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی کی شرح چھ جلدوں میں شائع کروائی۔ اس کے لئے مزید چھ جلدیں لکھنے کا ارادہ تھا لیکن افسوس زندگی نے وفا نہ کی۔

مولانا بنوریؒ بے مثال محقق اور عظیم محدث ہونے کے ساتھ عربی کے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ان کی تحریروں میں سادگی اور روانی کا ایسا خوبصورت امتزاج ملتا ہے کہ پڑھنے والا اس کی افادیت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کی تحریروں میں استدلال و تفکر پیش کیا گیا ہے۔ جنہیں سرسری انداز سے پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہی نہیں اور ان سے اتفاق نہ کرنے والے بھی ان تاریکیوں اور مباحث پر سوچنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ان تحریروں سے اندھی تقلید پر شدید ضرب پہنچتی ہے۔ یہی کیفیت ان کی اردو تحریروں میں بھی وہی عظمت اور عالمانہ وقار ملتا ہے۔ آپ کو یہاں بھی اسی قدر عبور حاصل تھا۔ آپ نے تقریباً ۴۵ سال تک مسند تدریس کو رونق بخشی اور درس حدیث دینے میں مصروف رہے۔ آپ سے فیض یاب ہونے والے اتنی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ کہ ان کے بارے میں کوئی صحیح تعداد بتانا ممکن نہیں۔ مدرسہ

عربیہ اسلامیہ کراچی سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء میں پاکستان کے علاوہ افغانستان' انڈونیشیا' افریقہ' امریکہ اور یورپ کے لوگ بھی شامل ہیں۔ جو اس وقت خود بھی تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔ آپ ساری زندگی پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔ ۱۹۵۱ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ حکومت کو پیش کیا اور آپ نے تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ پاکستان میں فتنہ قادیانیت کے لیے جو تحریک اٹھی تھی۔ حضرت بنوریؒ کی قیادت میں اس تحریک نے پورے ملک میں جوش و خروش پیدا کیا۔ اس تحریک میں اس قدر والہانہ پن اور شدت تھی کہ قومی اسمبلی نے اس مسئلہ کو متفقہ طور پر منظور کیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے مولانا بنوریؒ پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے' مصر کی اسلامی کانفرنس آپ کو ہر سال بلاتی تھی۔ اس سال وہ خرابی صحت کی وجہ سے نہیں جا سکے۔ اور دوسرے یہ کہ ملک میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس جاری تھے ان میں شمولیت بھی ضروری تھی۔ کیونکہ آپ انہی دنوں اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر مقرر ہوئے تھے۔ اس لیے آپ کی موجودگی اسلامی کونسل میں نہایت ضروری تھی۔ لیکن وقت نے آپ کو اس کام کے لئے مہلت ہی نہ دی اور وہ چراغ بجھ گیا۔ جس سے روشنی کا سلسلہ جاری تھا۔

مولانا بنوریؒ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند تھا۔ اکابر علماء کو بھی آپ کی جامع شخصیت کا اعتراف تھا اور آپ کی ذات پر مکمل اعتماد تھا۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:

''مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے علم کے صحیح حامل ہیں''

اسی طرح حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی متفقہ رائے ہے کہ ''مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم' محدث' مفسر اور فقیہ تھے'' وہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے علوم و معارف کے امین تھے' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف

علی تھانویؒ کے خلیفہ اور روحانی جانشین تھے وہ تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد اور ایک سچے عاشق رسولؐ تھے"

بہرحال حضرت مولانا بنوریؒ ملک وملت کے لئے عظیم سرمایہ تھے۔ وہ بہت سادہ خوش مزاج اور خلیق شخصیت تھے' ان سے جو بھی ایک بار ملتا وہ آپ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ نہایت متواضع' مہمان نواز اور متبع سنت تھے۔ آخر کار یہ مرد مومن ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء مطابق ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ بروز سوموار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

دو جگہوں پر نماز جنازہ پڑھائی گئی' پہلی نماز جنازہ راولپنڈی میں ہوئی۔ جس کی امامت مولانا عبدالحق صاحب نے کی اور دوسری نماز جنازہ کراچی میں پڑھائی گئی جس کی امامت حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی نے فرمائی۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین۔ اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(تفصیلی حالات' بینات بنوری نمبر میں ملاحظہ فرمائیے)



مخدوم العلماء

حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا اطہر علی صاحب تحریک پاکستان کے ان علماء حق میں سے تھے' جنہوں نے مسلم لیگ کی حمایت میں نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر کام کیا' آپ مشرقی پاکستان میں دیو بندی مسلک کا سب سے پہلا نمونہ تھے آپ نے نصف صدی سے زائد بے غرضی اور لگن کے ساتھ احیاء دین وشریعت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے کام کیا۔ آپ کی زندگی جذبۂ خدمت دین اور شوق حریت کا حسین امتزاج تھی۔

آپ ضلع سلہٹ مشرقی پاکستان کے ایک شریف' معزز اور دیندار گھرانے میں ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے' قرآن مجید اپنے والد ماجد سے پڑھا اور ابتدائی تعلیم مدرسہ بڑدیس تھانہ نیافی بازار میں حاصل کی' ثانوی تعلیم مدرسہ قاسمیہ مراد آباد میں حاصل کی' پھر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیو بند تشریف لے آئے' اور امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' عارف باللہ حضرت مولانا اصغر حسین دیو بندیؒ اور استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ جیسے آفتاب علم وعمل اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ جھگا باڑی میں مدرس ہوئے۔ کچھ عرصہ ضلع کمیلا میں مدرسہ قاسمیہ کے صدر مدرس رہے۔ بحیثیت مدرس آپ کی کامیابی اور مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلہٹ میں یہ بات ضرب المثل بن گئی تھی' کہ جو شخص آپ کے درس میں بیٹھے اور پھر بھی سبق نہ سمجھے' اس کو پڑھنا ہی ترک کر دینا چاہیے تعلیمی وتدریسی خدمات کے ساتھ ہمیشہ تبلیغی واصلاحی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور اس سلسلہ میں بولائی ضلع کشور گنج کے ایک رئیس کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے۔ اور کئی سال تک تبلیغی واصلاحی خدمات میں مصروف رہے اور دینی سرگرمیوں کی وجہ سے جلد ہی مرجع عوام وخواص بن گئے بعد میں کچھ دینی مصلحت کی وجہ سے ہیبت نگر چھوڑ کر پورن تھانہ میں مقیم ہو گئے جہاں ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھی' آپ کی کوششوں اور مساعی جمیلہ کی بدولت آج اس مسجد کا شمار مشرقی پاکستان کی عظیم مساجد

میں ہوتا ہے اور اس مسجد کا پانچ منزلہ مینار دہلی کے قطب مینار کی یاد دلاتا ہے' یہاں قیام کے دوران حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حکم سے درس وتدریس کے ساتھ عقیدت مندوں کے اخلاق واعمال کی اصلاح میں مصروف رہے اور حکیم الامت قدس سرہٗ کی تحریر کردہ **تنظیم المسلمین** اور **تعلیم المسلمین** کی اشاعت کے بعد دعوت وتبلیغ کے کاموں میں پہلے سے زیادہ وقت گزارنے لگے۔ ۱۹۴۵ء میں مدرسہ امداد العلوم کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جو کچھ عرصہ بعد عظیم الشان دینی ادارہ ''جامعہ امدادیہ کشور گنج'' کی شکل اختیار کر گیا جس میں اب تک ہزاروں طالبان علم حدیث حاصل کر چکے ہیں اور آپ کے ہزاروں طالبان علم اور فیض یافتہ حضرات اندرون وبیرون ملک دینی وملی خدمات میں مصروف ہیں۔

تعلیمی وتدریسی کاموں کے علاوہ آپ نے اس وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ روحانی تعلق قائم رکھا اور ان کے دست حق پر بیعت کی اور پھر اپنے شیخ کی ہدایت واحکامات پر عامل رہ کر مسلسل سلوک وتصوف کے مدارج طے کرتے رہے اور تین سال کے مختصر عرصہ میں شعبان ۱۳۲۸ھ میں خلافت واجازت کے شرف سے مشرف ہوئے حکیم الامت سے تعلق کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

''مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جتنا بھی میں نے علم حاصل کیا تھا اور جو کچھ پڑھا تھا وہ محض زبانی تھا حضرت حکیم الامت سے تعلق کے بعد حقیقت سمجھ میں آئی اور ان پر حقیقی معنوں میں عمل کرنے کی توفیق ہوئی۔''

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو سلوک کے اس اصول کے تحت کہ مرید اپنے آپ کو شیخ کے حوالے اس طرح کردے جیسے میت کو غسال کے حوالے کر دیا جاتا ہے آپ نے واقعی اپنے آپ کو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے تابع کر رکھا تھا اور جیسے وہ حکم فرماتے اسی پر عمل کرتے تھے۔

علمی' دینی' تبلیغی واصلاحی خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے استاد مکرم شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے ہم عصر علماء شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ کے شانہ بشانہ تحریک

پاکستان اوراس کے بعد نظام اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں بھرپور عملی حصہ لیا اور وہ خدمات جلیلہ انجام دیں۔ جنہیں تاریخ پاکستان کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ حضرت مولانا اطہر علی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی زندگی کا آغاز سلہٹ ہی سے ہوا۔ جہاں سرحد کی طرح سے مسلم لیگ ریفرنڈم کرا رہی تھی اور آسام کے ساتھ یہ علاقہ کانگریس کا مضبوط اڈا تھا لیکن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ کی دن رات کوشش اور جدوجہد سے سلہٹ کا علاقہ پاکستان کی سرحد میں شامل ہو گیا' پاکستان بن جانے کے بعد تحریک پاکستان میں شامل علماء نے مشرقی و مغربی پاکستان میں یہ فیصلہ کیا کہ اب ہمیں پاکستان تو حاصل ہو گیا ہے' مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ملک میں نظریہ پاکستان اور قائداعظم کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اسلامی نظام کے قیام کی کوشش تیز کر دی جائے چنانچہ اس کے لیے قومی اسمبلی کے اندر نظام اسلام کے روح رواں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ایک مضبوط چٹان بن کر کام کر رہے تھے اور ان کے رفقاء جمعیت علماء اسلام میں رہ کر پورے پاکستان میں سرگرم عمل تھے۔ چنانچہ دائیں بازو مشرقی پاکستان میں اس تحریک کی قیادت حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا دین محمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرما رہے تھے اور بائیں بازو مغربی پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا ظفر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی تحریک نظام اسلامی کو پروان چڑھا رہے تھے' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جب پاکستان بننے کے بعد ڈھاکہ میں جب پہلی مرتبہ جمعیت علماء اسلام کی ایک عظیم الشان کانفرنس میں شریک ہوئے۔ تو مولانا اطہر علی سلہٹی مرحوم نے ہی خطبہ استقبالیہ پیش کیا جو آج بھی مطبوعہ موجود ہے جس کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کو زندگی بسر کرانے کے لیے مولانا مرحوم کے دل و دماغ میں کس قدر عزم و استقلال کی پختگی موجزن تھی۔ غرض کہ آپ ساری زندگی پاکستان میں نظام اسلام کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور اس مقصد کے لیے مشرقی پاکستان سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اس کے بعد قرارداد مقاصد کی ترتیب وتدوین میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کے دست راست

رہے' پھر ۱۹۵۱ء کے ہر مکتبہ فکر کے جید علماء کے اجلاس میں شرکت کے لیے کراچی تشریف لائے اور ۲۲ نکات کی ترتیب و تدوین میں علماء کا ہاتھ بٹایا۔ پھر ۱۹۵۳ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے دستوری تجاویز میں ضروری ترامیم کے سلسلے میں جن علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی ان میں مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے اسی طرح اردو کو سرکاری زبان بنانے والی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اس سلسلہ میں بھی قائداعظم سے ملاقات کی۔ اور ہمیشہ آپ نے ہر جابر و ظالم کے سامنے کلمہ حق ادا کیا تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا اور اس لادینی نظام کے سیلاب کو روکنے کیلئے مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود زبردست تحریک چلائی اور پاکستان کے اہم شہروں میں دورہ فرماتے رہے اور عوام کو اس لادینی فتنے سے آگاہ کرتے رہے۔

الغرض حضرت مولانا مرحوم کی ذات گرامی مشرقی و مغربی پاکستان میں احیاء دینی' روحانی اخلاقی تعلیم و تربیت اور نشر و اشاعت علوم و معارف قرآنیہ کے لیے وقف تھی آپ کی تقریر و تحریر موثر اور دل پذیر ہوتی تھی۔ زندگی بڑی سادہ تھی' تکلف' تصنع اور مادی آرائش و زیبائش سے نفرت تھی۔ ان خوبیوں کے علاوہ مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور اعلائے کلمۃ الحق سے کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ اس کی سزا بھی بھگتنی پڑی اور مجیب الرحمٰن کے ظالمانہ دور حکومت میں آپ کو کلمۃ الحق کی پاداش میں قیدی بنایا گیا۔ یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ دیئے گئے۔ رہائی کے بعد آپ پر فالج کا زبردست حملہ ہوا اور میمن سنگھ ہسپتال میں ۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ کو رات دس بجے اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

جامعہ امدادیہ کشور گنج میں آپ کی تدفین ہوئی۔ جو آپ ہی کی جاری کردہ ایک عظیم الشان درسگاہ ہے' آپ کی وفات پر ملک کے ممتاز علمائے اکرام نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ آپ کی علمی' دینی روحانی' اور سیاسی کارناموں کا اعتراف کیا۔ ذیل میں چند مشاہیر علماء کے مختصر تاثرات درج کیے جاتے ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ فرماتے ہیں کہ:

''مولانا اطہر علی صاحب سابق مشرقی پاکستان کے ممتاز ترین عالم تھے۔ علمی وسیاسی خدمات میں مشہور بزرگ تھے آپ بنگلہ دیش کے علماء وفضلاء میں جامع شخصیت تھے' وہ عالم تھے۔ فاضل تھے' صوفی تھے' درویش تھے' دیوبند کے فاضل تھے اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد تھے۔''

مولانا جمیل احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مولانا اطہر علی صاحب کی شخصیت اس دور میں چراغ راہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کی زندگی سلف الصالحین کا نمونہ تھی اور اپنے علم وفضل زہد وتقویٰ اور بے لوث خدمت دین کی وجہ سے عوام وخواص میں بے حد مقبول تھے۔ ان کی وفات علمی حلقوں کا عظیم نقصان ہے۔''

مولانا محمد تقی عثمانی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا مرحوم پوری امت مسلمہ کی گراں قدر متاع تھے۔ ان کی وفات پوری دنیائے اسلام کے لئے ایک سانحہ عظیم ہے۔''

مولانا محمد متین خطیب صاحب فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا کی ذات بابرکات کی وفات سے پوری قوم یتیم ہوگئی ہے اور علماء کی روشن شمع بجھ گئی' کشور گنج مشرقی پاکستان میں جامعہ امدادیہ' آپ کی عظیم دینی درسگاہ ہے۔ جس کی بنیاد پر آپ نے لاکھوں روپے خرچ کیے تھے۔ اس جامعہ کی عظیم الشان مسجد شہداء کے ممبر ومحراب آج بھی آپ کے مواعظ حسنہ اور ذکر اللہ کی صدائیں یاد دلاتے ہیں اور آج بھی ذکر اللہ کی صدائیں بلند ہورہی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک بلند ہوتی رہیں گی۔''

اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

شیخ عالم قطب ملت حضرت اطہر علیؒ وارث علم نبوت حضرت اطہر علیؒ
جانشین تھانویؒ مرد حق روشن ضمیر ہادئ راہ ہدیٰ حق کی رحمت حضرت اطہر علیؒ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد ذکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ان علماء حق میں سے تھے جن کا علم وفضل زہد وتقویٰ اور خلوص وللّٰہیت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتے ہیں' آپ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فرزند ارجمند اور حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ بانی تبلیغی جماعت کے بھتیجے تھے۔ اصل وطن کاندھلہ تھا اسی نسبت سے کاندھلوی کہلاتے تھے' آپ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو پیدا ہوئے اور اول تا آخر تمام تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر نگرانی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پائی۔ ۱۳۳۴ھ میں دورۂ حدیث شیخ المحدثین قطب العارفین حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ اور اپنے والد محترم حضرت اقدس عارف باللہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر سند فراغ حاصل کی' آپ کے دوسرے اساتذہ میں رئیس التبلیغ حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اکابر علماء شامل ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں آپ مدرس مقرر ہوئے اور بہت جلد ہی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کی وجہ سے صدر مدرس مقرر ہوئے اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شیخ الحدیث کا خطاب عطا فرمایا پھر آخر وقت تک اسی منصب جلیلہ پر فائز رہے اور علم حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے ہزاروں طالبان علم آپ کے فیض علمی سے مستفیض ہوئے جو آج خود بھی علمی وتدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔ محقق العصر فخر اسلاف حضرت علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ' کو یوں تو سارے ہی علوم میں دسترس عطا فرمائی تھی لیکن خاص طور پر علم حدیث کے ساتھ آپ کا تعلق اور اشتغال اس درجہ تھا

کہ ''شیخ الحدیث'' آپ کے اسم گرامی کا جزو بلکہ اس کا قائم مقام بن گیا' علمی و دینی حلقوں میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو آپ کے سوا کسی اور کی طرف ذہن جاتا ہی نہ تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں اس لقب کا کوئی حقیقی مستحق تھا تو وہ آپ ہی کی ذات تھی' سالہا سال حدیث کا درس آپ کا جزو زندگی تھا پھر تالیف و تصنیف کے میدان میں علم حدیث کی متنوع خدمات اللہ تعالیٰ نے آپ سے لیں' اس دور میں شاید ان کی نظیر نہیں ہے' سب سے پہلے آپ نے اپنے شیخ مکرم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کے ساتھ رہ کر ان کی ابوداؤد کی شرح ''بذل المجهود'' کی تالیف میں ان کو مدد دی پھر موطا امام مالك کی عظیم شرح ''اوجز المسالك'' تالیف فرمائی جو اس صدی کے علمی کارناموں میں سرفہرست ہے اور جس کی قدر اہل علم ہی جانتے ہیں' اس کے علاوہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی تقریر ترمذی ''الکوکب الدری'' پر حضرتؒ نے جو حاشیہ تحریر فرمایا ہے وہ اپنے اختصار اور جامعیت میں اپنی نظیر آپ ہے پھر آخر میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر بخاری شریف ''لامع الدراری'' پر جو مفصل تعلیقات آپ نے تحریر فرمائی ہیں آج ''صحیح بخاری'' کا کوئی طالب علم یا مدرس ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا' ان میں سے ہر ایک علمی خدمت ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص ساری عمر میں وہی خدمت انجام دے تو وہ تنہا بھی اس کی علمی عظمت کے ثبوت کے لیے کافی ہے' یہ تمام کارنامے تو اہل علم کی رہنمائی کے لئے ہیں لیکن عام مسلمانوں کے لیے بھی حضرتؒ نے تالیفات کا جو انتہائی مفید ذخیرہ چھوڑا ہے اس سے آج ایک دنیا سیراب ہو رہی ہے۔ ''فضائل'' کے سلسلے کی تالیفات جو ''تبلیغی نصاب'' کے نام سے مشہور ہو گئی ہیں' اپنی سادگی اور تاثیر میں بے مثال ہیں بلا مبالغہ ہزارہا زندگیوں میں ان کے ذریعے انقلاب پیدا ہوا ہے اور آج مسجد مسجد ان کے اجتماعی مطالعے کا سلسلہ جاری ہے اور شاید چوبیس گھنٹے میں کوئی وقت ایسا نہ ہو جب وہ دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں پڑھی نہ جا رہی ہوں'' (ماہنامہ البلاغ کراچی رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ)

بہر حال آپ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بلند مقام پایا تھا اور ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز کیا تھا اور اسی سال ''بذل

المجھود" میں اپنے استاد و مربی حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ کے ساتھ مل کر کام شروع کیا تھا جو ۱۳۴۵ھ میں تکمیل کو پہنچا اس کے علاوہ بہت سی تصانیف آپ کے قلم فیض رقم سے منصۂ شہود پر آئیں جن میں "تاریخ مشائخ چشتیہ، تاریخ مظاہر العلوم، شرح مسلم، تقاریر مشکوٰۃ، یادایام آپ بیتی، شمائل ترمذی، موطا امام مالک" اور تبلیغی نصاب وغیرہ زیادہ معروف ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مدیر "بینات" فرماتے تھے کہ:

"حق تعالیٰ شانہ کی عنایت ازلیہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو جن گوناں گوں امتیازی اوصاف و کمالات کا جامع بنایا تھا اور جن کی نظیر گذشتہ صدیوں میں بھی خال ہی خال نظر آتی ہے، حضرتؒ کے زہد و تقویٰ، خشیت و انابت، عزیمت و توکل، ایثار و قربانی، جود و سخا، وسعت ظرف و علو ہمت، محبت و محبوبیت وغیرہ اوصاف و کمالات جن تک ہم ایسے کوتاہ بینوں کی نظر پہنچ سکتی ہے وہ بھی اس قدر ہیں کہ ان کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیے اور بہت سے کمالات تو ہم ایسوں کی فکر پرواز سے بھی بالاتر ہیں۔"

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

(بینات کراچی)

الغرض آپ ایک عظیم محدث و مفسر اور عارف کامل تھے، آپ نے روحانی سلسلہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے قائم فرمایا تھا اور علم ظاہر کے ساتھ علم باطن میں بھی ایک بلند مقام حاصل کیا تھا آپ نے حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے خوب فیض علمی و روحانی حاصل کیا اور خلعت خلافت سے بھی نوازے گئے تھے۔ حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہٗ کی رحلت کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور ان سے بھی خلافت حاصل کی اس طرح سے آپ ایک شیخ کامل بھی تھے، لاکھوں افراد کو اپنے روحانی فیض سے مستفید کیا۔ دنیا بھر کے ممالک کے تبلیغی اسفار کیے اور زندگی بھر دینی، علمی اور تبلیغی

خدمات انجام دیتے رہے۔علم وفضل اور روحانیت کے ایسے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ تواضع وانکساری کا پیکر تھے اور ایک سچے عاشق رسولؐ تھے۔اسی عشق نبویؐ میں سرشار دل میں یہ آرزو لے کر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما گئے کہ زندگی کے آخری لمحات دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہوں اور جنت البقیع کی خاک پاک نصیب ہو اسی آرزو اور تمنا کو لیکر ہندوستان سے اپنے اہل وعیال اور گھر بار کو خیر باد کہہ کر سالہا سال سے مدینہ منورہ میں قیام فرمارہے تھے۔وہاں بھی ہر وقت فیض کے دریا جاری تھے۔رشد وہدایت' درس وتبلیغ اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم تھا اور ہزاروں لوگ ان کے فیض علمی وروحانی سے سیراب وشاداب ہورہے تھے کہ ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء کو یہ مرد حق اور شیخ جلیل عالم آخرت کی طرف تشریف لے گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پوری علمی وروحانی دنیا تاریک ہوگئی' زہد وتقویٰ اور علم وفضل کا آفتاب غروب ہوگیا جس کی کرنوں سے پوری دنیا منور تھی۔حق تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

تاریک ہو گئی ہے شبستان اولیاء
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

(تفصیل ''چالیس بڑے مسلمان'' میں پڑھیے)



شمس العلماء

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء کو ترنگ زئی چارسدہ میں مولانا غلام حیدر بن مولانا خان عالم بن مولانا سعد اللہ کے گھر پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی ۱۹۰۹ء میں پرائمری سکول میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۱۳ء میں فارغ ہوئے پھر سرحد وافغانستان کے مختلف علماء سے فنون کی کتابیں پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ اور مولانا رسول خان ہزارویؒ وغیر ہم حضرات سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ علم طب کی تکمیل بھی دارالعلوم میں کی۔ اور پھر جون ۱۹۲۲ء میں اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی' حج سے واپس ہوئے تو ہندوستان میں شدھی تحریک زوروں پر تھی۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شہر دھانند کے فتنہ ارتداد اور شدھی تحریک کی روک تھام کے لئے جو پچاس مبلغین راجپوتانہ بھیجے ان کے قائد آپ تھے' آریہ سماج کے خلاف تبلیغ کا مرکز شہر آگرہ ڈھولی کھار میں قائم کیا گیا' آپ کی مخلصانہ تبلیغی کوششیں رنگ لائیں برائے نام مسلمانوں کو ارتداد سے بچایا گیا اور بے شمار ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آریوں کے مشہور مناظرین کو عام جلسوں میں عبرتناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ جب فتنہ ارتداد کے خاتمہ پر کامیابی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند واپسی ہوئی تو دارالعلوم میں ایک جلسہ ہوا جس میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تشریف فرما تھے ان کے ارشاد پر آپ نے تبلیغی حالات وکوائف پر ایسی جامع تقریر فرمائی کہ ان بزرگوں نے دل کھول کر دعائیں دیں۔

کم وبیش ایک سال تک دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں نادر کتب کا مطالعہ کرتے

رہے۔ قیام حجاز کے دوران سلطان عبدالحمید خان کے مکتبہ حمیدیہ میں خوب مطالعہ کرتے رہے ۱۳۴۱ھ میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈا کراچی میں بطور صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا' ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ ارشاد العلوم قنبر علی خان لاڑکانہ سندھ میں صدر مدرس رہے' ۱۳۴۶ھ میں مدرسہ قاسم العلوم شیرانولہ دروازہ لاہور میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیں ۱۳۵۰ھ میں مدرسہ دارالفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ پھر ۱۳۵۴ھ تا ۱۳۵۷ھ دارالعلوم دیوبند میں درجہ علیا کے استاد اور شیخ التفسیر رہے۔ ۱۹۳۹ء میں قلات کے وزیر معارف مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں دوبارہ اسی عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مدرس اعلی رہے' ۱۹۶۴ء میں شیخ التفسیر والحدیث اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ کے منصب پر کام کیا۔ ۱۹۶۳ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور تقریباً بارہ تیرہ سال تک تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ملک اور بیرون ملک علمی خدمات انجام دے رہے ہیں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں "علوم القرآن اردو" "سوشلزم اور اسلام" "اسلام عالمگیر مذہب ہے" معین القضاۃ والمفتین عربی" "شرح ضابطہ دیوانی اردو" "سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے" "عالمی مشکلات اوران کا قرآنی حل" "مدارس کا معاشرہ پر اثر" "ترقی اور اسلام" "آئینہ آریہ" متنازعہ مسائل کا حقیقی حل" "تصوف اور تعمیر کردار" "اسلامی جہاد" "کمیونزم اور اسلام" "احکام القرآن و مفردات القرآن' مشکلات القرآن" حقیقت زمان و مکان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ وقت کے بہت بڑے عالم' مفسر' مدبر' محقق اور عارف تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت ہیں اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے خلیفہ مجاز ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے اور بزرگوں کی یادگار ہیں بہت سی دینی انجمنوں اور دینی مدارس کے سرپرست اور عالم اسلام کے عظیم مذہبی پیشوا تھے۔

آپ نے ۱۶ اگست ۱۹۸۳ء کو رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مخدوم العلماء فقیہ العصر

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم العلماء والفضلاء مفتی اعظم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا اصل وطن قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یو پی) تھا اور سلسلہ نسب خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے' آپ کے والد ماجد مولانا حافظ سعید احمد تھانوی علی گڑھ کالج میں پروفیسر تھے "الاخلاق الحدیه" (چار جلدیں) سیرت صلاح الدین' نساء المسلمین وغیرہ کتب کے مصنف تھے اور کچھ عرصہ ہفتہ وار اسلام کے مدیر اور انجمن تبلیغ اسلام کے ناظم بھی رہے تھے۔ آپ کے دادا جناب حافظ امیر احمد صاحب تھانوی مرحوم ۱۸۵۷ء کے لگ بھگ پشاور میں کمشنر رہے تھے۔ آپ ۱۰ شوال مکرم ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے آپ کی ننہال راجو پور ضلع سہارنپور کی تھی قرآن شریف کی ابتدا وہیں ہوئی والد صاحب کی ملازمت کی وجہ سے علی گڑھ زیادہ رہنا ہوا اس لئے یہیں ناظرہ قرآن پاک ختم کر کے اسکول میں اردو کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں آ کر فارسی کتب تیسیر المبتدی سے یوسف زلیخا تک اور عربی کتب میزان الصرف سے هدایة النحو تک پڑھیں جب حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی نے جلال آباد میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تو آپ یہاں چلے آئے اور شرح جامی کی جماعت میں شامل کر دئے گئے بعد ازاں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کے ارشاد اور توجہ دلانے سے ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور کافیہ کبریٰ' نور الایضاح اسباق تجویز ہوئے اور تمام کتب کے علوم وفنون سے اول پوزیشن میں ۱۳۴۲ھ کو فراغت حاصل کی حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دورۂ حدیث کی تمام کتب میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے پر کئی کتابیں اور ایک گھڑی عنایت فرمائی درجہ ابتدائی میں کل کتب کے استاد مولانا ظہور الحق دیو بندی تھے اور بعد میں حضرت مولانا حافظ

عبداللطیف صاحب' مولانا ثابت علی صاحب' مولانا منظور احمد صاحب' مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری' مولانا اسعد اللہ رامپوری مولانا بدر عالم میرٹھی اور حدیث شریف میں مشکوٰۃ کے استاد حضرت مولانا ثابت علی صاحب' ترمذی شریف اور طحاوی شریف کے حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب' ابوداؤد اور ابن ماجہ کے حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری خلیفہ تھانوی' بخاری و مسلم شریف اور موطین کے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد قدس سرہٗ استاد تھے۔ سندحدیث حضرت اقدس سہارنپوری کے دست مبارک سے عطا ہوئی اور حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام کتب حدیث کی خصوصی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

بعد فراغت کھم ضلع دنگل حیدرآباد دکن کے مدرسہ میں حضرت اقدس سہارنپوری کے حکم سے تدریس وتبلیغ اور وعظ وتقریر کے لئے تشریف لے گئے کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں نائب شیخ الادب کا عہدہ آپ کو سونپا گیا تقریباً گیارہ ماہ بعد حضرت اقدس مولانا سہارنپوری کی تعمیل میں واپس سہارنپور پہنچے اور مدرسہ مظاہر العلوم مین مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے یہاں پر علم وفن کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۴۵ھ سے ۱۳۷۰ھ تک مظاہر العلوم سہارنپور ہی میں سلسلہ تدریس جاری رہا۔ ۱۳۴۶ھ میں سہارنپور سے ایک رسالہ المظاہر اور ۱۳۴۸ھ میں ایک دوسرا جریدہ ماہنامہ دیندار جاری فرمایا جو ایک عرصہ تک دعوت وتبلیغ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۲۵۶ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۳۶۰ھ میں حکیم الامت مجدد اعظم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کی علالت وتیمارداری کی غرض سے تھانہ بھون قیام فرمایا چونکہ یہ قیام طویل تھا اس لئے مدرسہ سے سال بھر کی رخصت لیتے رہے اور خانقاہ اشرفیہ کے مدرسہ امداد العلوم میں حضرت حکیم الامت کے حکم سے درس وتدریس اور فتاویٰ کی خدمت میں مشغول رہے مدرسہ مظاہر العلوم کی تدریس کے دوران ہزاروں طالبان علم نے آپ سے کسب فیض کیا جن میں رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امیر تبلیغ مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا بشیر اللہ برمی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبید اللہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد عامر رامپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ' خلیفہ حضرت تھانوی مولانا مفتی منظور

احمد بجنوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاضی زاہد الحسینی کیمبلپوری رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ہندوستان کے مختلف مدارس عربیہ خصوصاً مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور امداد العلوم تھانہ بھون میں ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی سے مستفید کرنے کے بعد ۱۳۷۰ھ میں پاکستان کے لئے رخت سفر باندھا اور حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری خلیفہ اعظم حضرت تھانوی کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریسی وفقہی خدمات کے لئے مقرر ہوئے یہاں ۱۳۹۱ھ تک بلند پایہ کتب زیر درس رہیں بعد ازاں طبعی اعذار کی وجہ سے اسباق بند کر دیئے گئے اور صرف خدمت افتاء کا کام باقی رہا۔ ۱۳۷۰ھ سے ۱۴۱۵ھ تک پینتالیس برس آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں استاذ الحدیث اور صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت دین میں گزارے لاکھوں فتاویٰ آپ کے قلم سے نکلے جو ملک وبیرون ملک قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے سینکڑوں تصنیفات و تالیفات اور مقالات آپ نے لکھے اور ہزاروں طالبان علم حدیث وفقہ نے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے جو بہت بڑی دین اسلام کی خدمت ہے پاکستان میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد فتاویٰ میں آپ ہی کو اعلیٰ مقام حاصل تھا اور آپ کے فتاویٰ اور فقہی مہارت پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کامل اعتماد تھا آپ کی تالیفات میں دعوات التبلیغ' زکوٰۃ الحلی اعلیٰ' حاشیہ تیسیر المنطق' تراجم الحماسین شرح عربی ازہار العرب' دعوت التجارۃ' جمال الاولیاء' ارث الحفید' نصاب دینی مدارس ضرورت مذہب' عظمت حدیث' شرح بلوغ المرام فضائل بیعت نبی کل کائنات اور دلائل القرآن علی مسائل نعمان علمی شاہکار ہیں۔ ان کتب کے علاوہ رسائل علمی وفقہی موضوعات پر شائع ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن خالص علمی وفقہی تھا اور زندگی کی تمام تر توانائیاں تعلیم وتدریس اور خدمت افتاء کے لئے وقف تھیں سیاست سے عملاً بے تعلق سے رہے مگر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے تحریک پاکستان میں آپ کا موقف اپنے شیخ ومربی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے موافق تھا اور حضرت حکیم الامت کی طرح دوقومی نظریہ اور مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کے نہ

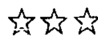
صرف حامی بلکہ داعی اور علمبردار رہے آپ نے ہمیشہ کانگریس کے نظریہ متحدہ قومیت کی مخالفت کی اور تحریک پاکستان کے زمانہ میں ہندو مسلم اتحاد کے دلفریب نعروں کا کھوکھلا پن واضح کرتے رہے اور ان کے نقصانات سے ملت اسلامیہ کو آگاہ فرماتے رہے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ جو دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اور اکابر علماء دیوبند کے شیخ و مربی تھے انہوں نے جب اپنے خلفاء و متوسلین کے ذریعے زعماء مسلم لیگ خصوصاً قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کی اصلاح اور دینی تربیت کا فیصلہ کیا تو آپ کو بھی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا جلیل احمد شیروانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ان کی اصلاح و تبلیغ کے لئے مقرر فرمایا ان علماء حق نے زعماء مسلم لیگ کی اصلاح و تربیت کے لئے تبلیغ دان کا فریضہ سرانجام دیا اور باقاعدہ مسلم لیگ کی حمایت میں ایک فتویٰ صادر فرمایا جس کی بدولت ہوا کا رخ بدل گیا اور مسلم لیگ کامیاب ہوئی اس کا اعتراف خود قائداعظم اور لیاقت علی خان مرحوم نے بارہا کیا۔ پھر ان حضرات نے ۱۹۴۵ء میں تحریک پاکستان کی حمایت میں اکابر علماء کی ایک تنظیم مرکزی جمعیت علماء اسلام قائم کی جس نے حضرت حکیم الامت تھانوی کے نقطہ نظر کی کھل کر ترجمانی کی اور مسلم لیگ اور کانگریس کے آخری فیصلہ کن انتخابات میں اکابرین مرکزی جمعیت علماء اسلام نے پورے ہندوستان کا طوفانی دورہ کر کے مسلم رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا اور جہاں جہاں کانگریس کے نظریہ متحدہ قومیت کا اثر تھا ان مقامات پر پہنچ کر ان اکابر علماء نے باطل اثرات کو مٹایا پر سلہٹ و سرحد کی مہم جو نہایت ہی معرکہ آراء مہم تھی اس کی فتح کا سہرا بھی ان ہی علماء حق کے سر ہے۔

قیام پاکستان کے بعد بھی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے یہی خلفا و متوسلین خصوصاً شیخ الاسلام علامہ عثمانی، علامہ ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جلیل احمد شیروانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشاہیر علماء ملت اسلامیہ کی اصلاح و تربیت تبلیغ دین اور پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لئے عملاً کوشاں رہے۔ الغرض حضرت مفتی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب بھی یہ محسوس کیا کہ ملک وملت کے اور اسلام کے مفاد میں عملی کام ضروری ہے تو آپ دینی وعلمی مشاغل کے ساتھ ساتھ اعلائے کلمۃ الحق بھی بلند کرتے رہے ۱۹۴۹ء میں ملک میں جب سوشلزم وکیمونزم کا پرچار کیا گیا تو آپ مرکزی جمعیت علماء اسلام کی تحریک میں عملی طور پر شریک رہے اور انتہائی ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود ملک بھر میں مرکزی جمعیت کی کانفرنسوں میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بڑی سرگرمی سے بنفس نفیس شرکت فرماتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا روحانی سلسلہ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی سے منسلک تھا' حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے آپ کو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ سے بھی بیعت کروایا تھا اور آپ ان دونوں حضرات اکابر کے فیض علمی وروحانی سے خوب مالا مال ہوئے اپنی حیات طیبہ میں حضرت حکیم الامت خصوصی توجہات وعنایات سے نوازتے رہے بعد میں حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ خلیفہ تھانوی نے آپ کو اجازت بیعت سے نوازا اور اصلاح وتربیت فرمائی اس طرح حضرت مفتی صاحب ایک جید عالم دین اور فقیہ النفس مفتی اعظم ہونے کے ساتھ ایک شیخ کامل اور عارف باللہ بھی تھے متبع سنت اور عاشق رسول تھے اخلاق واوصاف میں اسلاف کی یادگار تھے حق وصداقت کا پیکر متواضع منکسر المزاج اور لطیف الروح تھے آپ اردو عربی اور فارسی کے بہترین ادیب اور قادر الکلام شاعر بھی تھے بہت سی نعتیں، نظمیں، مرثیے' قصا اردو عربی فارسی قطعات اس کا بہترین ثبوت ہیں بہرحال حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ دین کی تبلیغ واشاعت میں گزری آخر دم تک بے لوث دین کی خدمت میں مصروف رہے حضرت حکیم الامت کے علوم ومعارف کے عظیم ترجمان رہے اور ان کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے سرپرست اعلیٰ بھی رہے جس کا واحد مقصد صرف اور صرف اللہ کے دین کی سربلندی ہے جس کے اغراض ومقاصد میں تبلیغ دین اقامت دین اور اعلائے کلمۃ الحق کی منظم جدوجہد کے لئے تمام مسلمانوں خصوصاً علماء کرام کو ایک مرکز پر جمع کرنا ہے آج ملک بھر میں الحمدللہ مجلس صیانۃ المسلمین کی شاخیں

موجود ہیں اور کراچی سے پشاور تک کے بڑے بڑے دینی مدارس کے ارباب علم وتقویٰ اس مجلس سے وابستہ اور اس کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں اس کے موجودہ صدر حضرت مولانا عبیداللہ مدظلہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں الحمدللہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کا مقدس مشن زندہ و تابندہ ہے حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قدیم ارکان اور سرپرستان رہے ہیں الغرض حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی حضرت حکیم الامت کے مسلک ومشرب پر سختی سے عمل پیرا رہے اور ساری عمر اسلام کی خدمت سرانجام دیتے ہوئے ۲۱ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء بروز اتوار ہم سب کو غمگین چھوڑ کر مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی اولاد صالحہ میں سے میرے برادر محترم حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم مہتمم دارالعلوم اسلامیہ لاہور و ناظم اعلیٰ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان ان کے علمی جانشین ہیں جو کہ ایک جید عالم وفاضل مفتی حافظ وقاری اور شیخ الحدیث ہیں اور عارف حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد ہیں اور دوسرے ان کے صاحبزادے مولانا قاری خلیل احمد اور مولانا قاری احمد میاں تھانوی بھی شہرہ آفاق قاری اور عالم وفاضل ہیں۔



فقیہ العصر

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ ہندوستان کی مشہور ریاست ٹونک میں ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ آپ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد گرامی مفتی انوار الحسنؒ اور آپ کے دادا محترم مفتی محمد حسنؒ اپنے زمانہ کے جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر مولانا حیدر حسن صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کی خدمت میں رہ کر چار سال تک شرح ہدایۃ الحکمۃ اور ملاحسن کے علاوہ دیگر کتب پڑھیں پھر واپس ٹونک میں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں دو سال تک پڑھتے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۵ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور دیگر اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ٹونک کے مدرسہ میں مفتی مقرر ہوئے۔ افتاء کے ساتھ تدریس بھی کرتے رہے، پاکستان آنے کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم کراچی میں دس سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے پھر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر جامعہ علوم اسلامیہ میں مفتی واستاذ حدیث مقرر ہوئے۔ بعد ازاں حضرت مولانا بنوریؒ کی رحلت کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور آخر دم تک جامعہ بنوری ٹاؤن کے صدر مدرس اور شعبہ افتاء کے رئیس بھی رہے۔ علاوہ ازیں آخر وقت تک اقراء روضۃ الاطفال ٹرسٹ کے مہتمم وصدر بھی رہے تھے۔ جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تدریس و افتاء کے علاوہ کئی علمی کتب بھی تصنیف فرمائیں جن میں ''تاریخ اصول فقہ'' ''تذکرہ اولیاء'' اور ''بیمۂ زندگی کی شرعی حیثیت'' قابل ذکر ہیں۔

آپ ایک عظیم فقیہ ومحدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عارف کامل بھی تھے۔ آپ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد تھے۔۱۹۸۵ء میں آپ کی زیرادارت ماہنامہ ''اقراء ڈائجسٹ'' نے حضرت شیخ الحدیث نمبر شائع کیا جو آپ کا اپنے شیخ سے تعلق ومحبت کا بین ثبوت ہے۔

آپ گزشتہ چھ برس سے علیل چلے آرہے تھے آپ فالج کے مرض میں مبتلا تھے مگر درس و افتاء کی خدمت میں مصروف رہتے پھر چند روز طبیعت زیادہ علیل رہی اور آخر کار ۳ فروری ۱۹۹۵ء بمطابق رمضان المبارک بروز جمعہ صبح ساڑھے پانچ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انالله وانا اليه راجعون۔

بعد نماز جمعہ دارالعلوم کراچی میں نماز جنازہ پڑھی گئی' امامت کے فرائض مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مہتمم دارالعلوم نے انجام دیئے اور قبرستان دارالعلوم کراچی کورنگی میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ تیرے گھر کی دربانی کرے

☆☆☆

خطیب الامت

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مفسر، محقق، مدبر اور عالم اسلام کے مایہ ناز خطیب تھے اور آپ کیرانہ ضلع مظفر نگر (بھارت) کے رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کا شجرہ نسب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ کے والد گرامی مولانا ظہور الحق تھانویؒ ایک بڑے زمیندار رئیس متقی اور اپنے خاندان کے جید عالم دین تھے حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ قدس سرہٗ سے بیعت تھے آپ کی والدہ محترمہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی ہمشیرہ تھیں اور بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ سے بیعت تھیں۔ آپ اسی علمی و دینی گھرانے میں ۱۹۱۵ء میں شہر اٹاوہ میں پیدا ہوئے پھر ہوش سنبھالتے ہی اپنے ماموں حکیم الامتؒ تھانوی کی خدمت میں تھانہ بھون آگئے اور دس بارہ سال ہی کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر انہی کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں دینی تعلیم کے لئے داخلہ لیا اور مولانا حافظ عبد اللطیف صاحبؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی خصوصی شفقت و عنایت کا مرکز بنے رہے اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند میں تشریف لے گئے اور ۱۹۳۷ء میں حدیث و تفسیر فقہ و کلام، منطق و فلسفہ اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم درجہ اول میں پاس کر کے سند فراغ حاصل کی آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مجاہد اسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ، جامع المعقول مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے الہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا پھر اپنے اساتذہ اور اکابر کے حکم پر دینی و تبلیغی خدمات میں مصروف ہوگئے آپ کی تبلیغی خدمات کا آغاز دہلی کی جامع مسجد سے ہوا جہاں آپ باقاعدہ

امامت کے ساتھ ہر جمعہ خطاب عام فرماتے اس میں مرکز کے سرکاری ملازمین کے علاوہ مرکزی اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ کے ممبران بڑی تعداد میں شرکت کرتے تھے ان ارباب حکومت میں لیاقت علی خان مرحوم' خواجہ ناظم الدین' مولانا ظفر علی خان' مولوی تمیز الدین' سردار عبدالرب نشتر' عبدالعلیم غزنوی اور سر عثمان وغیرہ حضرات بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوتے تھے آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق کے پروگرام کے مطابق جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اور بالخصوص حکومت ہند سے متعلق سرکاری ملازمین اور اعلی احکام میں تبلیغی خدمات سرانجام دیں پھر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مرکزی جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو گئے جو تحریک پاکستان کے حامی علماء پر مشتمل تشکیل کی گئی تھی' جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے آپ کی سحر انگیز خطابت نے ایوان کانگریس میں زلزلہ مچا دیا' شیخ الاسلام علامہ عثمانی' مفتی محمد شفیع صاحب' مولانا ظفر احمد عثمانی' اور مولانا اطہر علی اور دیگر اکابرین کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان کے حق میں دورے فرماتے رہے سرحد ریفرنڈم میں علامہ عثمانی اور مفتی محمد شفیع صاحب کے ہمراہ طوفانی دورے کیے اور آخر کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان سے آٹھ روز قبل علامہ عثمانی کی معیت میں کراچی تشریف لائے اور مہاجرین کی آبادکاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ملک وملت کی خدمت انجام دیتے رہے۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سب سے بڑا اور اہم کام اس کے دستور کی ترتیب وتشکیل کا مسئلہ تھا جس کے لئے ان حضرات نے یہ خدمات انجام دی تھیں قیام پاکستان کے فوراً بعد اس مہم کا آغاز حضرت علامہ عثمانی قدس سرہ کی زیر قیادت ہوا۔ اور اس میں سب سے اہم کردار حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے حصہ میں آیا چنانچہ اس مقصد کے لئے مولانا موصوف نے بھارت کا سفر کیا اور منتخب جید علماء اور مفکرین میں سے علامہ سید سلیمان ندوی مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی مولانا سید مناظر احسن گیلانی اور مولانا ڈاکٹر حمید اللہ کو پاکستان لائے ان حضرات نے شیخ الاسلام علامہ عثمانی کی نگرانی میں اسلامی دستور کے اصول پر ایک دستوری خاکہ تیار کیا جو مرکزی اسمبلی میں قرارداد مقاصد کے نام سے منظور ہوا' اس کے علاوہ دوسرا اہم کام دینی تعلیم کی اشاعت کا تھا حضرت علامہ عثمانی' نے پاکستان میں بھی دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک

مرکزی دارالعلوم قائم کرنے کا فیصلہ کیا اس کے قیام کی ذمہ داری بھی مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے سپرد کی گئی۔ مولانا موصوف نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ باحسن وجوہ ان خدمات کو سرانجام دیا اور حیدر آباد سندھ کے مضافات میں ٹنڈو الہ یار کے مقام پر ایک عظیم الشان مرکزی دارالعلوم قائم کیا جس میں اکابر علماء مدرسین کو جمع کیا جن میں مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا محمد مالک کاندھلویؒ جیسے مشاہیر علم وفضل دارالعلوم میں درس دے چکے ہیں۔ دارالعلوم ٹنڈو الہ یار مولانا تھانوی مرحوم کا عظیم کارنامہ اور صدقہ جاریہ ہے، جس میں ہزاروں افراد ملک و بیرون ملک سے فارغ التحصیل ہو کر دینی تعلیم میں مصروف ہیں، دارالعلوم کے علاوہ جیکب لائن کراچی میں ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی جو آج پاکستان کی خوبصورت ترین مساجد میں شمار کی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ کراچی اور دوسرے علاقوں میں متعدد دینی مدرسے اور مکتب قائم فرمائے جہاں سے قرآن وحدیث کی آواز بلند ہو رہی ہے یہ سب مولانا مرحوم کا صدقہ جاریہ ہے خطیب الامت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی ساری زندگی ملک وملت اور اسلام کی خدمت میں گزری۔ اور آپ نے ہر لادینی چیلنج کا مقابلہ کیا۔ ۱۹۵۱ء میں جب اسلامی دستور کے مسئلہ میں ارباب حکومت کی طرف سے علماء کو چیلنج دیا گیا کہ اسلامی فرقوں کے درمیان باہمی اتفاق واتحاد نہیں ہے تو اس نازک موقع پر مولانا تھانویؒ کی ہی ذات گرامی تھی جس نے اپنی جدوجہد اور خداداد صلاحیتوں سے ہر مکتب فکر کے جید علماء کرام کو اپنی قیام گاہ پر جمع کیا اور متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے بائیس بنیادی اصول مرتب کر کے حکومت کو پیش کئے اور مولانا نے آئندہ کے لئے یہ منہ بند کر دیا کہ علماء میں اتفاق نہیں ہے آپ نے اتفاق واتحاد کی یہ ایک مثال قائم کر دی یہ نادر کارنامہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا تھانویؒ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا اخلاق واوصاف میں اسلاف کی یادگار تھے بڑے نڈر اور شجاع تھے ہر موڑ پر کلمہ حق بلند کرتے رہے ہمیشہ اپنی ذاتی دوستیوں اور رفاقتوں کو بالائے طاق رکھ کر ارباب اقتدار پر کڑی نکتہ چینی کی ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگا تو زبانوں پر تالے لگ گئے لیکن مولانا تھانویؒ ان چند رہنماؤں میں سے تھے جو اس دور استبداد میں

بھی کلمہ حق کہتے اور ہر موڑ پر آمریت سے ٹکراتے ہیں ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب ایوب خان مرحوم کی جبین شکن آلودہ ہوگئی اور مولانا کو رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے سے اختلاف کے جرم میں جیل جانا پڑا' اسی طرح مسلم فیملی لاء پر مولانا کا اختلافی نوٹ بھی مولانا کی جرات اور بے باکی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے آپ نے اپنی تقریروں میں ہمیشہ حق وصداقت کا پرچم بلند رکھا' زندگی میں لاکھوں جلسوں سے خطاب کیا لاکھوں افراد کی اصلاح کی' پاکستان و ہندوستان کے علاوہ ایران وافغانستان' برما' انڈونیشیا' فلپائن' امریکہ' برطانیہ' بنگلہ دیش' افریقہ اور سعودی عرب وغیرہ ممالک میں آپ نے گراں قدر تبلیغی خدمات انجام دیں' عرصہ تک ریڈیو پاکستان سے درس قرآن دیتے رہے جس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا قرآن حکیم کی تلاوت اس انداز سے کرتے کہ معلوم ہوتا ابھی نازل ہو رہا ہے آپ کی مسحور کن اور دل کش آواز اور خطابت نے لاکھوں دلوں کو تڑپایا آپ کی خطابت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے شہباز خطابت بھی تڑپ اٹھے ایک دفعہ علامہ عثمانیؒ نے مولانا کی تقریر سن کر فرمایا کہ:

''اب مجھے مرنے کی کوئی فکر نہیں ہے الحمدللہ میرے بعد میرا جانشین پیدا ہو گیا ہے''

اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''مولانا احتشام الحق کے بعد کسی کی تقریر کی ضرورت نہیں رہتی وہ مجمع پر چھا جاتے ہیں۔'' ایک دفعہ مدرسہ اشرفیہ سکھر کے جلسہ پر مولانا تھانویؒ کی تقریر کے بعد منتظمین جلسہ نے برکت کے لئے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے تقریر کے لئے عرض کیا تو مفتی اعظم نے فرمایا کہ:

''کیوں مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگوانا چاہتے ہو''

بہرحال مولانا موصوف خطابت کے بادشاہ تھے اور ملت اسلامیہ کے لئے قدرت کا بیش بہا خزانہ تھے آخر دم تک اللہ کے دین کے لئے کام کرتے رہے اور آخری سفر بھی اللہ کے دین کی تبلیغ کے لئے تھا اسی سفر میں ۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء بروز جمعۃ المبارک کو مدراس (بھارت) میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ اس مرد حق پر اپنی کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائیں (آمین)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجاہد ملت

حضرت مولانا محمد متین خطیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت دیو بند کے ضلع سہارنپور یو پی (بھارت) میں ۲۷ صفر المظفر ۱۳۲۶ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۰۸ء بروز بدھ بوقت صبح صادق ہوئی' آپ دیو بند کے اعلیٰ خاندان شیوخ صدیقی سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے دادا بزرگوار حاجی شیخ عبدالمومن صاحب مرحوم اس خاندان کے ایک معزز فرد تھے اور دارالعلوم دیو بند کے پہلے مہتمم حضرت حاجی عابد حسین دیوبندیؒ کے مرید خاص تھے ان کے دو بیٹے مولانا محمد مبین صاحبؒ اور مولانا محمد منعم صاحب تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد مبین خطیب صاحب ایک جید عالم دین اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیو بندی قدس سرہٗ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے اور اپنے استاذ محترم حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے ساتھ خدمت دین وغلبہ اسلام کی تحریک ریشمی رومال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اس کے ساتھ ساتھ دیو بند کی عیدگاہ میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے آپ کے والد گرامی کا انتقال ۱۴ جولائی ۱۹۶۹ء میں کراچی میں ہوا اوران کی تدفین دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں ہوئی اور حضرت مفتی اعظم سیدی ومرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ نے یہ کہہ کر انہیں دفن کیا ''دارالعلوم کے قبرستان میں ایک عظیم المرتبت شخصیت اور ہمارے بزرگ عالم دین کی تدفین ہمارے لئے بڑی سعادت ہوگی۔

حضرت مولانا محمد متین خطیب صاحبؒ کی تعلیم وتربیت دیو بند میں ہوئی اور حفظ قرآن کی ختم کی تقریب ۱۹۲۱ء میں حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے دست مبارک سے ادا ہوئی جس کے ساتھ ہی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب بیعت بھی ہوئی جو قران السعدین ہے۔ عربی علوم کی تدریس انبالہ چھاؤنی کے مدرسہ عربیہ معین الاسلام میں ہوئی جس کے مہتمم آپ کے والد مولانا مبین صاحب خطیب مرحوم تھے اور صدر مدرس آپ کے ماموں مولانا محمد مسلم صاحب عثمانی مرحوم تھے بعد میں

فراغت کے بعد دوبارہ دورۂ حدیث اور فنون کی تکمیل دارالعلوم دیو بند میں ۱۹۲۷ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ حضرت مولانا اصغر حسین دیو بندیؒ حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ سے کی' فراغت تعلیم کے بعد آپ کی شادی ہوئی' اور نکاح دارالعلوم دیو بند کی مسجد میں حضرت مولانا حکیم محمد جمیل صاحب دہلویؒ نے پڑھایا تقریب نکاح کے انتظامات حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی دارالعلوم دیو بند نے کیے اور رخصتی جنابہ والدہ محترمہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی جو آپ کی پھوپھی ہوتی تھیں اور جن کی حقیقی بھتیجی مولانا مرحوم کی اہلیہ ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں حضرت مولانا مرحوم اپنے والد صاحب کی جگہ پر مدرسہ عربیہ معین الاسلام انبالہ میں درس وتدریس پر مامور ہوئے۔ ۱۹۴۷ء تک اسی مدرسہ میں بحیثیت مہتمم اور صدر مدرس خدمت انجام دیتے رہے' پاکستان آنے کے بعد ۱۹۴۹ء سے ۱۹۷۸ء تک ناظم آباد عیدگاہ میں نماز عیدین پڑھاتے رہے پھر حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ' کو اپنی جگہ مقرر فرما کر بوجہ ضعف وکمزوری علیحدگی اختیار کر لی' اس عیدگاہ کی تعمیر بھی حضرت مولانا مرحوم ہی کی محنت وکاوش سے ہوئی اور نشتر پارک کے بعد دوسرے نمبر کی کراچی میں عیدین کی یہ جگہ ہے جس میں ایک لاکھ سے زائد نفوس نماز ادا کر سکتے ہیں' تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۱ء سے دارالعلوم کراچی کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور آخر دم تک انتظامی امور انجام دیتے رہے درمیان میں آپ کا تعلق اردو کالج سے ۱۹۵۷ء میں قائم ہو گیا تھا جہاں ۱۹۷۳ء تک اسلامی نظریات کا مضمون بی۔اے' بی کام اور سائنس کے طلبہ کو پڑھاتے رہے پھر ریٹائر ہو کر کراچی یونیورسٹی میں چار برس کام کرتے رہے کراچی یونیورسٹی نے آپ ہی کے مشورہ سے اسلامی نظریات کا ایک مضمون لازمی قرار دیا اور آپ نے ایک مختصر کتاب ''اسلام کا نظریہ حیات'' مرتب کر کے کورس میں شامل کرائی جو آج بھی بطور مطالعہ بہترین شمار ہوتی ہے' اس کے علاوہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۶ء تک ریڈیو پاکستان کراچی سے وابستہ رہے اور صبح کی نشریات میں ''قرآن حکیم اور ہماری زندگی'' کے عنوان سے درس قرآن مجید نشر کراتے رہے جو ملک اور بیرون ملک بہت مقبول ہوا' یہ درس قرآن کتابی صورت میں غیر مطبوعہ آپ کے پاس محفوظ ہے اور اسے آپ نے مستقل کتابی

شکل میں شائع کرنے کی خواہش بھی فرمائی تھی مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور مسودہ ہی باقی رہ گیا۔

تدریسی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے تحریک پاکستان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں اور شروع سے تحریک مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کے زبردست حامی تھے' ۱۹۴۵ء میں جب حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا آزاد سبحانی مرحوم کی کوشش سے کل ہند جمعیت علماء اسلام کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس سے اساسی رکن کی حیثیت سے وابستہ ہو گئے اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ کا خطبہ صدارت کلکتہ جا کر آپ ہی نے پڑھا اور اکابرین جمعیت علماء اسلام' علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' علامہ سید سلیمان ندوی مولانا ظفر احمد عثمانی' مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ' مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ' مولانا خیر محمد جالندھریؒ' مولانا اطہر علی سلہٹیؒ' مولانا شمس الحق فرید پوریؒ' مولانا صدیق احمد چاٹگامی اور مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان میں زبردست حصہ لیا پھر قیام پاکستان کے بعد ان حضرات اکابر کے ساتھ اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور کل پاکستان جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے مشرقی و مغربی پاکستان میں دورے فرماتے رہے اور لاہور' پشاور' ملتان' حیدرآباد' کوئٹہ' ڈھاکہ' چاٹگام اور کراچی جیسے بڑے شہروں میں مرکزی جمعیت علما اسلام کانفرنسوں کا خود جا کر انتظام سنبھالا اور انہیں کامیاب کیا' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''برادر عزیز مولانا محمد متین خطیب اگر میرے ساتھ ہر وقت تعاون نہ کرتے تو نہ میں کام کر سکتا تھا اور نہ جمعیت علما اسلام کو فروغ حاصل ہوتا۔ (خطبہ صدارت لاہور کانفرنس)

ان کے علاوہ قائد اعظم مرحوم اور قائد ملت لیاقت علی خان مرحوم اور نواب بہادر یار جنگ جیسے سیاسی زعما بھی آپ کی سیاسی و ملی خدمات کے معترف رہے اور اپنے اپنے مکتوبات میں آپ کی زبردست تعریف و تحسین کی ہے۔ بہر حال ۱۹۵۱ء سے اور جب تک قوی مضبوط رہے آپ دینی اور سیاسی اور ملی خدمات میں مصروف رہے اور بغیر کسی لالچ اور طمع کے یہ خدمات انجام دیتے رہے آخر میں کئی برس سے آپ ذیابیطس کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے جس سے تمام سیاسی و ملی کاموں سے گوشہ نشین ہو کر صرف دارالعلوم کراچی کی نظامت پر ہی قناعت کر لی اور ناظم آباد

میں اپنا ایک مکان بنایا جس میں آج کل آباد تھے بہر حال حضرت مولانا مرحوم ایک نہایت ملنسار، خوش اخلاق اور قابل قدر بزرگ تھے اس ناچیز سے بڑی محبت و شفقت فرماتے تھے اور اس ضعف ونقاہت اور علالت کے باوجود ناچیز کو ایک ماہ میں دوبار ضرور خط کے ذریعے یاد فرماتے تھے اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا کہ ''پرسوں میں کورنگی کے دارالعلوم چلا گیا رات کو واپسی ہوئی تو گھر پر ایک بنڈل ملا کھولا تو دل باغ باغ ہو گیا ''سیرت عثمانی'' اور مفتی اعظم پاکستان' 'موصول ہوئیں ماشاء اللہ آپ کا طریقہ تالیف اس قدر خوبصورت ہے کہ دل خوش ہو گیا درحقیقت مفتی اعظم نمبر ''البلاغ'' پڑھنے کے لئے وقت درکار ہے اور آج کل اتنا وقت کیسے ملتا ہے اس لئے کہ وہ لائبریری کی سجاوٹ بن جاتا ہے مگر آپ کی کتاب رات کو ایک بجے تک تمام پڑھ لی دوسرے روز سیرت عثمانی ختم کر ڈالی ہر لفظ پر دعائیں نکلتی رہیں'' ایک اور مکتوب میں فرمایا کہ ''آپ کی نئی مطبوعہ تصنیف ''اکابر علماء دیوبند'' دیکھی ہے ماشاءاللہ سمندر کو کوزہ میں سمیٹ لینے کی بخوبی صلاحیت آپ رکھتے ہیں بڑی ضرورت تھی کہ اکابرین کی بڑی بڑی سوانح عمریوں کو مختصر کیا جائے اور یہ کام آپ سے بہتر انجام دینے والا پاکستان میں موجود نہیں ہے' مجھ جیسے ناکارہ آدمی کا تذکرہ بھی اس میں شامل ہے جسے میں اس نظریے سے قبول کر رہا ہوں کہ یقیناً اس طرح سے میرے لئے ذخیرہ آخرت اور ذریعہ نجات ہوگا اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر صحت و عافیت کے ساتھ قلمی خدمات انجام دینے کا زیادہ سے زیادہ موقع بخشیں (آمین)

اسی مکتوب گرامی میں اپنی علالت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''آج کل ذیابیطس نے پریشان کر رکھا ہے اور بعض احباب امریکہ جانے کا مشورہ دیتے ہیں مگر میں نے انکار کر دیا اس لئے کہ میں یہودیوں کے ملک میں جا کر مرنا پسند نہیں کرتا ہوں حق تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تموت مگر ڈاکٹروں کے نسخے اور تجویز کردہ دواؤں کے نام نیویارک امریکہ بھجوا دیئے ہیں وہاں غور وخوص ہو رہا ہے فون پر مجھ سے رابطہ قائم ہے دعا کی سخت ضرورت ہے خاص وقت میں میری صحت کے لئے دعا فرمائیں کہ اگر کوئی نیک کام مجھ سے لینا باقی ہے تو صحت عاجلہ بخشیں ورنہ اپنے پاس بلالیں آمین''

یہ تھا اپنی صحت و علالت کے بارے میں حضرت مولانا مرحوم کا اس ناچیز کے نام آخری

مکتوب گرامی جس کے بعد ناچیز نے جواب لکھا مگر اچانک آج روزنامہ امن کراچی پر نظر پڑی تو دل پر ایک بجلی سی گری کہ ''ممتاز عالم دین مولانا متین خطیب رحلت فرما گئے'' آپ اسی وقت ۷۴ برس کی عمر تھی اور کوئی چھ ماہ سے وہ ذیابیطس اور سرطان کے مرض میں تھے کہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۲ء مطابق ۱۰ فروری ۱۹۸۲ء بروز بدھ بوقت ساڑھے چھ بجے صبح ایک مقامی ہسپتال میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

انالله وانا اليه راجعون۔

دارالعلوم کورنگی میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور حضرت علامہ تقی صاحب عثمانی جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کی وفات سے پاکستان تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد' جید عالم دین اور مخلص بزرگ سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو درجات عالیہ نصیب فرمائے اور ہم سب کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔ آمین

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

(تفصیلی حالات ''اکابر علماء دیوبند'' مولفہ احقر بخاری میں دیکھئے)

☆☆☆

مخدوم العلماء

حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم العلماء حضرت مولانا الحاج محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے ممتاز عالم دین، عظیم ترین مدرس، بہترین محقق، عظیم مدبر، منتظم اور عارف کامل تھے۔ آپ ۲ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ کو پیدا ہوئے آپ ایک علم وفضل کے خان وادہ کے چشم وچراغ تھے آپ کے والد مکرم حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ بانی مدرسہ عربیہ خیر المدارس ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ تھے، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ نے اپنی یاد داشت میں آپ کے "مرغوب حلیم" "ظھیر قانع" "خیراً شکوراً اور منظور الکل" وغیرہ تاریخی نام تحریر فرمائے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم کے قائم کردہ مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں پائی، قرآن پاک بھی خیر المدارس ہی میں حفظ کیا پھر کچھ عرصہ رائپور گوجراں میں فارسی کی کتب پڑھیں اس کے بعد درس نظامی کی عربی کتب مشکوٰۃ شریف تک خیر المدارس جالندھر میں مکمل کیں پھر شوال المکرم ۱۳۶۰ھ میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیو بند تشریف لے گئے اور ۱۳۶۱ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تمام کتب پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، دارالعلوم دیو بند کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندیؒ جیسے اکابر شامل تھے۔ آپ کا روحانی سلسلہ بھی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے منسلک ہے اور آپ نے اپنی اصلاح وتربیت کا تعلق اپنے والد مکرم حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ کے ایماء اور اجازت سے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ارشد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیو بند سے قائم فرمایا، وصال سے دو سال قبل خود حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو دست بدست کی سعادت عظمیٰ سے مشرف فرمایا پھر ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو

اجازت بیعت وتلقین بھی عطا فرمادی' آپ آخروقت تک حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مسلک ومشرب پر قائم رہے اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کی مجلس شوریٰ کے رکن اعلیٰ رہے۔

آپ کا تدریسی تجربہ چالیس برس کے قریب ہے اور فراغت تعلیم سے ہی درس وتدریس اور تبلیغ واصلاح میں مصروف رہے ہزاروں افراد کو اپنے فیض علمی وروحانی سے مستفید کیا اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحبؒ کی حیات ہی میں آپ کو مدرسہ خیر المدارس ملتان کا نائب مہتمم بنا دیا گیا تھا اور حضرتؒ کے وصال سے سات آٹھ برس پہلے سے ہی خیر المدارس کا اہتمام حضرتؒ کی زیر نگرانی آپ ہی انجام دیتے تھے پھر حضرتؒ کے وصال کے بعد ۱۳۹۰ھ میں مدرسہ خیر المدارس جیسے عظیم ترین دینی وعلمی مرکز کے اہتمام کی مکمل ذمہ داری آپ ہی پر آ پڑی اور آپ آخر دم تک احسن طریقے سے یہ خدمات انجام دیتے رہے' آپ کے دور اہتمام میں مدرسہ نے جو تعلیمی وتعمیری ترقی کی اس کا اندازہ خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی نور اللہ مرقدہ کے اس ارشاد گرامی سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

''مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ خیر المدارس اور مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مدرسہ ھذا کے نظم وانصرام اور تدریسی جدوجہد بلکہ اساتذہ وعملہ کے کاموں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ جیسے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد مدرسہ کی ترقی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا' مدرسہ خیر المدارس بالکل اسی نہج پر چل رہا ہے جس پر حضرت بانی خیر المدارس نے فرمایا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی حضرت بانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی روحانی فیض ہے کہ مدرسہ کی تعلیم اور انتظام میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا''

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند فرماتے تھے کہ:

''مولانا محمد شریف صاحب خلف الرشید حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی سیادت میں بھی مدرسہ بدستور ترقی پذیر ہے اور حضرت بانی مدرسہ کی وفات کے بعد بھی یہ علمی کارخانہ اسی آب وتاب سے قائم ہے حق تعالیٰ اس صدقہ جاریہ کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔'' آمین

بہر حال حضرت مولانا محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اہتمام میں خیر المدارس

نے خوب ترقی کی ہے متعدد کمروں کا اضافہ ہوا اور تدریسی ترقی بھی اسی طرح قائم رہی' ہمیشہ دینی جلسے اور روحانی مجالس قائم ہوتی رہیں۔ جامع مسجد خیر المدارس میں خطبہ جمعہ آپ خود بیان فرماتے رہے بلکہ یہ خدمت حضرت خیر محمد صاحبؒ کی حیات طیبہ کے آخری دور ہی سے آپ کے سپرد رہی' ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ وعظ ونصیحت بڑے سادہ انداز سے ہوتے چلے جاتے تھے اس کے ساتھ علمی دلائل بھی ہوتے تھے مگر بہت جامع اور سلیس ہوتے تھے غرضیکہ آپ نے جہاں اپنے والد ماجد کے لگائے ہوئے پودے خیر المدارس کی آبیاری کی وہاں حضرتؒ کے اصلاح وتربیت کی جانشینی کا حق بھی پوری طرح ادا فرماتے رہے اور حضرت کی حیات طیبہ کی طرح آپ کے زمانہ میں بھی آپ کی زیرنگرانی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ وملفوظات پڑھا کر سننے اور مجلس روحانی قائم کرنے کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ خدا کرے اب بھی ہمیشہ قائم رہے۔ آپ نہایت سادہ مزاج' ملنسار' خوش اخلاق' اکابر کے قدردان اور سلف صالحین کی یادگار تھے' ہمیشہ صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے اور ہر ملنے والے سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے' ساری زندگی درس وتدریس' تبلیغ وارشاد اور اصلاح وتربیت میں مصروف رہے ملک بھر کے دینی جلسوں اور اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ جیسے اکابر سے اپنے والد مکرم کی طرح بڑی محبت وانس رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ ہر معاملات میں انہی حضرات اکابر سے مشورہ لیتے رہے اور انہی کے ساتھ منسلک رہے' اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور قید وبند کی مشکلات بھی برداشت کیں اور آخر دم تک کلمہ حق بلند کرتے رہے' کئی بار حج کی سعادت نصیب ہوئی' اب بھی حج کی سعادت حاصل کرنے مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے کہ ۷ ستمبر ۱۹۸۱ء مطابق ۷ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ بروز سوموار عصر کی نماز کے لئے حرم پاک میں تشریف لے گئے تو اچانک دل کا دورہ پڑا اور واصل بحق ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

کیسی قابل رشک موت ہے اور کتنی بڑی سعادت ہے کہ اللہ کے پاک گھر میں نماز کے لئے جاتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ موت ہو تو ایسی ہو مگر پھر بھی ہمارے لئے ایک عظیم صدمہ ہے' اللہ ہمیں صبر جمیل عطا فرمائیں اور ان کو درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین

عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گذشتہ چند برسوں کے دوران بہت سی عظیم المرتبت شخصیتیں اٹھ گئی ہیں چند ہی سال قبل شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیثین حضرت محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مخدوم العلماء حضرت مولانا اطہر علی صاحب سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستیاں اس دار فانی سے رخصت ہوگئیں ان کے بعد چند اور تاریخ ساز شخصیات محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، فخر العلماء حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم آخرت کی طرف تشریف لے گئے بعد ازاں چند ہی مہینوں کے دوران حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد متین خطیب رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے ابھی تک ان سب حضرات اکابر کی جدائی کے زخم تازہ تھے کہ ہمارے مہربان و مشفق بزرگ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب بانی و مہتمم مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ بھی مکہ مکرمہ میں اچانک دل کا دورہ پڑنے سے رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ ایک جید عالم دین فقیہ ومحدث اور عارف کامل تھے آپ کا تعلق ایک دینی و علمی خاندان سے ہے اور آپ کے خاندان کے اکثر افراد قرآن مجید کے حافظ مشہور تھے آپ کے والد محترم حضرت حافظ علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ کی مسجد میں امامت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے جن سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے آپ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں اپنے گاؤں موضع اوپی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد بزرگوار سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا اور بہت چھوٹی عمر ہی میں نہایت پختہ کار حافظ ہو گئے۔

حفظ قرآن کے بعد آپ نے اپنے گاؤں کے قریب چک نمبر ۱۹ شمالی میں مولانا شاہ محمد صاحبؒ سے فارسی کتب پڑھیں اس کے بعد مرولہ والا ضلع سرگودھا میں مولانا خدا بخش صاحبؒ سے قاضی مبارک اور ہدایہ آخرین تک کتب پڑھیں پھر بھلوال میں مولانا عمر اشرف ہزارویؒ سے مشکوٰۃ شریف اور دیوان متنبیّ وغیرہ کتب پڑھ کر جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا اور شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں دورۂ حدیث کی تمام کتب پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ جن اساتذہ سے آپ نے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کیا ان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

بعد فراغت تعلیم آپ نے واپس وطن آ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا پھر باقاعدہ مدرسہ عزیزیہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً دو سال مختلف علوم کی تعلیم دیتے رہے اس کے بعد مولانا محمد چراغ صاحب کی دعوت پر مدرسہ عربیہ بیرون خیالی دروازہ مسجد آرائیاں گوجرانولہ میں تدریسی خدمات انجام دینے گئے اور تقریباً آٹھ نو سال تک تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے اور مئی ۱۹۵۲ء میں مخدوم الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کی سرپرستی اور حکم پر مسجد شیخاں اندرون شیخوپورہ دروازہ گوجرانوالہ میں ایک دینی مدرسہ اشرف العلوم کی بنیاد رکھی مدرسے کا یہ نام بھی حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کا تجویز فرمودہ ہے پھر ۱۹۵۳ء میں محلہ باغبانپورہ حافظ آباد روڈ گوجرنوالہ پر چار کنال اراضی خرید کر مدرسہ کی ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی مدرسہ میں ہر قسم کی سہولیات کا انتظام کیا گیا آج الحمد للہ مدرسہ میں تمام امور کامیابی کے ساتھ روبہ ترقی سرانجام دیئے جارہے ہیں اور مدرسہ اکابر دیوبند کے مسلک و مشرب کے مطابق تعلیمی خدمات میں مصروف ہے مدرسہ جہاں تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے وہاں مدرسہ کے طلباء میں اصلاح باطن کی طرف بھی توجہ دلائی جاتی ہے اور الحمد للہ یہ علمیت و روحانیت کا ایک عظیم مرکز

ہے جو حضرت مفتی محمد خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں کا ثمرہ ہے اور حضرت مفتی صاحب مرحوم کا یہ عظیم صدقہ جاریہ ہے جسے انشاء اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادگان مـن و عـن جاری و ساری رکھیں گے۔

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے غالباً ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں حضرت اقدس قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کو تـو کلاً عـلـی الـلـہ بیعت وتلقین کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اس کے بعد آپ نے مدرسہ اشرف العلوم کی نگرانی اور تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تربیت باطن کا سلسلہ بھی شروع فرما دیا تھا اور جلد ہی مدرسہ اشرف العلوم علوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن اور افاضہ نسبت مع اللہ کی آماجگاہ بن گیا جہاں سے ہزاروں تشنگان علم و معرفت سیراب و شاداب ہوئے ہین اس کے علاوہ عمر بھر آپ تبلیغی اور اصلاحی خدمات میں مصروف رہے اور ملک و بیرون ملک دینی و تبلیغی خدمات انجام دیں' کوئٹہ' بلوچستان' کراچی' لاہور' ملتان اور دیگر مختلف مقامات آپ کے تبلیغی و اصلاحی مراکز تھے خصوصا جامعہ اشرفیہ لاہور' جامعہ خیر المدارس ملتان اور دوسرے دینی مدارس کے اجتماعات مین تشریف لے جاتے اور اپنے مواعظ حسنہ اور مجالس روحانیہ کے ذریعے علمی و اصلاحی رنگ میں مشتاقان کے قلوب کو انوار و برکات سے منور فرماتے' آپ کا انداز تقریر نہایت سادہ ہوتا تھا اکثر مضامین اور موضوعات تقاریر تزکیہ نفس' اصلاح باطن اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز' جنت کی نعمتوں کے شوق دلانے اور جہنم کے عذاب سے خوف دلانے پر مشتمل ہوتے تھے غرض یہ کہ آپ اس وقت بڑے جید عالم' مفتی اور شیخ کامل تھے' اتباع سنت کا مجسم پیکر تھے نہایت متواضع منکسر المزاج اور خوش اخلاق بزرگ تھے ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفیض ہوئے اور کئی خوش نصیبوں کو آپ نے خلعت خلافت سے نوازا اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی۔ گزشتہ ماہ اپریل ہی مین مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر حضرت علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی تھی اور آپ اسی طرح بڑی محبت و شفقت سے بندہ ناچیز کے لئے دعا فرماتے رہے مگر کیا خبر تھی کہ حضرت سے یہ آخری ملاقات ہوگی اور یہی آخری

زیارت ہوگی۔ اپریل کے وسط ہی میں آپ عمرہ ادا کرنے کے لئے مع اہلیہ کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے جہاں وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ سبحان اللہ قربان جایئے اس عاشق وصادق کی موت پر جو قابل صدرشک ہے پھر جنت المعلّٰی میں تدفین کتنی عظیم سعادت ہے حق تعالیٰ اپنے اس عاشق صادق اور بندۂ مومن پر اپنی کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے صاحبزادگان جناب مولانا محمد نعیم صاحب حال مہتمم وناظم مدرسہ اشرف العلوم مولانا قاری معین الدین صاحب' مولوی حافظ قاری فخر الدین صاحب اور مولوی حافظ ظہیر الدین صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو حضرت مرحوم کا صحیح علمی وروحانی وارث بنائے۔ آمین۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

☆☆☆

فاضل اجل

حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فخر العلماء حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایک علمی خاندان سے ہے اور سلسلہ نسب خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کا آبائی وطن یو پی کا مردم خیز خطہ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے' والد ماجد مولانا حافظ سعید احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بن حافظ امیر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ علی گڑھ کالج میں آفیسر تھے' عرصہ تک ان کا قیام قصبہ علی گڑھ اور راجو پور ضلع سہارنپور میں رہا پھر مستقل طور پر اپنے آبائی وطن تھانہ بھون آ گئے' مولانا محمد احمد تھانویؒ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۱ھ میں ان کے ننہال راجو پور ضلع سہارنپور میں ہوئی جو دیوبند سے چھ میل مشرقی جانب واقع ہے' آپ کا اصل نام محمد احمد اور تاریخی نام شاغل تھا ولادت کے ایک سال بعد ہی آپ کے والد صاحبؒ کا انتقال ہو گیا اور والدہ صاحبہ اور آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت کی۔

ہوش سنبھالنے کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں خانقاہ امدادیہ کے مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں آپ کو داخل کر دیا گیا پھر ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے جہاں حفظ قرآن سمیت تمام علوم دینیہ تفسیر وحدیث' فقہ وکلام' منطق وفلسفہ اور دیگر مروجہ دینی علوم کی تکمیل کی اور ۱۳۵۲ھ کو سند فراغ حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ حضرت مولانا اسد اللہ صاحبؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ صاحب قابل ذکر ہیں۔ فراغت تعلیم کے بعد کئی برس تک اساتذہ کی نگرانی میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں ہی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے ایک عربی مدرسہ میں مدرس ہو کر گئے اس کے بعد جامع العلوم کانپور میں جہاں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ صدر مدرس رہ چکے تھے استاذ حدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے وہاں قیام پاکستان تک علمی وتدریسی خدمات انجام

دیتے رہے اس کے ساتھ ساتھ محلّہ کی مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری فرمایا۔ جس سے ہزاروں افراد مستفیض ہوئے۔ جامع العلوم کانپور کی مدرسی کے دوران حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے روحانی تعلق قائم کیا جو ان کے وصال تک جاری رہا' اس تعلق کے دوران حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی سے فرمایا کہ:

''ہم تو محمد احمد کو جینٹلمین مولوی سمجھتے تھے یہ تو مولاناؤں کے بھی مولانا نکلے۔''

اسی طرح مرض الموت میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے فرمایا کہ:

''میں مولوی محمد احمد سلمہ کو اجازت دے دیتا مگر ابھی اس کی عمر کم ہے۔''

حضرت حکیم الامت کے ان ارشادات سے آپ کا علمی و روحانی مقام ظاہر ہوتا ہے حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے تعلق رہا اور آخر وقت تک ان بزرگوں سے فیض حاصل کرتے رہے آپ کا سیاسی مسلک بھی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موافق تھا اور جب علامہ عثمانیؒ نے تحریک پاکستان کے حامی علماء کی ایک تنظیم مرکزی جمعیت علماء اسلام کے نام سے تشکیل دی تو آپ بھی اس میں باقاعدہ شامل ہوئے اور جمعیت علماء اسلام کانپور کے صدر کی حیثیت سے کانپور کے علاقہ میں پاکستان کے حق میں راہ ہموار کرتے رہے اور بڑھ چڑھ کر تعمیر پاکستان مین حصہ لیا' قیام پاکستان کے بعد صوبہ سندھ کے ضلع سکھر میں آباد ہو گئے اوّل اوّل تجارتی مشغلہ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں دین اسلام کی خدمت کا شوق ولولہ پیدا کیا اور توکلا علی اللہ اپنے مکان کے بیرونی حصہ میں ایک دو طالب علموں کو لے کر پڑھانے بیٹھ گئے اور پھر لوگوں کو توجہ دلائی اور مدرسہ کے لئے ایک مختصر سا مکان خرید لیا۔ اس کے بعد زنانہ مدرسہ کے لئے ایک کھلا مکان خریدا پھر اللہ تعالیٰ کی امداد سے ایک قطعہ زمین ایک مرکزی مدرسہ کے لئے خرید کر ''مدرسہ اشرفیہ سکھر'' کے نام سے قائم کیا جو آج سندھ میں ایک ممتاز دینی درسگاہ کہلاتی ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک جامع مسجد کیلئے زمین خریدی اس وقت سکھر شہر میں کوئی وسیع جامع مسجد نہ تھی آپ نے بڑی محنت سے جامع مسجد تیار کرائی اور اکابرین دیوبند کے نقش قدم پر چلتے ہوئے درس وتدریس

اور تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ اس سلسلہ میں مدارس عربیہ کا جائزہ لیتے ہوئے مولانا اللہ وسایا صاحب مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ''مدرسہ اشرفیہ سکھر'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''مدرسہ اشرفیہ سکھر ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں قائم کیا گیا' حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نام پر اس کا نام مدرسہ جامعہ اشرفیہ تجویز کیا گیا' مدرسہ کے بانی حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ جو گزشتہ سے پیوستہ سال اللہ رب العزت کو پیارے ہو گئے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نیاز مندوں میں شمار ہونے کے علاوہ آپؒ سے عزیز داری بھی تھی' مولانا محمد احمد تھانویؒ نے اپنے خلوص سے مدرسہ کو چلانے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سکھر میں اس علمی درسگاہ کو عوام و خواص کے لئے مرجع بنا دیا۔ آج اس مدرسہ کو قائم ہوئے ۲۶ سال کا عرصہ کوئی زیادہ مدت نہیں مگر اس مختصر عرصہ میں مدرسہ کے شب و روز کا جائزہ لیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس ادارہ کو ہر قسم کی ترقی سے سرفراز فرمایا ہے' بحمدہ تعالیٰ اس ادارہ کی جامع مسجد' کتب خانہ اور چھوٹے بڑے بیس کمروں پر مشتمل عمارت اور ستائیس اٹھائیس افراد کا عملہ مدرسہ کی روز افزوں ترقی کا بین ثبوت ہے' بحمدہ تعالیٰ اس مدرسہ سے عرصہ ۲۶ سال میں سینکڑوں علماء کرام فارغ التحصیل ہو چکے ہیں جس میں سندھ' بلوچستان اور پنجاب کے علاوہ بیرون ملک کے حضرات بھی شامل ہیں' مدرسہ سے حفاظ و قراء اور شعبہ تعلیم نسواں سے فارغ ہونے والوں کی تعداد بھی کئی سو ہے' مدرسہ کے زیر اہتمام دارالافتاء یوم تاسیس سے قائم ہے اور اس مدرسہ سے جاری ہونے والے فتویٰ جات پورے سندھ میں اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں' اس دارالافتاء کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل متقی اور بزرگ عالم دین ہیں۔ اب تک مدرسہ سے جاری ہونے والے فتوؤں کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے مدرسہ ہذا کے زیر اہتمام شعبہ نشر و اشاعت بھی قائم ہے یہاں سے گاہے بگاہے تبلیغی رسائل' اشتہارات' مسائل قربانی' عیدالفطر وغیرہ رسائل شائع

ہوتے رہتے ہیں اوراس طرح مدرسہ کا شعبہ نشر واشاعت ملک عزیز کی خدمت کرتا رہتا ہے مدرسہ کے نظام کو چلانے کے لئے علماء کرام وشہریان پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ قائم ہے اور مدرسہ کے موجودہ مہتمم مولانا محمد اسعد تھانوی ہیں جو بانی مدرسہ مولانا محمد احمد تھانویؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی تعلیم سے سرفراز فرمایا ہے۔ مولانا محمد اسعد صاحب کی باغ و بہار شخصیت سے مدرسہ کی رونق قائم اور تمام عملہ خوش وخرم اپنے اپنے کام میں لگا ہوا ہے مدرسہ کے ناظم جناب مولانا محمد امجد تھانوی صاحب ہیں جو مولانا محمد احمد صاحب مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں' انتہائی پر وقار اور دینی و دنیوی تعلیم کے فاضل ہیں بہت ہنس مکھ اور بااخلاق ہیں بہرحال مدرسہ اشرفیہ سکھر ہمارے ملک کے ان مدارس عربیہ میں سے ہے جن پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے اللہ تعالیٰ اسے تا قیامت قائم ودائم رکھے۔'' آمین (ہفت روز لولاک فیصل آباد ۱۴ مئی ۱۹۸۱ء)

الغرض حضرت مولانا محمد احمد تھانوی مرحوم کی دینی وعلمی خدمات ناقابل فراموش ہیں اور صوبہ سندھ کے حلقوں میں دینی اشاعت کے فروغ میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے آپ نے ایک طرف دینی تعلیم کے رواج اور مدرسہ کی ترقی کے لئے انتھک محنت کی دوسری طرف عوام میں دینی روح بیدار کرنے کے لئے وعظ ونصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا خود بھی بہت بڑے واعظ مقرر اور مصلح تھے اس کے علاوہ بارہا سکھر کے علاقہ میں تبلیغ واصلاحی جلسے بھی کرائے جن کی بدولت اہل شہر کو حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندیؒ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ جیسے اکابر علماء بزرگوں کی زیارت وصحبت کے مواقع میسر آئے اور شہر میں ایک عام دینی فضا پیدا ہوئی اور لاکھوں افراد کی اصلاح کا ذریعہ ہوئے۔ آپ ایک جید عالم دین بھی تھے اور عارف کامل بھی تھے' نہایت متواضع' منکسر المزاج' خندہ جبیں اور سبک روح تھے' نہایت وجیہ باوقار اور فعال شخصیت کے مالک تھے' اہل شہر آپ کی خوش اخلاقی اور خوش خصالی کی باعث آپ کے شیدائی تھے۔ سکھر شہر میں کوئی دینی کام آپ کے بغیر نہیں ہوتا تھا آپ دن رات مدرسہ کے کاموں اور خدمت خلق میں مصروف رہتے تھے۔ علمی و دینی مصروفیتوں کے

باوجود فعال سماجی کارکن بھی تھے اور مہمان نوازی، غریب پروری اور خدمت میں اپنی نظیر آپ تھے، بہت سے مسائل وخطوط کے جوابات خود اپنے قلم سے لکھتے تھے اور بہت سے دینی رسائل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے بارے میں لاکھوں کی تعداد لکھ کر تقسیم کیے غرض یہ کہ آپ ایک سچے عاشق رسولؐ اور متبع سنت تھے، ادا ادا سے ذہانت مترشح ہوتی تھی۔ اور قرآنی آیات سے استخراج تواریخ میں یکتائے وقت تھے، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے اکابر کی بہت ہی عمدہ تواریخ وفات نکالیں جو بہت مقبول ہوئیں، خوش اخلاقی اور خوش خصالی کے ساتھ ساتھ حق کے اظہار میں بڑے جری تھے اور اس کے لئے کبھی کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ایک بار ایک کلکٹر صاحب نے مہاجرین پر ناشائستہ تنقید کی آپ جلسہ میں بحیثیت صدر انجمن مہاجرین تشریف لائے تھے۔ آپ کو جلال آ گیا اور فوراً کھڑے ہو کر مہاجرین کے کارنامے گنوائے اور کلکٹر صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا بھرے جلسہ میں دونوں طرف سے تلخ کلامی ہوئی، قریب تھا کہ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ جاتی مگر ایک صوبائی وزیر نے جو جلسہ میں موجود تھے کلکٹر صاحب کے غلط رویے پر حضرت مولانا مرحوم سے معافی مانگ لی اور یوں معاملہ رفع وگزشت ہوا، کچھ عرصہ بعد اسی کلکٹر نے آپ کو کچھ پیش کش کرنی چاہی مگر آپ نے قبول کرنے سے معذرت کر دی اور رفقاء کو بتایا کہ یہ دراصل رشوت دے کر میرا منہ بند کرنا چاہتا تھا تاکہ آئندہ حق گوئی کی جرات نہ کر سکوں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مقبول عام فرمایا تھا اور آپ سے بہت سے دینی کام لئے ہیں آپ نے بیرون ملک اور ملک میں دین حق کی تبلیغ کا فریضہ ادا کیا اور متعدد دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں آپ باقاعدگی سے شرکت فرمایا کرتے تھے بارہا حج وزیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور دینی وتبلیغی کاموں کے لئے مسلسل اسفار کرتے رہے یہاں تک کہ مسلسل اسفار اور کثرت دینی مشاغل سے آپ کی صحت گرتی چلی گئی اور آپ کمزور ہوتے چلے گئے اسی دوران کراچی میں ایک رکشا سے تصادم ہوا جس سے ایک ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی، کافی عرصہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہے پھر ضعف دماغ کی وجہ سے آنکھوں میں موتیا اتر آیا جس کا آپریشن ہوا، مگر پھر دل کے دورے شروع ہو گئے اور آخری دورہ چہار شنبہ ۷ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء کو ہوا جس سے جانبر نہ ہو سکے اور سب متعلقین کو حزین وغمگین چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں افراد کے علاوہ ممتاز علماء نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور امامت کے فرائض حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دیئے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کے پہلو میں تدفین ہوئی' علماء امت اور زعماء ملت نے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا' دینی مدارس اور دینی انجمنوں نے قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا۔

علماء کرام نے آپ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ:

''حضرت مولانا محمد احمد تھانوی مرحوم عالم تھے' فاضل تھے مدرسہ اشرفیہ سکھر کے بانی و مہتمم تھے اور مادہ ہائے تاریخی کے استخراج میں یکتائے وقت تھے حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیے۔''

علامہ محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ: 'حضرت مولانا مرحوم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کے منتسبین ہیں معروف عالم تھے۔ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے جو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ کے داماد ہین انہوں نے سکھر میں مدرسہ اشرفیہ کی بنیاد ڈالی جو اپنے علاقے کی ممتاز ترین دینی درسگاہ ہے اور اس خطے میں اس نے علم دین کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جناب مولانا عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں کہ:

''افسوس کہ اکابر کے درد و فراق میں آنسو بہانے والی علم وعمل کی محبوب شخصیت بھی واصل بحق ہوگئی۔ آپ کی ذات ستودہ صفات بہت سی علمی وعملی خوبیوں کی حامل تھی حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔'' آمین

جناب مولانا مشرف علی تھانوی اپنے منظوم تاثرات کے آخر میں فرماتے ہیں کہ:

چل دیئے آخر زبانوں پر کہانی چھوڑ کر — عالم باقی کی جانب دار فانی چھوڑ کر
دی صدا! ہاتف نے عارف بہر تاریخ وصال — فوت فاضل ہے بتا دو کہ رہا ہے اہل حال
۱۳۹۷ھ

استاذ القراء

حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

پاکستان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے شعبہ تجوید وقرات کے صدر اور جید عالم دین حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۹، ۳۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب کو ساڑے دس بجے رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

۱۲ ذی الحجہ مطابق ۳۰ ستمبر کو سہ پہر تین بجے قلعہ قاسم باغ پر تبلیغی جماعت کے مولانا محمد اسلم صاحب کی امامت میں ہزاروں عقیدت مندوں نے مولانا مرحوم کی نماز جنازہ پڑھی جس میں ممتاز علماء مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالمجید انور، مولانا نذیر احمد، مولانا محمد شریف کشمیری، مولانا مفتی عبدالستار، مولانا عبدالرحیم نعمانی، مولانا محمد حنیف جالندھری اور خیر المدارس کے اساتذہ وطلباء بھاری تعداد میں شریک ہوئے بعد میں حضرت مرحوم کو بانی خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی قبروں کے درمیان خیر المدارس میں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے نامور فضلاء میں سے تھے اور اس وقت فن قرات کے امام مانے جاتے تھے آپ کے والد کا نام چوہدری فتح محمد بن حافظ رحم علی تھا۔ آپ تقریباً رجب المرجب ۱۳۴۱ھ کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم محمد اسماعیل پانی پتی کے زیر سایہ حاصل کی اور فارسی، عربی، صرف ونحو اور منطق کی تعلیم مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (مقیم حرم شریف) سے حاصل کی بعد ازاں عالم اسلام کی عظیم دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں ۸ ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ میں داخلہ لیا جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ اور مولانا مفتی ریاض الدین صاحب جیسے اکابر علماء

سے فقہ و اصول فقہ اور حدیث و تفسیر کی تعلیم حاصل کر کے دورۂ حدیث شریف کی سند شعبان ۱۳۶۲ھ میں حاصل کی۔

قیام پاکستان سے قبل آپ مولانا محمد علی جالندھریؒ کے ایما پر ملتان تشریف لائے اور مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی' پھر خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ کے بعد آپ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی علمیت و روحانیت اور ہر دلعزیزی کے پیش نظر جامعہ خیر المدارس ملتان سے وابستہ ہو گئے۔ آپ تاحیات شعبہ تجوید و قرات کے صدر رہے اس دوران آپ نے سینکڑوں قراء اور ہزاروں حفاظ پیدا کئے جو نہ صرف پاکستان کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں بلکہ ایران' افغانستان' برما' بنگلہ دیش' ترکی' متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب میں خدمت قرآن سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی چالیس سالہ تدریسی زندگی میں جن نامور تلامذہ نے آپ سے فیض یابی کا شرف حاصل کیا ان میں مولانا خان محمد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف' مولانا مفتی عبداللہ صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس و قاسم العلوم ملتان' مولانا قاری احترام الحق تھانوی مہتمم دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ۔ مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ صدر مجلس خدام صحابہ پاکستان' مولانا محمد سرور مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور۔ مولانا قاری محمد عبداللہ مدینہ منورہ' مولانا سید عطا المحسن بخاری ملتان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان جیسے ممتاز علماء شامل ہیں۔

آپ اپنے وقت کے ولی عارف کامل تھے۔ زہد و تقویٰ اور تواضع و انکساری میں سلف صالحین کی یادگار تھے روحانیت میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے آپ نے ۱۳۶۴ھ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت کی اور ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری سے بیعت فرمائی بعد ازاں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت فرمائی اور آخر دم تک ذکر و اذکار میں مشغول رہے درس و تدریس کی خدمت کے علاوہ آپ نے فن تجوید و قرات پر متعدد کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں قرأت عشرہ پر متعدد رسائل ''شرح مقدمه جزريه' شرح طيبة النشر' تكميل الاجر'' کے علاوہ بہت سی تصانیف یادگار ہیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام اسلام میں بھی بھرپور حصہ لیا اور

۱۹۵۳ء کی ختم نبوت میں چھ ماہ جیل میں رہے اور بے شمار آپ کے شاگردان شہید ہوئے بہرحال آپ کی ساری زندگی درس وتدریس اورتبلیغ واشاعت میں گزری اورآپ کی حیات حسن تدبر اوراخلاص و پاکبازی کا مظہرتھی۔ جہاں آپ نے بے شمار تلامذہ وتصانیف صدقہ جاریہ کے طور پر چھوڑیں وہاں صالح اولادبھی چھوڑی آپ کے چار صاحبزادے مولانا قاری عبداللہ' قاری عبیداللہ' قاری اہل اللہ اورقاری نصراللہ سب خیرالمدارس کے فضلاء میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور صاحبزادگان اور پسماندگان کوصبرجمیل عطافرمائے آمین۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ تیرے گھر کی دربانی کرے

☆☆☆

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد ضیاء الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۲۲ ہجری مطابق ۱۹۰۴ء غرشین شرقی ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا حافظ علاؤالدین علوی کے فرزند ہیں۔

ابتدائی اور درمیانے درجے کی اکثر کتابیں والد صاحب سے پڑھنے کے بعد غور غشتی میں مولانا قاضی عبدالکریم سے ملاحسن، میرزاہد امور عامہ پڑھا۔ حضرت مولانا قطب الدین سے میبذی، اقلیدس، تصریح الافلاک، حمد اللہ، قاضی مبارک، خیالی تابحث صفات پڑھیں۔ مولانا عبدالحق ڈھیری سروالے سے میرزاہد ملا جلال اور قاضی صاحب (موضع کفری والے) سے شرح وقایہ پڑھا۔ پھر مانسہرہ ہزارہ میں مولانا حمیدالدین فاضل دیوبند (تلمیذ شیخ الہند مولانا محمود الحسن) سے تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، خیالی بحث صفات سے آخر پڑھی، اس کے بعد مولانا عبداللہ پھوار سے ہری پور ہزارہ میں حسامی اور مسلم الثبوت پڑھیں۔ مدرسہ احیاء العلوم راولپنڈی میں مولانا عبدالحیٔ ہزاروی سے ھدایہ اولین، میر زاھد قطبیہ حاشیہ عبدالغفور، خلاصہ الحساب وسراجی پڑھیں۔ پپلاں ضلع میانوالی میں مولانا غلام محمود فاضل دیوبند سے تفسیر بیضاوی اور ہدایہ آخرین پڑھا، بندیال میں مولانا یار محمد سے اصول الشاشی اور شرح چغمینی تمام پڑھیں۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور تفسیر جلالین اور توضیح وتلویح مولانا محمد رسول خاں ہزاروی سے، مشکوٰۃ مولانا نبیہ حسن سے، صدرا، شمس بازغہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی سے، نخبۃ الفکر مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری سے پڑھیں۔ اگلے سال ۱۳۴۹ ہجری میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے بخاری شریف وترمذی شریف، مولانا محمد رسول خان ہزاروی سے مسلم شریف، مولانا میاں اصغر حسین سے ابوداؤد شریف، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی سے نسائی شریف، مولانا مرتضٰی حسن سے طحاوی شریف، مولانا مفتی محمد شفیع سے موطا امام مالک اور مولانا اعزاز علی شیخ الادب سے شمائل ترمذی پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مطلع العلوم سورت، مدرسہ تفصیلیہ دہلی، قصبہ محمدی جھنگ، جامعہ اشرفیہ لاہور،

جامع مدنیہ لاہور' قاسم العلوم ملتان' دارالعلوم عثمانیہ راولپنڈی' مدرسہ اشرفیہ سکھر سندھ میں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ اکثر مدارس میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے بعد میں دارالعلوم عثمانیہ ۸۵ رسول پارک لاہور کے مہتمم اور صدر مدرس رہے۔

تصانیف میں اکثر کتابوں پر آپ نے حواشی لکھے ہیں۔ ان میں **انتخاب الجرح والتعدیل' اختصار الاجوبة الفاضله' كلمة الحق' نتائج الاعمال' نظام شرعی' اعمال السنة' القول الوجیز فی تحقیق الجعل المركب والبسیط' التحكیك فی مبحث التشكیك' القول الضابطی الوجود الرابطی' اساس المیراث** اور مسلم شریف کی شرح "**مفهم تعلیق صحیح مسلم**" یہ حاشیہ ۱۴۰۰ ہجری میں **كتاب الطهارة** تک مکمل ہو چکا ہے۔ **نتائج الاعمال' اصلاح الرسوم' اربعین فی احادیث سیدالمرسلین رساله اعمال شهور السنة** طبع ہو چکے ہیں۔

دیگر حواشی میں آپ نے جدت یہ اختیار کی ہے کہ دیگر شارحین کی شروح سے تعرض نہیں کیا جہاں انہوں نے کوئی شرح نہیں کی اور اب اس کی ضرورت تھی تو وہ آپ نے کر دی۔ ان میں آپ کا انداز بعینہٖ مشکوٰۃ کی شرح میں شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتوی کا سا ہے۔

اپنے مرسلہ تذکرے کے آخر میں لکھتے ہیں' **هذا تصانیفی الی الان واسال الله الكریم سوال الضارع الخاشع متوسلا بنبیه الشافع ان یجعل جمیع تصانیفی خالصة لوجه الكریم ویجعلها ذریعة لفوزی بالنعیم' وان یجنب من الخطا والزلل اقدامی و من السهو والخلل اقلامی' ربنا خلقتنا مجّانا ورزقتنا مجّانا فاغفرلنا مجّانا بحرمة النبی خاتم النبین ﷺ واله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔** آپ ایک جید عالم' عظیم محدث' محقق اور عارف تھے۔ ساری عمر درس حدیث اور تبلیغ و اشاعت میں گزاری اور بالآخر آپ کا ۷ مئی ۱۹۸۷ء کو وصال ہوا۔ اور اپنے گاؤں نور پور اٹک میں دفن کیے گئے۔ ❶

حق تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین

---

❶ سوانحی تذکرہ کا مواد صاحب تذکرہ سے ان کی زندگی میں لیا گیا تھا۔ جو ان کے وصال کے بعد اس کتاب کی زینت بنا ہے۔ (مولف)

محقق اسلام

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاریؒ کا اصل وطن داجل تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان ہے آپ اسی علاقہ کے سید گھرانے میں سید شاہ محمد صاحب کے گھر ۱۰ جنوری ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے' انگریزی اور اردو تعلیم حاصل کر کے سکول ماسٹر مقرر ہوئے' ۱۹۲۸ء میں لاہور میں ایک جلسہ میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم سے شرف ملاقات نصیب ہوا۔ اور بزرگوں سے تعلقات کی ابتداء ہوئی پھر یہ تعلق اس قدر قوی ہوا کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مہتمم دار العلوم دیوبند اور دیگر علماء کو اپنے دولت خانہ پر ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جسے شرف قبولیت بخشا گیا یہ امر تعلقات کی مزید پختگی اور دار العلوم دیوبند کی طرف توجہ کا سبب بنا چنانچہ ۱۳۵۵ ہجری میں ملازمت سے رخصت لے کر دار العلوم پہنچے اور بہت جلد ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد موقوف علیہ میں مشکوٰۃ شریف میں اول آئے اور ۱۳۵۷ھ کے دورۂ حدیث میں شریک ہوئے' صحیح بخاری اور ترمذی شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے' صحیح مسلم شریف حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ سے اور ابوداؤد شریف مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے پڑھ کر دستار فضیلت حاصل کی' فراغت کے بعد ۱۹۴۵ء میں تنظیم اہل سنت والجماعت کی تشکیل عمل میں آئی اور اس وقت سے آخر دم تک اس تنظیم کے تبلیغی کاموں میں سرگرم عمل رہے۔ آپ کی ان تبلیغی سرگرمیوں میں سردار احمد خان پتافی مرحوم اور حضرت علامہ دوست محمد قریشی مرحوم کا کردار بھی ناقابل فراموش ہے۔ شبانہ روز تبلیغ واشاعت دین ہو یا مسلک حلقہ اہلسنت کی حفاظت کے لئے بحث ومناظرہ' مختلف دینی ومسلکی عنوانات پر تصنیف وتالیف ہو یا باطل مذاہب کی تردید کے لئے نوجوان علماء کی تعلیم وتربیت' جماعت کی مالی خدمت ہو یا دفتر جماعت کی تعمیر ہر اعتبار سے حضرت مولانا سید نور الحسن صاحب بخاریؒ کا مقام

پوری جماعت میں اعلیٰ تھا۔ آپ کی پوری زندگی تبلیغ دین اور اشاعت دین میں گزری اور آپ کی دینی علمی اور تبلیغی خدمات ناقابل فراموش ہیں' اس وقت آپ محقق علماء میں بلند مقام پر فائز تھے اور اکابر علماء دیوبند کے مسلک حق پر قائم و دائم تھے' اپنے اکابر و اساتذہ سے بے حد تعلق رہا خصوصاً حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے آپ کو بے حد تعلق اور حد درجہ عشق تھا' ایک دفعہ آپ دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے تو حضرت مفتی اعظمؒ نے اپنے دارالعلوم میں تقریر کی دعوت دی اور خود باوجود علالت و نقاہت کے پوری تقریر میں تشریف فرما رہے' آپ کو بھی ہمیشہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سے قلبی تعلق اور عقیدت رہی' اب بھی آخر تک آپ حضرت مفتی اعظم کے تبحر علمی کے بے حد قائل تھے' حضرت مفتی اعظمؒ کی تفسیر ''معارف القرآن'' کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ''حضرتؒ کی یہ تفسیر پوری ملت اسلامیہ کے لئے عظیم سرمایہ ہے اور تفسیر ''معارف القرآن'' کو تصنیف فرما کر حضرت مفتی صاحبؒ نے تمام مسلمانوں پر احسان کیا ہے۔'' اسی طرح آپ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے انداز تدریس اور تفہیم کے عاشق تھے۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ ''آپ لوگ حضرت مفتی اعظمؒ کے انداز تدریس کے متعلق دریافت فرماتے ہیں, میں حیران ہوں کہ اس کا جواب کس طرح عرض کروں اگر آپ لوگ کر سکیں تو ۱۳۵۷ ہجری کے دور کو واپس لوٹا لائیں پھر دارالحدیث دارالعلوم دیوبند ہو' اس میں حضرت مفتی اعظمؒ ابوداؤد شریف کا سبق پڑھاتے ہوئے علوم و معارف کے دریا بہا رہے ہوں اور میں آپ لوگوں سے عرض کروں کہ دیکھ لیجئے یہ ہے ہمارے اکابر کا انداز تدریس۔

بہرحال آپ کو اپنے اکابر دیوبند سے بے حد تعلق تھا اور آپ کو تصنیف و تالیف کا ذوق اور شغل اپنے انہی اکابر سے ورثہ میں ملا تھا چنانچہ آپ نے دو درجن سے زائد علمی' ادبی اور تاریخی کتب تالیف فرمائیں جن میں یہ چند کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ''الاصحاب فی الکتاب'' ۱۹۵۳ء میں جب آپ سیفٹی ایکٹ کے تحت پابند سلاسل کر دیئے گئے تو لاہور اور ساہیوال جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے آپ نے یہ کتاب تالیف فرمائی' جو چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل

ہے۔''سیرت عثمان'' یہ کتاب امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت پر معرکتہ الآراء تالیف ہے۔ شہادت امام مظلوم' توحید و شرک کی حقیقت' حضرت امیر معاویہ' عادلانہ دفاع' نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدیق رضی اللہ عنہ ''بشریت النبی'' وغیرہ غیرہ آپ کے قلم سے منصۂ شہود پر آئیں۔ ۱۹۴۵ء میں تنظیم اہل سنت کی تشکیل دینے کے بعد آپ نے ہفت روز ''تنظیم اہل سنت'' جاری فرمایا جس میں آپ نے بہت اچھے انداز میں مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دیا اور ساتھ ہی مسلمانوں میں پھیلی ہوئی غلط رسوم کے خلاف جہاد شروع کیا' بعد میں آپ ہفت روزہ ''دعوت'' کے مدیر مقرر ہوئے اور تقریباً بیس سال تک اس ہفت روزہ کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے اس کے علاوہ انگریزی سامراج کے خلاف جہاد بھی کرتے رہے اور تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور حصہ لیا کئی بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں' تاریخ اسلام پر خاص طور پر خلافت راشدہ کے دور پر آپ خصوصی عبور رکھتے تھے اور آپ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مبلغین اسلام کی ایک بڑی کھیپ تیار کی ہے جو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ کر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہی ہے غرضیکہ آپ کی ساری عمر درس و تبلیغ و اشاعت میں گزری ہے ہزاروں تلامذہ آپ کے علمی کاموں میں مصروف ہیں حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

آپ اتنے بڑے محقق' مورخ' مصنف اور مبلغ ہونے کے علاوہ سلوک و تصوف کے بھی بلند مقام پر فائز تھے اور آپ ایک عالم باعمل اور شیخ کامل بھی تھے' شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے باقاعدہ بیعت و ارادت کا تعلق رکھتے تھے اور ان کے فرمائے ہوئے ذکر و تسبیحات پر سختی سے پابند تھے۔ حتیٰ کہ وفات کی آخری رات بھی آپ نے عشاء کی نماز کے بعد باقاعدہ وظائف و تسبیحات پوری کیں' آپ ایک نہایت مہربان مشفق اور بااخلاق بزرگ تھے اور ہم جیسے ناکارہ اور ادنیٰ خدام سے بھی بڑی محبت و شفقت فرماتے تھے' بارہا بندہ ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی' بندہ ناچیز کی کتاب ''اکابر علماء دیوبند'' کے متعلق اپنی رائے گرامی اپنے والا نامہ میں بندہ کے لئے تحریر فرمائی' فرمایا کہ ''اکابر علماء دیوبند کتاب کا ہدیہ مبارکہ موصول ہوا' میں بے حد سپاس گزار ہوں' آپ کی محنت و جانفشانی بڑی قابل قدر ہے۔ اس زمانے میں ایسی بلند پایہ تالیف مرتب کر کے آپ نے چھپوائی ہے' یہ آپ کی کرامت ہے' میں اس عظیم تالیف

پر آپ کو اور مدیر محترم ادارہ اسلامیات لاہور کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں' اللہ رب العزت اس عظیم خدمت پر آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے اور برادران اسلام کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

(مکتوب گرامی ۳۰ صفر المظفر ۱۴۰۲ ہجری)

اسی طرح ایک اور والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''میں اکابر دیوبند کے متعلق آپ کے مضامین بڑے والہانہ انداز میں مطالعہ کرتا رہتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ یہ آپ کے لئے ذریعہ نجات ہوں گے اکابر دیوبند سے تعلق یقیناً آپ کے لئے بڑی سعادت ہے' اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔'' آمین

بہرحال آپ اپنے اخلاق واوصاف میں سلف صالحین کا نمونہ تھے بڑے محقق عالم تھے آپ کا انداز بیان بڑا محققانہ اور مدلّلانہ ہوتا تھا جب بولتے تھے بڑی دلیل سے بولتے تھے اور کئی کئی گھنٹے بڑے محققانہ انداز میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو درجات عالیہ نصیب فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

عالم تھا باعمل تھا عالی دماغ تھا
انجمن دیوبند میں وہ روشن چراغ تھا

☆☆☆

شیخ الحدیث

حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ ان علمائے حق میں سے تھے جن کے علم و فضل، تقویٰ وطہارت اور خلوص وللّٰہیت پر عالم اسلام ناز کرتا ہے۔ آپ ملک کی ان گنی چنی شخصیتوں میں سے ایک تھے جن سے اس دور میں علم دین کا بھرم قائم ہے اور جن کے نقوش پا قوموں کے لئے مشعل راہ ہوا کرتے ہیں۔

آپ ۷ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ مطابق جنوری ۱۹۱۰ء بروز اتوار جناب حاجی معروف گل کے گھر اکوڑہ خٹک ضلع پشاور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی پھر طورو ضلع مردان کے مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالجمیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھتے رہے، سولہ سترہ برس کی عمر میں اس علاقہ میں ملاحسن، کی کتابیں پڑھتے رہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے ہندوستان کا رخ کیا، پہلے میرٹھ اور امروہہ کے مدارس میں تعلیم حاصل کی پھر ۱۳۴۷ ہجری میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۲ ہجری میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی، آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ بانی دارالعلوم کراچی شامل ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۶۲ ہجری سے ۱۳۶۶ ہجری تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ شعبان کی تعطیلات میں واپس وطن آئے، ملک کی تقسیم کی وجہ سے دوبارہ دیوبند نہ جاسکے اور دارالعلوم حقانیہ کی توکلاً علی اللہ بنیاد رکھی، اسی تقسیم ملک والے سال میں وہ طلبہ جو ہندوستان کے دینی مدارس میں زیر تعلیم تھے وہ سب دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے۔ آپ کے پاس اکوڑہ خٹک پہنچ گئے، اسی طرح رفتہ رفتہ آپ کی

محنت رنگ لائی اور دارالعلوم حقانیہ ملک کے ممتاز دینی مدارس میں شمار ہونے لگا۔

آج اس دارالعلوم سے کئی ہزار طلباء سند فراغ حاصل کر چکے ہیں اور ملک و بیرون ملک دینی و علمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ نے درس وتدریس اور تبلیغ و وعظ کے ساتھ کئی علمی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں خلافت راشدہ، مقام صحابہؓ، دعوات حق، علم کے تقاضے اور اہل علم کی ذمہ داریاں، صیام رمضان اور ناموس رسالتؐ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (اکابر علماء دیوبند)

مفکر اسلام حضرت علامہ جسٹس محمد تقی عثمانی مدظلہ ''دعوات حق'' کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دلوں پر اثر انداز ہونے کی خاص توفیق عطا فرمائی ہے۔ ان کے مواعظ و خطبات (دعوات حق) سے قلب میں سوز و گداز، ایمان میں پختگی اور خدا کا خوف اور فکر آخرت پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق دین کی تعلیمات و ہدایات، ان کے خطبات میں ملتے ہیں۔ ''دعوات حق'' ان کے خطبات کا جامع ترین مجموعہ ہے۔'' (ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی)

الغرض حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ تدریس کی خدمت کے ساتھ ساتھ قصبہ کی جامع مسجد میں جمعہ اور دوسرے اہم مواقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جو علم و روحانیت اور قدیم و جدید معلومات کا ایک خزانہ ہوتا تھا۔

آپ کئی بار قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے اور اسمبلی ہال میں اسلام کی سربلندی کے لئے کلمہ حق ادا کرتے رہے---- اور آخر کار علم دین اور اسلام کی خدمت کرتے ہوئے ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۹ ہجری چہار شنبہ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ اور ان کے خلف الرشید جناب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو ان کے صحیح علمی جانشین بنائیں۔ آمین

شیخ الحدیث

مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ آسمان شریعت اسلامیہ کے درخشندہ آفتاب تھے وہ اس دور کے عظیم محدث، عظیم الشان مفسر، بہترین محقق، رفیع الشان معلم اور عارف کامل تھے۔ آپ کے والد گرامی شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ اکابر دیوبند میں ایک منفرد مقام کے حامل تھے ان کا علم و عمل، زہد و تقویٰ اور خلوص وللّٰہیت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتا تھا وہ قدیم اسلاف کا عین نمونہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند جیسے مرکز علم کے شیخ التفسیر رہے قیام پاکستان کے بعد مخدوم الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس اللہ سرہ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں بطور شیخ الحدیث تشریف لائے اور آخر دم تک حدیث رسول کے چراغ جلاتے رہے۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے قابل فخر فرزند ارجمند شیخ الحدیث مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ اس عظیم مسند علمی پر فائز ہوئے اور آخر لمحہ حیات تک جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس حدیث کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

آپ قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی (بھارت) میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی ہی سے حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ جہاں حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم کی شفقتوں اور عنایتوں سے خوب مالا مال ہوئے۔ اس کے بعد اپنے والد محترم کے حکم پر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد اسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ جامع المعقول علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے۔ اور دورۂ حدیث کی اعلیٰ درجہ میں تکمیل کی۔ اس دوران شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی خصوصی عنایات و توجہات کا مرکز رہے۔ فراغت تعلیم

کے بعد جامع العلوم بہاولنگر میں تدریس کا آغاز فرمایا اور تقریباً دو سال تک اعلیٰ درجہ کتب پڑھاتے رہے بعدازاں شیخ الاسلام علامہ عثمانی ؒ کی طلبی پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں بطور استاذ حدیث تشریف لے گئے اور قیام پاکستان تک علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھ دورۂ حدیث کی کتابیں زیر تدریس رہیں تقسیم ملک کے بعد شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک مرکزی دارالعلوم قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کی تکمیل خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ مولانا تھانوی کی دعوت پر مولانا محمد مالک صاحبؒ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار تشریف لے گئے۔ جہاں استاذ حدیث کی حیثیت سے حیات طیبہ کے پچیس سال خدمت حدیث میں گزارے ہزاروں طالبان علم کو اپنے فیض علمی سے سیراب وشاداب کیا۔ آج آپ کے تلامذہ ملک و بیرون ملک میں دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔ تدریس حدیث کے علاوہ تصنیف و تالیف بھی آپ کا محبوب مشغلہ رہا اور اپنے قلم فیض رقم سے متعدد علمی تصانیف یادگار علمی شاہکار کے طور پر تصنیف کیں۔ جن میں تفسیر معارف القرآن کے آخری سات پاروں کی تفسیر علمی خزانہ ہے۔ آپ کے علمی و تدریسی کارناموں کے بارے میں مفکر اسلام حضرت علامہ جسٹس شرعی عدالت محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ برصغیر کے مایہ ناز عالم و بزرگ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ کے فرزند ارجمند تھے۔ اور ان کے علم وفضل کے صحیح وارث تھے۔ آپ نے قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کی خواہش پر دارالعلوم کراچی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے تھے۔ اس کے بعد دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور ایک طویل عرصہ تک وہاں درس حدیث دیا بعد میں جب ان کے والد ماجد حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ کا وصال ہوا تو جامعہ اشرفیہ لاہور میں اپنے والد کی جگہ صحیح بخاری کا درس آپ نے شروع فرمادیا۔ جو زندگی کے آخر دور تک جاری رہا۔ آپ کا صحیح بخاری کا درس بڑا مقبول درس تھا ہر سال تقریباً ڈیڑھ سو طلبہ آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب قدس سرہ کی درس حدیث کی مسند کو سنبھالنا کوئی معمولی

بات نہیں تھی لیکن حضرت مولانا محمد مالک صاحبؒ نے ٹھوس علمی مذاق اپنے والد ماجد سے وراثت میں پایا تھا اور ذوق مطالعہ بھی خوب تھا چنانچہ آپ نے درس حدیث کے اس معیار کو بڑی حد تک باقی رکھنے کی پوری کوشش فرمائی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ دورہ حدیث میں طلبہ کے رجوع واقبال میں کوئی کمی نہیں آئی، تدریس کے علاوہ اپنے والد ماجد کی طرح مولانا کو تصنیف وتالیف کا بھی خاص ذوق تھا آپ کی بہت سی ٹھوس علمی کتابیں آپ کے صدقۂ جاریہ کے طور پر باقی ہیں۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اپنی حیات میں تفسیر معارف القرآن کی تکمیل نہیں فرما سکے تھے۔ مولانا نے ماشاء اللہ اس کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا اور تفسیر میں اپنے والد ماجد کے رنگ کو باقی رکھنے کی پوری کوشش فرمائی۔ اس کے علاوہ مولانا کی کتابوں میں ''معالم القرآن'' بڑے پائے کی کتاب ہے۔ جس میں علوم قرآن کے موضوع پر بڑی گراں قدر مباحث اور معلومات جمع فرمائی ہیں۔ اور شاید اردو میں علوم القرآن پر اتنی عظیم وضخیم کتاب کوئی اور نہیں ہے اس کے علاوہ ''تاریخ حرمین'' اور ''اصول تفسیر'' بھی آپ کی گراں قدر علمی یادگار ہیں جو اپنے اپنے موضوع میں دقیع تصانیف کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (ماہنامہ البلاغ کراچی رجب المرجب ۱۴۰۹ھ)

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلویؒ علمی مقام میں ایک بین الاقوامی شہرت کے حامل تھے اس کے باوجود آپ بڑے متواضع، ملنسار، خوش اخلاق اور شفیق بزرگ تھے۔ آپ کی ہر بات اور ادا سے اپنے والد ماجد کا علمی رنگ جھلکتا تھا۔ مسلک دیوبند کے عظیم داعی اور علمبردار تھے۔ ساری حیات دینی، علمی اور تبلیغی خدمات میں مصروف رہے، ملک و بیرون ملک تبلیغ دین کا حق ادا کیا۔ جامعہ خیر المدارس ملتان اور دیگر دینی مدارس میں ہر سال تبلیغی جلسوں میں شرکت فرماتے اور مختلف علمی موضوعات پر آپ کی عالمانہ تقاریر ہوتی تھیں۔ جو بے حد متاثر کرتیں اور عوام وخواص میں بہت ہی مقبول ہوتی تھیں۔ آپ نے غیر ممالک میں متعدد بار تبلیغی دورے کئے اور اسلام کی حقانیت سے ہزاروں لوگوں کے قلوب کو منور کیا۔ کئی بار حج وزیارت کی سعادت حاصل کی اور روضہ رسول پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ تدریس وتصنیف اور تبلیغ دین کے ساتھ ملت کے اجتماعی مسائل کا درد اور ان کے ساتھ خاص شغف بھی تھا اس سلسلے میں آپ نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ سیاسی نظریات میں اپنے اکابر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دو قومی نظریے کے علمبردار رہے اور تحریک پاکستان کے پر جوش حامی اور کارکن رہے قیام پاکستان کے بعد اپنے انہی اکابر کے شانہ بشانہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اور مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے ذریعے بڑی سرگرمی سے دینی و تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ شہید صدر جنرل محمد ضیاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مجلس شوریٰ پھر اسلامی نظریاتی کونسل کے معزز رکن رہے ملک میں کوئی اجتماعی علمی یا دینی کام ہوتا تو آپ کی طرف نگاہیں اٹھتی تھیں آپ بہت سے دینی مدارس اور دینی تنظیموں کے سربراہ اور صدر نشین رہے غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اوصاف و کمالات سے نوازا تھا ان کی خوش اخلاقی، خوش طبعی اور شفقت کا انداز ہمیشہ دل پر نقش رہے گا احقر راقم کی درخواست پر ڈیرہ غازیخاں اور جام پور بھی مجلس صیانۃ المسلمین کے جلسہ میں تشریف لائے۔ اتنے دور دراز علاقہ میں ان کی آمد صرف احقر ناکارہ سے محبت و شفقت تھی آپ بار بار فرماتے تھے کہ یہ تمہاری محبت کھینچ کر لائی ہے۔ احقر کی تصانیف کو دیکھ کر مسرت کا اظہارت فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ افسوس کہ آج ہم ان کی عنایتوں اور شفقتوں سے محروم ہیں آپ ہمیں ۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ ہجری مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء بروز جمعۃ المبارک کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک عرصہ ہو چکا ہے لیکن ان کی دلکش ادائیں، حسن صورت و حسن سیرت ان کی شفقت و محبت اور ان کی عنایات دل سے بھلائی نہیں جاسکیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ تیرے در کی دربانی کرے



نجم العلماء

حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان

حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانویؒ کا وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی (بھارت) تھا۔ آپ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ کے بڑے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحبؒ کے نواسے تھے‘ اس حوالے سے آپ کو حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے نواسے ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۳۹ ہجری کے لگ بھگ ہوئی‘ ابتدائی کتب فارسی و عربی کی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں پڑھیں۔ متوسط اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کی مشہور و معروف دینی و علمی درسگاہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور آپ نے ۱۳۵۹ ہجری میں تمام علوم دینیہ اور دورۂ حدیث کی تکمیل حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری‘ حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے کی اور ان حضرات کے فیض، علمی و روحانی سے خوب مالا مال ہوتے رہے۔ تھانہ بھون کے زمانہ قیام میں ایک معتد بہ عرصہ تک حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا اور قرابت داری کی بنا پر گھر میں بھی آنا جانا کثرت سے رہا اور مجالس میں حاضری رہتی تھی‘ تھانہ بھون ہی کے زمانہ قیام میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے خلیفہ ارشد حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے خاص عقیدت و محبت کا تعلق پیدا ہوگیا تھا اور حضرت حکیم الامتؒ کے حوالہ سے حضرت خواجہ صاحب کو بھی ان تمام بھائیوں میں مولانا سید شمس الحسن تھانویؒ مولانا قمر الحسن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نجم الحسن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے لگاؤ ہوگیا تھا اور چونکہ حق تعالیٰ نے مولانا نجم الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حسن صورت و سیرت کے ساتھ حسن صوت سے بھی نوازا تھا اس لئے حضرت خواجہ صاحبؒ اپنا عارفانہ کلام مولانا نجم الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھوا کر سنتے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس طرح آپ دونوں کے درمیان شاعرانہ مزاج کے اعتبار سے بھی

کافی مناسبت پیدا ہوگئی تھی چنانچہ اس مناسبت ہی کا یہ اثر تھا کہ مولانا مرحوم حضرت خواجہ صاحب کے لب ولہجہ اور آواز میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے عارفانہ کلام کو پڑھنے پر قادر ہو گئے تھے اسی لئے سالانہ اجتماع مجلس صیانۃ المسلمین کے موقعہ پر سامعین اجتماع کے ذوق وشوق اور ان کے مطالبہ کو دیکھتے ہوئے ہر سال اجتماع کی ایک نشست محض مجذوب کے نام سے ہی منعقد کی جاتی تھی جس کو حاضرین اجتماع نہایت شوق و ذوق سے سنتے تھے۔ یہ مجلس مجذوب تقریباً دو گھنٹے جاری رہتی تھی۔ مگر اس کے باوجود نہ تو حضرت مولانا کو تھکن محسوس ہوتی تھی اور نہ ہی سامعین کو۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے عارفانہ کلام کو سننے کے لئے لوگ جوق در جوق شرکت کرتے تھے اور جامعہ اشرفیہ لاہور کا دارالحدیث کا پورا ہال بھر جاتا تھا اور برآمدے کے اندر بھی لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی قرابت داری کے حوالہ سے ہی سب اکابر علماء مولانا مرحوم سے محبت و شفقت فرماتے تھے خصوصاً حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ بانیٔ جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے حد شفقت فرماتے تھے۔ مولانا نجم الحسن صاحبؒ جب بھی حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے حضرت مفتی صاحبؒ انتہائی احترام فرماتے تھے ہمیشہ اپنے سرہانے بچھی ہوئی کرسی پر بٹھاتے تھے کبھی بھی نیچے نہیں بیٹھنے دیا قیام پاکستان کے عرصہ دراز تک حضرت مفتی صاحبؒ نے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کی دوسری منزل پر اپنے پاس ہی رکھا اسی لئے حضرت مولانا کو حضرت مفتی صاحبؒ سے حد درجہ عشق و عقیدت تھی اور حضرت مفتی صاحبؒ سے ہی بیعت ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ مولانا کی خداداد صلاحیتوں کے معترف تھے اور آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔

مولانا نجم الحسن صاحبؒ فراغت تعلیم کے زمانہ سے ہی دینی و علمی اور تبلیغی و اصلاحی کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ تحریک پاکستان میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے نظریہ کے مطابق کام کیا اور حضرتؒ کے خلفاء و متعلقین کے شانہ بشانہ قیام پاکستان کے لئے جدوجہد فرماتے رہے، قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ

جماعت مرکزی جمعیت علماء اسلام پاکستان کے ذریعہ نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اسی طرح تحریک ختم نبوت میں بھی بڑی سرگرمی سے عملی حصہ لیا پھر جب حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی جماعت مجلس صیانۃ المسلمین کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا تو حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست کی حیثیت سے شب و روز مجلس کے کاموں میں مصروف ہو گئے اور بفضلہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی انتھک کوششوں سے بہت جلد مجلس کو ترقی نصیب ہوئی۔ اور آج بحمد اللہ مجلس صیانۃ المسلمین پورے پاکستان میں مشہور و معروف دینی و اصلاحی جماعت کے طور پر کام کر رہی ہے۔ (ماہنامہ الصیانۃ لاہور نومبر ۱۹۹۷ء)

محترم جناب مولانا مشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ مجلس صیانۃ المسلمین کو ۱۳۴۹ ہجری میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیر سرپرستی قائم کیا گیا تھا جس کے موسس اعلیٰ اور نگران اعلیٰ حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا حافظ جلیل احمد شیروانیؒ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ اور حضرت مولانا جمیل احمد شیروانیؒ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں مجلس صیانۃ المسلمین کا کام شروع کیا پھر پورے پاکستان میں اس کی شاخیں قائم کر دی گئیں، مجلس کے اکابرین اور سرپرستوں میں شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمتہ اللہ علیہم شامل ہیں۔ کراچی سے پشاور تک بڑے بڑے دینی مدارس کے ارباب علم و تقویٰ اس مجلس سے وابستہ اور اس کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے ہیں جن میں شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی مرحوم نائب صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان، حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانویؒ صدر مجلس اور حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آج بھی ارباب علم و فضل مجلس سے وابستہ اور اس کی شوریٰ کے اراکین ہیں۔ حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور مجلس کے مرکزی صدر ہیں اور اراکین شوریٰ میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی، حضرت مولانا نذیر احمد

فیصل آبادی، حضرت مفتی محمد وجیہہ کراچوی، حضرت مولانا سلیم اللہ خان کراچوی، حضرت مولانا محمد اشرف خان پشاوری، حضرت علامہ محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا حکیم محمد اختر کراچوی، حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی، حضرت مولانا حسن جان مدنی، حضرت مولانا قاری تنویر الحق تھانوی اور حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری جیسے مشاہیر علماء شامل ہیں۔ (اکابر علماء دیوبند ص ۳۶۴)

بہر حال حضرت مولانا نجم الحسن تھانویؒ آخر وقت تک مجلس کے ساتھ وابستہ رہے اور مولانا کی سربراہی میں مجلس نے جو ترقی کی اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے آپ کا مجلس کے ساتھ کوئی معمولی تعلق نہیں تھا بلکہ والہانہ اور عاشقانہ تعلق تھا جو تقریباً چالیس برس تک رہا، مجلس کے سالانہ اجتماع کے موقع پر دو تین روز قبل جامعہ اشرفیہ لاہور پہنچ جاتے اور مجلس کے اجتماع کے تمام انتظامات اپنی نگرانی میں کراتے تھے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور اور اس کے بانی اور منتظمین سے بھی بڑا گہرا تعلق رہا اور آخری وقت تک یہ تعلق بڑی عقیدت ومحبت سے نبھاتے رہے غرض یہ کہ مولانا مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے خوش اخلاق اور ملنسار تھے، سلف صالحین کی یادگار تھے۔ ساری زندگی تبلیغی واصلاحی خدمات سرانجام دیتے ہوئے گزاری، یکم ربیع الثانی ۱۴۱۱ ہجری بمطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۰ء کی شب تین بجے کے قریب کراچی میں حرکت قلب بند ہوجانے سے اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ نماز جنازہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ نے راولپنڈی میں پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ تیرے در کی دربانی کرے



شیخ العصر

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

۶ محرم الحرام ۱۴۱۸ ہجری مطابق ۱۴ مئی ۱۹۹۷ء عالم اسلام نے اس خبر کو نہایت افسوس سے سنا کہ ممتاز عالم دین مصنف' محدث اور مفسر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی نور اللہ مرقدہ وصال فرما گئے۔

حضرت قاضی صاحبؒ اکابر دیو بند میں منفرد شان کے مالک تھے۔ آپ بیک وقت مفسر' محدث' محقق' مورخ اور پیر طریقت تھے۔ وہ اکابر کے علمی اور روحانی کمالات کے پرتو اور ان کے مزاج کے صحیح حامل تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت قاضی صاحبؒ کا خاندان صدیوں سے علوم دینیہ کی خدمت میں مشہور ہے۔ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ اس علمی اور روحانی گھرانہ میں ۶ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری مطابق یکم فروری ۱۹۱۳ء بروز ہفتہ کو پیدا ہوئے قرآن پاک اور ابتدائی عربی فارسی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی ۱۹۲۸ء میں شمس آباد سے مڈل پاس کیا اور اسی سال والد گرامی کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

بچپنے کا یہ داغ یتیمی آپ کے شوق اور حصول علم کی حمیت کو کم نہ کر سکا۔ آپ ذوق وشوق سے علوم اسلامیہ کی تحصیل میں مگن رہے اس وقت علاقہ چھچھ علمائے ربانیین کا مرکز تھا۔ آپ شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید مولانا عبدالرحمٰن حمیدی' مولانا عبدالحئی لکھنویؒ کے فیض یافتہ مولانا سعید الرحمٰن اور مولانا عبداللہ جان موضع جلالیہ جیسے باکمال علماء دین کے فیوضیات سے مستفید ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۳۰ء میں برصغیر کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے وہاں آپ نے مولانا سراج احمد رشید رحمۃ اللہ علیہ مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا مفتی

ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظریف احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبداللہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جید اساتذہ کے فیوضات علمیہ سے استفادہ فرمایا۔ بعدازاں آپ محدث العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے استفادہ کے لئے ڈابھیل تشریف لے گئے جہاں آپ نے بخاری شریف کا سماع حضرت شاہ صاحبؒ سے کیا۔ ۱۳۵۳ ہجری مطابق ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف کے لئے داخلہ لیا۔ دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث پر اس وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز تھے آپ نے بخاری اور ترمذی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اردو تقریر کو آپ دوران سبق ہی عربی میں قلم بند فرماتے رہے۔ مسلم شریف مولانا رسول خان ہزارویؒ سے، ابوداؤد شریف مولانا میاں اصغر حسینؒ سے، طحاوی شریف، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سے، شمائل ترمذی مولانا اعزاز علیؒ سے، موطا امام محمد مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے، موطا امام مالک مفتی ریاض الدینؒ سے اور مولانا قاری عتیق الرحمٰنؒ سے پارہ عم کی مشق فرمائی۔

آپ کے دور طالب علمی میں ایک مرتبہ مشہور شاعر ظفر علی خان دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ دارالحدیث میں ان کے اعزاز میں تقریب استقبالیہ منعقد ہوئی۔ اساتذہ اور طلباء نے مولانا ظفر علی خان کو نظماً اور نثراً خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر علماء دیوبند کی شان میں آپ نے ایک نظم کہی جس میں مرزا قادیانی کے خلاف اکابر دیوبند کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ؎

انہی کی ذات اقدس سے بشیر الدین نالاں ہے

اس نظم سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خان نے فی البدیہہ دیوبند کی شان میں مشہور نظم کہی جس کا پہلا شعر مندرجہ ذیل ہے ؎

شاد باشد وشاد زی اے سر زمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا پرچم بلند

۱۹۳۶ء میں جب آپ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے دیوبند تشریف لے گئے تو وہاں سے واپسی پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لاہوریؒ کے نام آپ کو دستی رقعہ عنایت فرمایا۔ جس میں آپ کے متعلق بھی ایک جملہ لکھا ''علمی اور عملی حالت ماشاء اللہ قابل اطمینان ہے۔'' اب حضرت لاہوریؒ کے ہاں بھی آپ کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ ۱۹۳۹ء میں جب آپ پہلی مرتبہ

حج بیت اللہ کو جا رہے تھے تو حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں حاضری دی حضرت لاہوریؒ نے آپ کو اپنے قلمی دستخطوں سے مزین اپنا ترجمہ قرآن پاک عنایت فرمایا یہ محض ایک تحفہ نہ تھا بلکہ حضرت لاہوریؒ نے بقول آپ کے اپنا فیض قرآنی آپ کو منتقل فرما دیا۔ ۱۹۵۷ء میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں حاضری زیادہ ہوگئی۔ ۱۹۶۱ء میں جب حضرت لاہوریؒ ایبٹ آباد تشریف لائے تو از خود فرمایا میں چاہتا ہوں کہ سلسلہ قادریہ میں آپ کو تکمیل کرا دوں۔'' ابتدائی اسباق بھی تلقین فرمائے۔ اس سال ۱۵ مئی ۱۹۶۱ء ایبٹ آباد تشریف آوری پر آپ کو اجازت بیعت سے نوازتے ہوئے اپنا مجاز فرمایا:

تدریسی خدمات:

۱۹۳۲ء میں جب آپ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر اپنے آبائی گاؤں شمس آباد تشریف لائے تو گاؤں میں ''مدرسہ محمدیہ'' کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے افہام وتفہیم اور فصاحت و بلاغت کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ عظیم علمی خوبیوں' والدین کی دعاؤں اور اساتذہ کی شفقتوں کی برکت سے طلبہ دور دور سے آتے۔ یہاں آپ نے بخاری سے لے کر کافیہ تک علوم وفنون کی تمام کتب پڑھائیں تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ علاقہ کی مذہبی ضروریات کا خیال رکھا باطل کا مقابلہ بھی فرمایا۔

حضرت اقدس قاضی صاحبؒ کو قرآن فہمی کا ذوق اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا تھا تصنیف و تدریس اور ہر اعتبار سے علوم قرآنیہ کی خدمت کی۔ بیس کے قریب مختلف قرآنی اسالیب پر دقیع علمی کتابیں لکھیں اور حیات مستعار میں جہاں بھی رہے درس قرآن مجید کا ناغہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ایبٹ آباد کے زمانہ میں تو دن میں تین تین مقامات پر عرصہ تک درس دیتے رہے۔

تصنیفی خدمات:

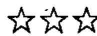
اللہ تعالیٰ نے تحریر و تصانیف کا بھی اعلیٰ سلیقہ آپ کو عنایت فرمایا تھا۔ وسعت مطالعہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین حافظہ سے نوازا تھا۔ اس لئے آپ کی ہر تحریر دلائل و براہین سے مزین ہے۔ علمی اور اصلاحی ہر میدان میں آپ کی سینکڑوں تصانیف یادگار ہیں۔

بخاری کے ترجمۃ الباب تفسیر کے مشکل مسائل فلسفہ کلام اور ''شرح عقائد'' کی کتب سے لے کر وضو سجدہ کے فضائل اور عوامی دروس تک آپ کی تصنیفات ہر طبقہ کے لئے رہنما ہیں۔

وفات:

۱۵ اگست ۱۹۸۹ء آپ کو دل کا شدید دورہ پڑا۔ تو کمپلیکس اسلام آباد میں چند دن زیر علاج رہے ڈاکٹروں نے کام سے منع کر دیا تھا۔ مگر آپ باوجود انتہائی نقاہت کے مسلسل کام کرتے رہے بیماری کے دوران چراغ محمد' سوانح حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھی' درس قرآن مجید اور دروس حدیث بنام انوار الحدیث کا کام کیا علاوہ ازیں بھی کئی عنوانات پر لکھا خطوط کے جوابات روزانہ اپنے قلم سے لکھتے درس نظامی کی انتہائی کتب کی تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی خواہش تھی کہ میرے معمولات میں کبھی بھی ناغہ نہ ہو' اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کو پورا فرمایا چنانچہ آخری روز بھی تمام معمولات ادا فرمائے اور رات بارہ بجے اچانک دل کی تکلیف ہوئی۔ سی۔ ایم۔ ایچ۔ اٹک لے جائے گئے خود پیدل چل کر گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے ہسپتال تک بھی خود چل کر گئے ڈاکٹر آکسیجن کی تیاری کر رہے تھے کہ دو بج کر گیارہ منٹ پر تہجد کے وقت جو آپ کے لئے تمام عمر وصال محبوب کا وقت تھا تین مرتبہ اللہ' اللہ' اللہ فرمایا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رحمه الله رحمة واسعة

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی نہ جانے ہم کہاں ہوں گے



مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ عالم اسلام کے ایک جید عالم دین' عربی اور اردو کے بلند پایہ ادیب اور سوانح نگار' عظیم مفکر و محقق اور مخلص مربی و داعی الی اللہ تھے۔ آپ نے اپنی زندگی اسلام کی حقیقی تشریح و تعبیر' دینی تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرنے اور مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کو تازہ اور امت مسلمہ کو سرگرم رکھنے میں مصروف رکھی۔ مرحوم ۶ محرم الحرام ۱۳۳۳ ہجری (۱۹۱۴ء) میں یو۔ پی۔ کے شہر رائے بریلی کے قریب دائرہ شاہ علم اللہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک علمی اور ادبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے آپ کے دادا مولانا حکیم سید فخر الدینؒ فارسی کے جلیل القدر مورخ اور دبیر تھے۔ آپ کے والد مولانا سید عبدالحیؒ رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نزہۃ الخواطر جیسی جلیل القدر عربی تصنیف کے مصنف ہیں جس میں ہندوستان کے ساڑھے چار ہزار سے زیادہ علماء و داعیان کا تذکرہ ہے۔ آپ کے ددھیالی اور ننھیالی بزرگ حضرت سید احمد شہیدؒ ہی کے سلسلہ سے وابستہ تھے اور اس سلسلہ میں صاحب اجازت ہوئے ہیں۔ آپ نے دینی تعلیم ندوۃ العلماء میں حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ خلیلؒ بن محمد یمانی' علامہ سید سلیمانؒ ندوی' مولانا حیدر حسنؒ خان ٹونکی' مولانا سید حسین احمدؒ مدنی مولانا احمد علی لاہوری شامل ہیں۔ آپ کی دینی تعلیم و تربیت کے انتظام میں آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالعلیؒ کا بڑا کردار ہے۔

آپ نے اپنی علمی و عملی زندگی کا آغاز درس قرآن سے کیا یکم اگست ۱۹۳۴ء کو آپ کا تقرر تفسیر وادب کے استاذ کی حیثیت سے ندوۃ العلماء میں ہوا۔ ۱۹۳۸ء میں آپ کی پہلی کتاب (اپنے جد امجد کے تذکرہ پر مشتمل) ''سیرت سید احمد شہید'' شائع ہوئی۔ حضرت مناظرؒ احسن گیلانی' مولانا عبدالماجدؒ دریا آبادی' مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی' ڈاکٹر محمد آصفؒ قدوائی' مولانا قاری محمد طیبؒ جیسی کئی علمی و دینی شخصیات سے آپ کا تعلق رہا۔ آپ

مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے۔ اور کسب فیض کیا۔ ۱۹۴۵ء میں حضرت مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت سے ربط و تعلق پیدا ہوا جو بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپ نے ۱۹۴۷ء میں مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر اہل عرب اور علمی و ادبی حلقوں میں تبلیغی کام کو متعارف کرانے کے لئے حجاز کا پہلا سفر کیا۔ ۱۹۴۸ء میں ندوہ کی مجلس انتظامیہ کے رکن ۱۹۴۹ء میں سید سلیمان ندویؒ کی تحریک پر نائب معتمد، ۱۹۵۴ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے بعد معتمد تعلیمات اور ۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ندوۃ العلماء کے ناظم بنائے گئے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ کی زیرادارت ندوہ کا دوبارہ اجرا ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں آپ نے ایک پندرہ روزہ اخبار ''تعمیر'' مولانا عبدالسلام ندوی کے ساتھ مل کر جاری کیا۔ ۱۹۵۱ء میں انسانیت اور اخلاق کے چلن کو عام کرنے کے لئے آپ نے تحریک پیام انسانیت قائم کی۔ ۱۹۵۶ء میں مجلس تحقیقات نشریات اسلام قائم کی۔ ۱۹۶۵ء میں ایک دینی تعلیمی کونسل قائم کی۔ ۱۹۶۲ء میں حکومت سعودیہ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے قیام کے موقع پر آپ کو اس کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا۔ آپ نے رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے کئی ممالک کے دورے کئے جن کا تذکرہ آپ کی کتاب ''دریائے کابل سے یرموک تک'' میں ملتا ہے آپ نے کئی بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت فرمائی اور علمی مقالات پڑھے۔ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی چلتا رہا اور کئی تبلیغی اسفار بھی کئے۔ آپ نے عربی اور اردو میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا آپ کی کتب کا معیار بڑا علمی اور تحقیقی ہے آپ نے جدید اور قدیم مآخذ سے بھرپور استفادہ کیا آپ کی کتب کے دنیا کی کئی زبانوں میں تراجم ہوئے اور ان کی عرب و عجم میں بڑی پذیرائی ہوئی۔ آپ عالم اسلام کی ممتاز دینی، علمی اور سیاسی شخصیات سے بھی ملتے رہے اور عصر حاضر میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مفید مشورے بھی دیتے رہے۔ آپ نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا سے باخبر رہتے تھے۔ امت مسلمہ کو درپیش مسائل پر آپ کی گہری نظر تھی آپ نے درد دل اور خلوص سے امت مسلمہ کی فکری رہنمائی فرمائی۔

آپ نے ندوۃ العلماء کے علمی و ادبی معیار کو بلند کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا اور ایک بہترین منتظم ثابت ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے

لئے بھر پور جدوجہد کی ۱۹۶۴ء میں مسلم مجلس مشاورت کی تشکیل کروائی اور ۱۹۷۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ قائم کروایا۔ جو مسلمانان ہند کا متحدہ پلیٹ فارم ہے۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کو اس کا صدر بنادیا گیا۔ آپ دارالمصنفین اعظم گڑھ کی مجلس انتظامی و مجلس عاملہ کے رکن اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی بنائے گئے۔

آپ کی غیر معمولی اسلامی خدمات کے اعتراف کے طور پر ۱۹۸۵ء میں آپ کو شاہ فیصل بین الاقوامی انعام دیا گیا۔ آپ کئی بین الاقوامی تنظیموں اور اداروں کے رکن تھے۔ جن میں عربی اکادمی دمشق، مجلس عاملہ موتمر عالم اسلامی بیروت، مجلس انتظامی اسلامک سینٹر جنیوا شامل ہیں۔ ان کے علاوہ آکسفورڈ سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز، آکسفورڈ یونیورسٹی کے صدر اور رابطہ الادب الاسلامی العالمیہ کے صدر بھی تھے۔ ۷ جنوری ۱۹۹۹ء کو حکومت دبئی نے آپ کو ۱۹۹۸ء کی سب سے بڑی عالمی شخصیت قرار دیا۔ آپ نے ایوارڈ میں ملنے والی ساری رقم (ایک ملین درہم) دینی تعلیم کے فروغ اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کر دی۔

مولانا ابوالحسن علیؒ ندوی نے بیسویں صدی عیسوی میں اسلام کو پورے یقین اور وثوق کے ساتھ موثر انداز میں تحریر و تقریر کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے جدید اسلوب اور جدید ذہن کو پیش نظر رکھتے ہوئے علمی طرز استدلال اختیار کر کے دماغوں کو مطمئن کرنے کی کوشش فرمائی۔ آپ نے بہت سے مواقع پر مختلف مذاہب و خیالات کے حامل افراد کے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ آپ جہاں بھی گئے صاف و بے لاگ باتیں کیں۔ آپ مخاطبین کے ذوق و ذہن، زبان و اسلوب اور وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خطاب فرماتے۔ آپ کی تقاریر کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں تعمیر انسانیت، اصلاحیات، حدیث پاکستان اور پاجا سراغ زندگی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے اپنی تقریر و تحریر میں مغربی تہذیب کا جرأت، اعتماد اور یقین کے ساتھ سامنا کیا۔ آپ نے بھرپور علمی تنقید اور ماہرانہ تحلیل و تجزیہ سے تہذیب جدید کے طلسم کو توڑا۔ اس حوالے سے آپ کی تصانیف مذہب و تمدن، نیا طوفان اور اس کا مقابلہ، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، اسلامی بیداری، معرکہ ایمان و مادیت، مغرب سے چھ صاف صاف باتیں

نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں اور تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عربی زبان کا وہ ذوق دیا تھا جو اہل زبان کو عطا ہوتا ہے اور اہل زبان میں بھی ان کو ملتا ہے جن کے اندر فطری اور وجدانی ذوق ہوتا ہے۔ اور جس کو وہ اپنے علم ومطالعہ سے جلا (روشن) دیتے ہیں۔ آپ نے شروع ہی سے عربی زبان کو تقریر وتحریر کا ذریعہ بنایا۔ عالم عرب میں جگہ جگہ سلیس عربی میں خطاب فرمایا۔ آپ کے کئی عربی مقالات عربی مجلّات کی زینت بنے' آپ نے کئی کتب عربی میں لکھیں جن میں السیرۃ النبویہ (اردو ترجمہ نبیؐ رحمت) **قصص النبیین' الارکان الاربعة' ربانیة لارھبانیة' القادیانی والقادینیة' الصراع بین الایمان والمادیة' ماذا حسر العالم بانحطاط المسلمین' اذا ھبت ریح الایمان۔** (جب ایمان کی بہار آئی) **الطریق الی المدینة** اور **العقیدة والعبادة والسلوك' روائع اقبال' ادب الدعوة فی القرآن و السیرة** (تبلیغ ودعوت کا معجزانہ اسلوب) بڑی علمی تحقیقی اور فکر انگیز کتب ہیں۔ اسی طرح منصب نبوت اور اس کے عالی مقام' حاملین اور مطالعہ قرآن اور اس کے اصول ومبادی بھی اپنے موضوع پر منفرد کتب ہیں۔ آپ کی کتب پر معروف علمی شخصیات نے مقدمے تحریر کئے۔ جن میں سید سلیمان ندوی' سید قطب شہید' سید علی طنطاوی' مولانا محمد منظور نعمانی شامل ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ایک بلند پایہ محقق اور داعی الی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سوانح نگار اور مورخ بھی تھے' اور اس موضوع پر آپ کا کثیر تصنیفی سرمایہ موجود ہے۔ ان کتب میں تاریخ دعوت وعزیمت' المرتضیٰ' جب ایمان کی بہار آئی' نقوش اقبال' حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت' تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی' سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ' حضرت مولانا عبدالقادرؒ رائے پوری' صحبتے با اہل دل' پرانے چراغ' کاروان زندگی' کاروان ایمان وعزیمت' انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر' مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش' خواتین اور دین کی خدمت' حیات عبدالحیؒ' انسانی علوم کے میدان میں اسلام کا انقلابی وتعمیری کردار' اسلامیات اور مغربی مستشرقین ومسلمان مصنفین اور ہندوستانی

مسلمان مفید علمی سرمایہ کی صورت میں عالم اسلام کے پاس محفوظ ہیں۔ بقول مولانا محمد منظور نعمانیؒ (آپ) کو بزرگوں اور دینی شخصیتوں کی سیرت نگاری اور دینی و اصلاحی تحریکات کی تاریخ نویسی سے خاص مناسبت ہے۔ اور اس کا خاص ذوق اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشا ہے۔ اہل دین و اہل علم کی سوانح نگاری اور تذکرہ نویسی (ان) کی آبائی سعادت ہے اور یہ موضوع ان کے لئے بہت سے لوگوں سے زیادہ محبوب و دلچسپ اور سہل ہے۔'' مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اصحاب دعوت و عزیمت کی ایک مسلسل و مربوط تاریخ و تذکرہ پیش کر کے اسلام کی تاریخ پر ملت اسلامیہ کا اعتماد و یقین بحال کیا اور نئی نسل کو اسلاف کی زندگیوں اور کارہائے نمایاں سے موثر انداز میں متعارف کرا کر ان میں جذبہ ایمانی کو پروان چڑھایا۔ ہم اپنی بات کو سید قطبؒ شہید کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

''میں نے انہیں ان کے قلم اور شخصیت سے پہچانا۔ میں نے ان میں عقل مسلم اور دل مسلم کو پہچانا' میں نے ان میں وہ آدمی دیکھا اور پہچانا جو اسلام کے ساتھ اور اسلام کے لئے زندگی گزارتا ہے بلکہ زیادہ سمجھ کے ساتھ اس کی زندگی اسلام کے لئے ہے۔''

آپ بیسویں صدی عیسوی کے آخری روز ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء (۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ) کو بروز جمعتہ المبارک وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی ان دینی و ملی خدمات اور اسلام کے مسائی و کارناموں کے احیاء کے اس عمل عظیم پر حیات جاودانی بخشے۔ آمین

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نو رستہ تیرے در کی دربانی کرے

☆☆☆

شہید اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نور اللہ مرقدہ پنجاب کے ضلع لدھیانہ کی ایک بستی عیسیٰ پور میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد الحاج چوہدری اللہ بخش صاحب مرحوم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت تھے۔

آپ نے ابتدائی قرآنی تعلیم اپنی قریبی بستی میں ہی حاصل کی تھی اور ابتدائی دینی تعلیم لدھیانہ کے ایک مدرسہ محمودیہ اللہ والی میں حاصل کی ایک سال آپ نے مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں بھی تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ نے چار سال تک جامعہ خیر المدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان ہی سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی جامعہ خیر المدارس ملتان میں آپ نے استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مولانا عبدالشکور کامل پوری اور مولانا مفتی عبداللہ ڈیروی صاحب اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے استاذ حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے حکم سے فیصل آباد میں ایک مدرسہ میں تدریس کے لئے تشریف لے گئے آپ کو لکھنے کا شروع ہی سے شوق تھا آپ ماہنامہ دار العلوم میں بھی لکھتے رہے اور ماہنامہ بینات کراچی میں آخر وقت تک تحریر فرماتے رہے اس کے بعد مولانا تدریس کے لئے جامعہ رشیدیہ ساہیوال تشریف لے آئے اور ۱۹۷۴ء تک آپ جامعہ رشیدیہ میں ہی درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت سنبھالی تو آپ نے مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس کراچی بلوالیا۔

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ۱۹۶۲ء سے شہادت تک ماہنامہ بینات کی مسلسل خدمت کرتے رہے۔

مئی ۱۹۷۸ء میں جب روزنامہ جنگ میں اسلامی صفحہ اقراء کا اجراء ہوا تو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اس کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے مضامین ماہنامہ بینات ہفت روزہ ختم نبوت، ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ، روزنامہ جنگ میں شائع ہوتے رہے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہ کی ۱۰۰ کے لگ بھگ تصانیف ہیں جو حضرت کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف میں آپ کے مسائل اور ان کا حل، اختلاف امت اور صراط مستقیم، تحفہ قادیانیت، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا خیر محمد صاحب نوراللہ مرقدہ سے تھا ان کی رحلت کے بعد آپ نے اصلاحی تعلق شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ سے قائم فرمایا اور حضرت ہی سے آپ کو خلافت ملی حضرت شیخ الحدیثؒ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت حکیم الامت کے خلیفہ خاص ڈاکٹر عبدالحئی صاحب نوراللہ مرقدہ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور حضرت سے بھی آپ کو اجازت بیعت حاصل ہوئی۔

۱۸ مئی ۲۰۰۰ء کو بزم کاندھلوی اور عارفی کا یہ چراغ بھی ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔ لیکن اپنے پیچھے ایک علمی اور عملی تصنیفی خدمات کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑ گیا۔



فقیہ العصر

حضرت مولانا مفتی محمد وجیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحبؒ قصبہ ٹانڈہ بادی ریاست رام پور میں حضرت مولانا محمد نبیہ صاحبؒ کے گھر ۳ محرم الحرام ۱۳۴۳ ہجری کو پیدا ہوئے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ نے نام محمد وجیہ رکھا اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد نبیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ ارشد تھے اور ایک جید عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی حضرت حکیم الامت سے بیعت تھیں اور ایک عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ بادی ہی میں حاصل کی پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۶۱ ہجری میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے جہاں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر ۱۳۶۳ ہجری میں سند الفراغ حاصل کی، زمانہ تعلیم کے دوران ہی حضرت حکیم الامتؒ تھانوی کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور بیعت سے بھی نوازے گئے۔ اصلاحی تعلق حضرت اقدس مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ و صدر المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سے قائم کیا اور سلوک وتصوف کے منازل طے کرتے رہے بعدازاں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے تعلق قائم کیا اور ۱۳۹۵ ہجری میں خلافت واجازت سے نوازے گئے۔ حضرت مفتی اعظمؒ کے بعد مسیح الامت حضرت مسیح اللہ خان صاحبؒ سے تعلق قائم کیا اور ۱۳۹۶ ہجری کو خلافت کا شرف حاصل کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد اپنے استاذ وشیخ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ کی وساطت سے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں مدرس مقرر ہوئے اور اسی دوران صرف آٹھ ماہ میں آپ نے حفظ قرآن کی نعمت حاصل کی۔ شوال ۱۳۶۸ ہجری میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے اپنے مدرسہ اشرف المدارس کی مدرسی کے لئے بلا لیا ایک سال یہاں درس وتدریس کا سلسلہ رہا بعدازاں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے ہاں جلال آباد میں مدرسہ

مفتاح العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۳۷۲ ہجری میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی دعوت پر دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں بطور استاذ الحدیث اور مفتی تشریف لائے اور تقریباً تیس چالیس سال حدیث وفقہ کی خدمات انجام دیتے رہے' ہزاروں تلامذہ ملک و بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں۔ ہزاروں فتاویٰ آپ کے قلم سے نکلے۔ جن پر شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ جیسے رئیس المحدثین اور امام الفقہاء کی تصدیقات ثبت ہیں۔

بہرحال آپ کی دینی علمی' تدریسی فقہی اور روحانی واصلاحی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ چند سال قبل دارالعلوم مظاہر العلوم حیدرآباد تشریف لے آئے اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ جلاتے رہے۔ آخر تک حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مسلک ومشرب پرسختی سے قائم رہے' مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے اکابرین میں شمار ہوتے تھے۔ مجلس کے اجتماعات میں ہر سال باقاعدگی سے تشریف لاتے تھے' بارہا حضرتؒ کی اصلاحی تقاریر ومواعظ سننے کا اتفاق ہوا۔ بارہا شرف ملاقات نصیب ہوا' آپ کی ناچیز کے ساتھ شفقتیں وعنایتیں بے بہا ہیں۔ ہمیشہ بندہ کے تصنیفی کاموں میں حوصلہ افزائی فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ حضرتؒ سے آخری ملاقات گزشتہ سے گزشتہ سال حرم پاک میں حج کے موقع پر ہوئی اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی خدمت میں جہاں ان دنوں حضرت تشریف لائے ہوئے تھے حضرت مفتی صاحبؒ اس ناچیز کو اپنے ساتھ لے گئے اور حضرت سے ملاقات کروائی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے بندہ کی کئی کتابوں پر اپنی رائے گرامی بھی تحریر فرمائی اور بندۂ ناچیز کی درخواست پر اپنے خودنوشت حالات بھی قلمبند فرما کر بھجوائے جو بندہ نے اکابر علماء دیوبند اور کاروان تھانویؒ میں شامل کئے ہیں' الغرض آپ کی خدمات جلیلہ اور آپ کی شفقتوں اور عنایتوں کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ ۲۱ مئی ۲۰۰۰ء بروز اتوار کاروان تھانویؒ کا یہ عظیم رکن ہم سے بچھڑ گیا۔ علمی و دینی حلقے سوگوار ہیں۔ حضرت ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ سکھرویؒ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور حضرت مفتی محمد وجیہؒ یہ تینوں بزرگ کاروان تھانویؒ کے عظیم افراد میں سے تھے اور ان کا اٹھ جانا عظیم نقصان ہے' حق تعالیٰ ان حضرات کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مخدوم العلماء فقیہ العصر

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ کی ولادت باسعادت اپنی ننھیال موضع ارون ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب میں ۱۱ رجب المرجب ۱۳۴۱ ہجری کو ہوئی۔ تاریخی نام مرغوب النبی نکالا گیا۔ حضرت اقدسؒ کے والد ماجد فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلویؒ سلسلہ اشرفیہ کے معروف ومشہور بزرگ، صاحب تصانیف وافتاء جید عالم دین تھے اور عرصہ دراز تک حضرت حکیم الامتؒ مجدد الملت محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے فیض صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔ اور انہی کے زیر سایہ رہ کر افتاء وتدریس، تصنیف وتالیف نیز تعلیمی وتبلیغی شعبوں میں گرانقدر خدمات انجام دیتے رہے، آپ کی تعلیم کی ابتداء تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے مدرسہ اشرفیہ سے قرآن پاک حفظ وناظرہ، ریاضی، اردو، دینیات اور بہشتی زیور وغیرہ کی تعلیم سے ہوئی، اس کے ساتھ ہی بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بابرکت مجلس عام وخاص میں بھی حاضری کی دولت اور آپ کے ارشادات طیبات سے استفادہ کا موقع نصیب ہوا۔ پھر عربی فارسی کی ابتدائی اور بعض متوسط کتب ہدایہ، جلالین وغیرہ تک اپنے والد ماجد اور دیگر اساتذہ سے پڑھیں بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حضرت مولانا جلیل احمد کیرانوی رحمتہ اللہ علیہم جیسے اکابر اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے اور ۱۳۶۵ ہجری میں سند فراغ حاصل کی دوران تعلیم ہی ۱۳۵۹ ہجری میں اپنے والدین کے ہمراہ حج وزیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی اور مزید ایک سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اور حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، قاری حسن شاعر اور شیخ القراء حضرت قاری محی الاسلامؒ سے سبعہ اور ثلاثہ میں استفادہ کا موقع ملا اور قرأت میں اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ فراغت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا

اور مدرسہ عربیہ راجپورہ ریاست پٹیالہ میں تدریسی خدمات انجام دینے پر مامور ہوئے۔اس کے بعد مدرسہ حقانیہ شاہ آباد میں درس نظامی کی تدریس کرتے رہے' یہاں تک کہ پاکستان بن گیا اور آپ ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہوئے۔ یہاں شہر کی قدیم جامع مسجد میں ایک مدرسہ قاسمیہ جاری کیا جس میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تقریباً چار ماہ کی نظر بندی کے زمانہ میں مدرسہ بند ہوگیا پھر رہائی کے بعد دوبارہ کوشش فرما کر آپ نے مستقل مدرسہ کے لئے جگہ حاصل کی اور یکم ربیع الاول ۱۳۷۰ ہجری سے باقاعدہ مدرسہ کا افتتاح کیا گیا' اس مدرسے کا نام حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے مدرسہ حقانیہ شاہ آباد کے نام پر' جامعہ حقانیہ رکھا' مدرسہ جامعہ حقانیہ میں اکابر کے مسلک ومشرب کے مطابق درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے اور آپ خود مدرسہ کے اہتمام اور انتظام کے ساتھ ساتھ مدرسہ میں اونچے درجہ کی کتابیں پڑھاتے رہے اور آخر تک خدمت افتاء بھی انجام دیتے رہے۔فقہ وافتاء میں آج آپ کا اعلیٰ مقام تھا اور مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ کے بعد آپ ہی مفتی اعظم اور فقیہ العصر تھے' تعلیم و تدریس' تبلیغ وارشاد اور تصنیف وتالیف میں بھی آپ کی خدمات جلیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ ہزاروں لوگ آپ کے فیض علمی وروحانی سے فیض یاب ہوئے اور ہزاروں کی اصلاح وتربیت فرمائی۔آپ نے بچپن ہی میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ سے اصلاح وتربیت کا تعلق قائم کیا اور عرصہ دراز تک حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات علمی وروحانی سے سیراب وشاداب ہوتے رہے اور بالآخر خلافت واجازت سے نوازے گئے۔حضرت مولانا عثمانی قدس سرہ کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور انہوں نے بھی بہت جلد آپ کو اجازت بیعت وتلقین سے سرفراز فرمایا۔آپ فرماتے تھے کہ:

''شیخ الاسلام سیدی مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی اعظم سیدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے شروع سے آخر عمر تک اس ناکارہ پر احسانات عظیمہ رہے' دونوں

حضرات کا مجھ ناکارہ پر بڑا احسان ہے اور وہ مجھ پر اپنی اولاد کی طرح شفقت فرماتے تھے' حضرت والد صاحبؒ سے ان حضرات کا بہت گہرا تعلق تھا یہ حضرات ہمیشہ اس ناکارہ کی ہمت افزائی فرماتے تھے اور معمولی معمولی دینی خدمات پر اظہار خوشنودی فرماتے تھے۔''

بہرحال آپ ساری عمر انہی حضرات اکابر کے مسلک و مشرب پر سختی سے عمل پیرا رہے' سیاسی نظریات میں بھی انہی اکابر کے مقلد تھے۔ تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام اسلام میں بھی انہی حضرات اکابر کی زیر قیادت اہم کردار ادا کیا تھا۔

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن امرتسری' مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری' مولانا ظفر احمد عثمانی' مفتی محمد شفیع' مولانا خیر محمد جالندھری' مولانا محمد ادریس کاندھلوی' مولانا قاری محمد طیب قاسمی' مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی' علامہ شمس الحق افغانی' مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا احتشام الحق تھانوی رحمتہ اللہ علیہم جیسے اکابر علماء کے محبّ و محبوب رہے اور ساری حیات درس وتدریس' تبلیغ و اصلاح اور تصنیف و تالیف میں گزاری ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا اور انہی حضرات مذکورہ بالا کے ساتھ مل کر باطل نظریات اور لادینی فتنوں کا مقابلہ کرتے رہے' مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں لکھیں جو مقبول عام ہوئیں۔ ہزاروں فتاویٰ آپ کے قلم سے نکلے جو عوام وخواص کی اصلاح کا ذریعہ بنے' دارالعلوم کراچی' جامعہ اشرفیہ لاہور' جامعہ خیر المدارس ملتان' جیسے عظیم دینی مدارس کی مجلس شوریٰ کے معزز رکن رہے۔ موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی تھے اور مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کی شوریٰ کے بھی صدر نشین تھے۔ علم وعمل' زہد و تقویٰ اور اخلاق و اوصاف میں سلف صالحین کا نمونہ تھے اور اسلاف کی عظیم یادگار تھے۔ بزم اشرف کے روشن چراغ تھے جو بجھ گیا ایک شمع ہدایت اور عظمت کا مینار تھے جو گر گیا۔ اب ایسی عظیم ہستی کہاں پیدا ہوگی جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہوں۔

آہ! درس و تدریس' فقہ و افتاء' تبلیغ' ارشاد اور تصنیف و تالیف کی عظیم مسندیں بیک وقت خالی ہوگئی ہیں۔ ۶ شوال ۱۴۲۱ ہجری ۲ جنوری ۲۰۰۱ء کو آپ کی رحلت کے بعد علمی و دینی حلقوں میں ہر

طرف تاریکی چھا گئی ہے اور سناٹا ہی سناٹا ہے' پاکستان بلکہ عالم اسلام اپنے ایک عظیم مفتی' فقیہ' محدث' مفسر' عارف' شیخ اور ایک جید عالم دین سے محروم ہوگیا ہے' حق تعالیٰ شانہ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے اخلاق رشید خصوصاً برادرم جناب مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب کو ان کا سچا جانشین بنائے جو ان کے علم وعمل کے وارث ہیں۔ سب لواحقین و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نو رستہ تیرے در کی دربانی کرے

☆☆☆

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا
محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

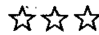
رئیس الاتقیاء والاصفیاء حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس آخری دور میں ان چند عظیم ہستیوں میں سے ایک تھے جن کا علم و فضل، زہد و تقویٰ سادگی و تواضع اور خلوص وللّٰہیت ایک امر مسلمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اس زمانہ میں سلف صالحین کا نمونہ تھے، ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور اخلاق و اوصاف میں اپنے اکابر و اسلاف کی یادگار تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۴۳ ہجری میں ضلع بلند شہر (صوبہ یو۔ پی) کے ایک گاؤں ''بستی'' میں صوفی محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہوئی جو نہایت نیک اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ نے مولانا حافظ محمد صادق پنجابی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ ہی سے فارسی اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حسن پور مراد آباد کے مدرسہ امدادیہ میں داخلہ لے کر دو سال میں شرح وقایہ، قدوری، کنز الدقائق، اصول الشاشی، شرح تهذیب، نور الانوار، نفحة الیمن اور شرح جامی تک کتابیں پڑھیں۔ پھر شوال ۱۳۵۸ ہجری میں مدرسہ خلافت جامع مسجد علی گڑھ میں داخل ہوئے اور مولانا فیض الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے مختصر المعانی اور سراجی وغیرہ پڑھیں۔ دیگر مدرسین سے ہدایہ اولین، حسامی، سلم العلوم، شرح عقائد وغیرہ کتب پڑھیں۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ہدایہ ثالث، دیوان متنبی، حماسہ، توضیح اور ملا حسن سے مظاہر العلوم میں اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ مدرسہ مظاہر العلوم میں اکابر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور بخاری شریف جلد اول شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور مسلم شریف حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شریف، شمائل ترمذی، اور طحاوی شریف پڑھیں۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے نسائی، ابن ماجہ پڑھیں اور مولانا منظور احمد خان رحمۃ اللہ علیہ سے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کتب پڑھ کر ۱۳۶۳ ہجری میں سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت

کے بعد مدرسہ آثار ولی (قائم کردہ مولانا ولی محمد بٹالویؒ) اور پھر مدرسہ اسلامیہ کٹھور ضلع میرٹھ میں سال بھر تدریس وتعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ بعد ازاں مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جو کہ ضلع گوڑ گانوہ میں ایک سال تک پڑھایا۔ اس کے بعد ۱۳۷۳ ہجری میں کلکتہ چلے آئے اور ۱۳۸۱ ہجری تک یہیں قیام فرمایا اور متعدد مدارس دینیہ میں پڑھاتے رہے۔ کئی جدید مدرسے بھی قائم کئے۔ پھر شوال ۱۳۸۱ ہجری میں حج کے لئے چلے گئے اور وہاں سے واپس آ کر مولانا محمد حیات صاحبؒ کے مدرسہ حیات العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مدرسہ حیات العلوم مراد آباد میں جو کتابیں زیر درس رہیں ان میں بیضاوی شریف' مسلم شریف' ابوداؤد شریف' طحاوی شریف' موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں۔

رمضان ۱۳۸۴ ہجری میں مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے حکم پر دارالعلوم کراچی چلے آئے اور تفسیر و حدیث کے اسباق کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کی خدمات بھی آپ کو سونپی گئیں۔ دارالعلوم کراچی میں تقریباً بارہ سال آپ کا قیام رہا۔ اس دوران ہزاروں طالبان علم وفضل کو آپ نے اپنے فیض علمی سے سیراب وشاداب کیا۔ پھر مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ وہاں بھی آپ کا فیض علمی وروحانی آخر دم تک جاری رہا۔ درس وتدریس اور خدمت افتاء کے علاوہ سینکڑوں کتابیں آپ کے قلم فیض رقم سے منصۂ شہود پر آئیں جو مختلف موضوعات پر نہایت علمی واصلاحی انداز سے لکھی گئی ہیں' جن میں ''مجانی الآثار من شرح معانی الآثار عربی' بتیح الروی بتخریج احادیث الطحاوی عربی' الفوائد السنیه فی شرح الاربعین النوویه' تفسیر سورۂ فاتحہ' حضرت ابوذر غفاری' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' امت مسلمہ کی مائیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں' صحابہ کرامؓ کی جانبازی' تذکرہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہ' پچاس قصے' چھ باتیں' مسنون دعائیں' شرعی پردہ' اخلاص نیت' اکرام المسلمین' فضائل علم' مصیبتوں کے بعد ان کا علاج' اصلاحی مواعظ' مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ فضائل امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ خواتین' خواتین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں' اصلاحی خطبات اور اس دور کی عظیم شاہکار تفسیر ''انوار البیان'' (۹ جلد) قابل ذکر ہیں۔

سلوک وتصوف میں آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور مدینہ منورہ ہی میں رہ کر حضرت شیخ الحدیثؒ سے سلوک کے منازل طے کئے اور بیعت وخلافت کا شرف حاصل کیا۔ پھر خود بھی ایک شیخ کامل اور عارف کامل بن گئے اور ہزاروں کی اصلاح کا ذریعہ بنے اور حرمین شریفین میں رہ کر دینی، علمی، تبلیغی واصلاحی خدمات میں مصروف رہے۔ آخر دم تک عبادات ومعمولات میں مشغول رہے۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۸ نومبر ۲۰۰۱ء بروز بدھ صبح کی نماز حرم پاک خود جا کر باجماعت ادا کی۔ پھر قیام گاہ تشریف لائے اور صبح ساڑھے دس بجے تک قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہے اور پھر آرام کے لئے لیٹ گئے اور اسی دوران ہمیشہ کے لئے ابدی نیند سو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ ہے قابل رشک ایک ولی اللہ کی رحلت۔ پھر رات کو تراویح کے بعد حرم نبویؐ ہی میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور جنت البقیع کی خاک پاک نصیب ہوئی۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے در کی دربانی کرے



فقیہ العصر

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مالوف لدھیانہ تھا جو مشرقی پنجاب میں واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد سلیم صاحبؒ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے صحبت یافتہ تھے اور بزم اشرف میں صاحب الرویا کے لقب سے معروف تھے۔ آپ ۳ صفر المظفر ۱۳۴۱ھ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے' ابتدائی اور ثانوی تعلیم مختلف دینی مدارس میں پڑھ کر آپ ۱۳۶۰ ہجری میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور شعبان ۱۳۶۱ ہجری میں تمام علوم وفنون اور دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی' حضرت مولانا اعزاز علی امروہی' حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور حضرت مولانا مفتی ریاض الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں' قرأت وتجوید کی کتب آپ نے حضرت قاری عزیر احمد صاحبؒ اور حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ سے دارالعلوم دیوبند ہی میں پڑھیں' فراغت کے بعد تدریس کا سلسلہ ۱۳۶۲ ہجری میں مدرسہ مدینۃ العلوم حیدر آباد سندھ سے شروع کیا پھر صدر مدرس بنا دیئے گئے اور اسی سال شیخ الحدیث کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کا کام بھی سنبھالا اور اسی طرح ۱۳۶۹ ہجری تک آپ بیک وقت صدر مدرس اور مفتی رہے۔ ۱۳۷۰ ہجری میں آپ دارالعلوم ٹھیڑی تشریف لے گئے اور پھر ۱۳۷۶ ہجری میں حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے حکم پر آپ بحیثیت شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی تشریف لے آئے اور ۱۳۸۳ ہجری تک آپ دارالعلوم کراچی ہی میں تدریسی وعلمی خدمات انجام دیتے رہے' اس دوران سینکڑوں طالبان علم نے آپ سے استفادہ کیا اور شرف تلمذ حاصل کیا' تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور فتاویٰ نویسی اور شان تفقہ میں بلند مقام حاصل کیا۔ آپ کے فتاویٰ احسن الفتاویٰ کے نام سے کئی جلدوں میں منظر عام پر آئے اور مختلف موضوعات پر ۱۰۰ سے زائد کتابیں شائع ہوئیں' مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی

محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کے فتاویٰ بھی مستند تسلیم کئے جاتے تھے' ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں اس وقت آپ کا اعلیٰ مقام تھا' تدریسی و تصنیفی خدمات کے علاوہ آپ کی تبلیغی و اصلاحی خدمات بھی نا قابل فراموش ہیں' آپ نے اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ تھانوی قدس سرہ کی خواہش پر ناظم آباد کراچی میں جامعہ اشرف المدارس بھی قائم کیا اور اس سے ملحقہ خانقاہ اشرفیہ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا بعد ازاں اس ادارہ کو دارالافتاء والارشاد کے نام سے موسوم کیا جہاں اعلیٰ استعداد رکھنے والے علماء کو تمرین افتاء کے لئے داخل کیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ فیض باطنی اور تقویٰ اور استغناء اور تعلق مع اللہ کی دولت سے بھی مالا مال کیا جاتا تھا' یہاں کی نشست و برخاست کا مستقل درس شریعت محمدی کے مطابق جاری وساری رہتا تھا اور ہر آنے والا کچھ نہ کچھ دین کی سمجھ لے کر جاتا تھا۔ آخر دم تک تبلیغ دین واشاعت اور اصلاح و تربیت میں مصروف رہے' ہزاروں افراد نے ظاہری و باطنی علوم و عرفان حاصل کئے۔ آپ کی پوری زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گزری' ہمیشہ حق وصداقت کے علمبردار رہے اور لاکھوں دکھی انسانیت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ الرشید ٹرسٹ قائم کیا جس سے لاکھوں افراد کو فائدہ ہوا' افغانستان کے لاکھوں لوگوں کی کفالت کا ذریعہ بنے اور بے لوث دین کی خدمت میں مصروف رہے' بہت سی دینی تنظیموں اور دینی مدارس کے سرپرست اور رکن رہے' ضرب مومن ہفت روزہ اخبار اور کئی روز نامے اور ماہنامے آپ کی سرپرستی میں شائع ہوتے رہے' ساری عمر حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے اور اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کی روایات کے مطابق سلوک وتصوف کی خدمت بھی انجام دیتے رہے' دارالافتاء والارشاد اور الرشید ٹرسٹ اور نہ جانے کتنے کام آپ کر گئے جو آپ کے لئے صدقہ جاری ہیں' حق تعالیٰ شانہ آپ کے درجات بلند فرمائے' مجلس صیانۃ المسلمین آپ کی وفات کو عالم اسلام کا عظیم سانحہ قرار دیتی ہے اور آپ کی رحلت موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔

☆☆☆

شیخ الحدیث

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کوٹ سلطان ضلع لیہ پنجاب کے رہنے والے تھے اور ایک علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے' آپ کے والد ماجد ایک جید حافظ' عالم باعمل اور صاحب نسبت بزرگ تھے' آپ کے سب برادران ماشاء اللہ عالم و حافظ اور جید قاری ہیں اور مختلف دینی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں' حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ۱۳۷۴ ہجری مطابق ۱۹۴۳ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے اور ابتداء تا انتہاء تعلیم دارالعلوم کبیر والہ میں حاصل کی ۱۳۸۹ ہجری میں تمام علوم دینیہ پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' اکابر اساتذہ خصوصاً شیخ الحدیث مولانا صوفی سرور صاحب مدظلہم جامعہ اشرفیہ لاہور اور حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم کبیر والہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی' دوران تعلیم و بچپن ہی میں اکابر علماء و مشائخ سے تعلق قائم رہا اور حضرت اقدس مفتی محمد حسن امرتسری' حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری' حضرت مولانا خیر محمد جالندھری' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر علماء و مشائخ سے فیضیاب ہوتے رہے' سلوک و تصوف میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ کے مجازین و متوسلین سے تعلق قائم کیا اور حضرت اقدس مفتی محمد حسن امرتسری بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے خلیفہ خاص حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ سے خلافت و اجازت کا اعزاز حاصل کیا' بعد ازاں فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ اور حضرت ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ سکھروی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت حاصل کی' علاوہ ازیں سند فراغ حاصل کرنے کے بعد اپنے استاذ و شیخ و مربی حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم کے توسط سے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی خدمت میں دارالعلوم کراچی پہنچ کر فتویٰ میں اعلیٰ مہارت حاصل کی اور حضرت مفتی اعظمؒ کے حکم پر پانچ چھ سال دارالعلوم کراچی میں رہ کر تدریس و افتاء کی خدمت بھی سرانجام دی۔ دارالعلوم کراچی سے واپس

آ کر دارالعلوم کبیر والہ میں شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور اپنے اساتذہ کرام حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحبؒ کی ہدایت پر بخاری شریف کا درس شروع فرمایا جو آخر دم تک دیتے رہے۔ اس طرح سے آپ نے کوئی تیس سال سے زائد تدریسی خدمات انجام دیں اور اس کے ساتھ ساتھ ملک بھر کے شہروں اور قصبوں میں تبلیغ و اصلاح کے اجتماعات اور مجالس میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا' ہزاروں افراد کی تبلیغ و ارشاد کے ذریعے اصلاح فرمائی اور بہت سے خوش نصیبوں کو مجاز بیعت و مرید بھی بنایا۔ جامعہ خیر المدارس ملتان' جامعہ امدادیہ فیصل آباد' جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا' دارالعلوم فیصل آباد اور لاہور' سکھر' کراچی پشاور اور دیگر بڑے چھوٹے شہروں کے دینی مدارس کے ممتحن بھی رہے اور مدارس کے اجتماعات میں کثرت سے علمی واصلاحی مواعظ حسنہ علماء و طلباء اور عوام و خواص کو مستفیض و مستفید فرماتے رہے' آپ کا شمار اس وقت پاکستان کے اکابر علماء و مشائخ میں ہوتا تھا' آپ بیک وقت ایک عظیم محدث' فقیہ' مفتی' مفسر و مدبر' عارف اور شیخ کامل تھے۔

اتباع سنت کا مجسمہ اور زہد و تقویٰ میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے' اپنے اخلاق و اوصاف میں سلف صالحین کا نمونہ اور اسلاف کی یادگار تھے' انتہائی مشفق و مصلح و مربی و مہربان بزرگ تھے' مسلک و مشرب میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے پیروکار تھے اور ان کے علوم و معارف کے عظیم ترجمان اور امین تھے' حضرت حکیم الامتؒ و خلفاء و متوسلین سے آخر تک تعلق رہا اور انہی کے نظریات سے وابستہ رہے' مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے عظیم مبلغ رہے اور دور دراز سفر کر کے مجلس کے اجتماعات میں شریک ہوتے رہے اور اپنے مواعظ سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ احقر راقم الحروف کی درخواست پر بھی مجلس صیانۃ المسلمین جام پور کے اجتماعات میں دو مرتبہ تشریف لائے اور مختلف مساجد و مدارس میں اصلاحی بیانات فرمائے جن سے جام پور کے عوام و خواص انتہائی درجہ متاثر اور مستفیض ہوئے' افسوس کہ آئندہ کے لئے ہم آپ کی زیارت و بیانات سے محروم ہو گئے۔ اکابر علماء کے محبّ و محبوب رہے خصوصاً اپنے شیخ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ' حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ مولانا احتشام الحق تھانویؒ مفتی عبدالشکور ترمذیؒ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی' مولانا نذیر احمد فیصل آبادی اور مولانا وکیل احمد شیروانی سے

خصوصی تعلقات رہے اوران حضرات کے ساتھ محبت کا ایک خاص تعلق رہا' جامعہ اشرفیہ لاہور' جامعہ احتشامیہ کراچی' جامعہ حقانیہ ساہیوال' جامعہ امدادیہ فیصل آباد اور جامعہ خیر المدارس ملتان تو حضرت مفتی صاحبؒ کے خاص تبلیغ اورارشاد کے مراکز تھے۔ انتہائی باخلاق' ملنسار' متواضع' ہنس مکھ اورسادہ طبیعت کے مالک تھے' علماء کے قدردان اورمحبّ ومحبوب تھے بہرحال اس مختصر مضمون میں حضرتؒ کی کونسی کونسی خدمت اورصفت کوتحریر میں لایا جائے' یہ چند صفحات عقیدت کے طور پر ہدیہ قارئین ہیں' حق تعالیٰ شانہ ہمیں حضرت مفتی صاحبؒ کے نقش قدم پر چلائیں اورحضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین ثم آمین



خطیب اسلام

حضرت مولانا محمد اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ

ملک وملت کے عظیم مجاہد اور مایہ ناز خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ بھی ۸ ربیع الاول بمطابق ۲۱ مئی ۲۰۰۲ء بروز منگل واصل بحق ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ پاکستان کے اکابر علماء دیوبند میں سے تھے اور ملک کے مشہور اور مایہ ناز عظیم خطباء میں آپ کا شمار ہوتا تھا شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی' خطیب الامت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' خطیب ملت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم خطباء پر پوری ملت اسلامیہ کو ناز تھا اور یہ حضرات دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر خطیب تسلیم کیے جاتے تھے۔ آہ آج وہ مسند خطابت بھی خالی ہوگئی اور عالم اسلام اپنے ایک اور عظیم خطیب اور جلیل القدر عالم دین سے محروم ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحبؒ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے' آپ کے والد ماجد حضرت مولانا غلام ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے' آپ جنوری ۱۹۳۲ء کو تحصیل ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اپنے والد مکرمؒ سے حاصل کی پھر دارالعلوم رحمانیہ ہری پور میں داخلہ لیا۔ دیگر اساتذہ کے علاوہ استاذ العلماء حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحبؒ سے خوب استفادہ کیا اور علوم متداولہ کی انہی سے تکمیل کی اور پھر اسی مدرسہ میں تین سال تک تدریسی خدمات بھی سرانجام دیں' بعدازاں ۱۹۵۴ء میں مولوی فاضل کا امتحان دینے کے لئے لاہور آنا ہوا تو کامیابی کے بعد مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں بطور مدرس ثالث آپ کا تقرر ہوا' اور تین سال تک تدریس و تعلیم میں مشغول رہے اور ساتھ ہی جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لے کر اکابر ومشاہیر علماء ومشائخ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن امرتسری' حضرت مولانا رسول خان ہزاروی' حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حضرت مولانا مفتی

جمیل احمد تھانوی رحمتہ اللہ علیہم سے علمی استفادہ کیا اور جس سال جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورۂ حدیث کا افتتاح ہوا' اس سال آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے سند الفراغ حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد عبدالکریم روڈ قلعہ گوجر سنگھ لاہور پر جہاں قد آدم گڑھے تھے وہاں اللہ کا نام لے کر آپ نے محنت کی اور مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور تعمیر شروع کرائی۔ آج اللہ کے فضل وکرم سے یہی مسجد و مدرسہ ایک عظیم دینی یادگار تین منزلوں پر مشتمل ہے اور ہزاروں افراد علمی واصلاحی استفادہ کر چکے ہیں۔ آپ نے اس عظیم الشان مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا اور صبح وشام دو وقت درس قرآن کا سلسلہ رکھا' آپ کے اس درس نے لاہور میں ایک بڑا انقلاب پیدا کیا جس کی مثال نہیں ملتی' آپ نے ملک بھر کے شہروں اور قصبوں میں اپنی خطابت کے جوہر دکھائے' دینی وتبلیغی جلسوں میں خصوصاً سیرت کے جلسوں میں آپ کو کثرت سے مدعو کیا جاتا تھا اور آپ نے دینی علمی تبلیغی و تدریسی سب ہی شعبوں میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور ملک کی ہر تحریک میں بھی بھر پور حصہ لیا تھا تحریک ختم نبوت یا اسلامی نظام کی تحریک' ناموس رسالت کی تحریک ہو یا دفاع صحابہؓ کی تحریک آپ صف اول میں نظر آئے اور اس سلسلہ میں بارہا قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اس کے باوجود بھی آپ کے مجاہدانہ کردار اور پایۂ استقامت میں لغزش نہ آسکی' ہمیشہ حق وصداقت کا پرچم بلند رکھا' آپ نے جمعیت علماء اسلام کے قائد کی حیثیت سے بھی ملکی وسیاسی کاموں میں اہم کردار ادا کیا اور مغربی و مشرقی پاکستان میں تبلیغی وسیاسی دورے بھی کئے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری' حضرت مولانا عبداللہ درخواستی' حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہم کے ساتھ مل کر بڑا کام کیا۔

آپ نے تبلیغ وتدریس اور دینی وملی خدمات کے علاوہ تصنیف وتالیف کا کام بھی بڑے موثر انداز میں کیا اور کئی اہم تصانیف منظر عام پر آئیں جن میں ''آداب القرآن' شراب خانہ خراب' آداب دعا' تدریس القرآن' اور قربانی'' جیسے اہم موضوعات پر تصانیف قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحبؒ ایک عظیم اور مشہور خطیب ہونے کے باوجود اخلاق وکردار میں اسلاف کی یادگار تھے' نہایت متواضع' منکسر المزاج' خندہ جبیں اور ملنسار تھے۔ ایک

درویش صفت عالم وفاضل تھے ایک عظیم مجاہد' حق گواور حق وصداقت کے علمبردار تھے۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان' جامعہ اشرفیہ لاہور اور کئی دوسرے مقامات پر آپ کی متعدد تقاریر سننے اور قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا' ہر طرح سے مولانا موصوفؒ کو بلند و بالا پایا' ہمیشہ شفقت کا معاملہ فرمایا اور اپنی پرخلوص دعاؤں سے نوازا' افسوس کہ ہم اب آپ کی شفقت ومحبت سے محروم ہوگئے' سلوک وتصوف میں پہلے آپ نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کا دامن تھامابعدازاں حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ جیسے اولیاء اللہ کی صحبت میں رہے اور علمی وروحانی استفادہ کرتے رہے آخر میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ سے وابستہ ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا اور سلوک کے منازل طے کرتے رہے' حضرت حکیم الاسلامؒ کے بعد حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب قدس سرہ سے بھی استفادہ کرتے رہے اور حضرتؒ کی آمد لاہور کے موقع پر حضرت مسیح الامتؒ کی مجالس سے بھی بھرپور استفادہ کرتے رہے اور حضرتؒ سے فیض حاصل کرتے رہے۔

بہرحال آپ نے اپنی ساری زندگی اسلام کی خدمت میں گزاری اور تبلیغ واصلاح کے ذریعے ہزاروں لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ آپ کی رحلت پورے عالم اسلام کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے ایسے جلیل القدر عالم وخطیب صدیوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور آپ کی دینی یادگاروں کو ہمیشہ قائم ودائم رکھیں اور آپ کے فرزندارجمند مولانا محمد امجد خان کو آپ کا صحیح جانشین بنائیں۔ آمین



مناظر اسلام

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اس وقت اکابر علماء محققین میں سے تھے اور اپنے علم وفضل، اوصاف واخلاق اور تبحر علمی کے اعتبار سے جامع الکمالات شخصیت تھے، آپ یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء بمطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ ہجری کو مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر کے گھر بمقام ''بھیں''، ضلع چکوال میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا کرم دین سے ہی حاصل کی جو بڑے جید عالم اور مناظر تھے۔ ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، اس کے بعد تین سال اپنے آبائی گاؤں میں بطور ٹیچر پرائمری سکول میں پڑھایا، ۱۹۳۴ء میں اشاعت العلوم الاسلامیہ کالج سے ماہر تعلیم وتبلیغ کا کورس پاس کیا۔ ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ سے دورۂ حدیث شریف موقوف کرنے کے بعد ۱۹۳۸ء میں دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ جہاں وقت کے نامور علماء ومشائخ اساتذہ کرام سے فیض علمی وروحانی حاصل کیا، آپ کے اساتذہ حدیث میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع، حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی اور علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس دوران حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے بھی فیض روحانی حاصل کرتے رہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں تھانہ بھون حاضری دیتے رہے۔ مگر باقاعدہ حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد واپس چکوال آکر تعلیم وتدریس اور دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا اور باطل تحریکوں کے خلاف شمشیر برہنہ ثابت ہوئے، شرک وبدعات اور جہالت ورسومات کے خلاف آپ نے علی الاعلان جہاد کیا اور کلمہ حق بلند کیا۔

۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء کو امدادیہ جامع مسجد پنڈی روڈ پر جامعہ عربیہ اظہار الاسلام کی بنیاد رکھی

اور ۱۴ جولائی ۱۹۶۰ء کو جامعہ اہل سنت تعلیم النساء قائم کیا جہاں سے ہزاروں کی تعداد میں طالبات قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کر چکی ہیں' علاوہ ازیں متعدد مقامات پر ملک بھر میں دینی تعلیم کے مدارس و مکاتیب قائم کئے۔ ۱۹۶۹ء میں حضرت قاضی صاحبؒ نے تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی اور اس تحریک کے ذریعے باطل نظریات کی کھل کر تردید کی اور عوام وخواص میں اس تحریک کے ذریعے ذہنی انقلاب برپا کر دیا۔ ۱۹۸۹ء میں ایک دینی جریدہ ماہنامہ ''حق چار یار'' جاری کیا جواب تک جاری ہے۔ علاوہ ازیں درجنوں تصانیف مختلف موضوعات پر تالیف کیں' جنہوں نے مسلمانوں کے اندر فتنوں کے تعاقب کا جذبہ پیدا کیا' مرزائیت' رافضیت اور خارجیت کے فتنوں کا آپ نے خصوصیت سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کئی بار قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

بہر حال حضرت قاضی صاحب قدس سرہ ساری حیات تعلیم وتدریس' تبلیغ وارشاد' اصلاح وفلاح کی خدمت سرانجام دیتے رہے' ایک مرد حق ''عظیم مجاہد اسلام محقق ومصنف' مناظر ومتکلم اور عارف وشیخ کامل تھے۔ اتباع سنت کا پیکر اور تواضع سادگی اور اخلاق وعادات میں سلف صالحین کی یادگار تھے۔ افسوس کہ اتنی خوبیوں اور کمالات والی شخصیت ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء بمطابق ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ ہجری بروز سوموار ہزاروں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ہزاروں افراد نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور خادم علم دین متین کو ان کے گاؤں میں سپرد خاک کیا۔ اس طرح آج ہم ایک جید عالم دین' عظیم مفسر ومحدث' ایک عظیم مجاہد وقائد اہلسنت کے سایہ مبارک سے محروم ہو گئے۔ حق تعالیٰ شانہ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے مقدس مشن کو ہمیشہ جاری وساری رکھیں۔ آمین



محقق عصر

حضرت مولانا شمس الحق جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز محقق عالم دین استاذ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق جلال آبادیؒ ۱۹۳۰ء میں ہندوستان کے مشہور قصبہ جلال آباد کے روہیلہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ جلال آبادی کی زیر نگرانی مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں حاصل کی۔ درجہ خامسہ تک کی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں حاصل کی اور متعدد کتب حضرت مسیح الامت جلال آبادیؒ سے بھی پڑھی۔ درجہ خامسہ تک کی تعلیم کے دوران آپ نے کئی کتب حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی سے بھی پڑھیں جو ان دنوں مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد انڈیا میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ بعد ازاں آپ نے مکمل تعلیم اور دورۂ حدیث کی کتابیں جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھیں اور ۱۹۵۴ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے سند الفراغ حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ مولانا رسول خان ہزارویؒ شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ اور استاذ العلماء حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اٹک والے و حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد دو سال تک آپ نے مدرسہ مفتاح العلوم حیدرآباد سندھ میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر فراغت کے تیسرے سال دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے اور آخر دم تک دارالعلوم کراچی میں اونچے درجے کی کتب پڑھاتے رہے، اس دوران ہزاروں تشنگان علوم نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ آپ کے تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی مدظلہ اور شیخ الاسلام علامہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ جیسے اکابر اور جید علماء بھی شامل ہیں۔

حضرت مولانا شمس الحق صاحبؒ موجودہ دور کے جید اور اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے، آپ نے نصف صدی تک تعلیمی تبلیغی، تدریسی اور اصلاحی خدمات سرانجام دی ہیں، آپ ایک مایہ ناز

محقق عالم، فقہ وحدیث کے ماہر رمز شناس علم کلام اورفن مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، بہترین واعظ، مدرس، منتظم، مدبر اور عارف کامل تھے۔

آپ نے اصلاحی تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی اعظم حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے قائم رکھا۔ بقول آپؒ کے ۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۶ء تک حضرت مفتی اعظمؒ سے سلسلہ اصلاح وتربیت اور خصوصی تعلق قائم رکھا اور حضرت محمد شفیع صاحبؒ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور اصلاحی تعلق قائم کیا۔ اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے محبوب ومعتمد رہے، آپ نے اپنی زندگی میں تبلیغ دین کا بھی فریضہ بخوبی سرانجام دیا، مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے اجتماعات اور پروگراموں میں خصوصیت سے آپ کے اصلاحی وعلمی بیانات ہوتے تھے، آخر وقت تک مجلس سے وابستہ رہے، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ احتشامیہ کراچی اور دارالعلوم کراچی کے دینی اجتماعات میں آپ کے بڑے علمی ومدلل بیانات ہوتے رہے، حضرتؒ کے بارہا بیانات سننے کا شرف حاصل ہوا آپ سلف صالحین کا عین نمونہ تھے۔ افسوس کہ آپ ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین



عالمی مبلغ

حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تبلیغی جماعت کے عالمی مبلغ حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب فیصل آبادیؒ ایک ممتاز عالم دین، عظیم فقیہ، محدث، مبلغ اور سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ آپ جنوری ۱۹۱۷ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے پھر کچھ عرصہ بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، علامہ شمس الحق افغانی، مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی اور علامہ یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہم آپ کے ممتاز اساتذہ میں سے ہیں جو علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب مانے جاتے تھے۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے تعلیمی فراغت کے بعد ۱۹۵۱ء میں فیصل آباد آ گئے۔ اور ۱۹۵۲ء میں کچہری بازار کی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان سے قبل اور بعد کے ابتدائی دور میں آپ مجلس احرار الاسلام سے وابستہ رہے پھر ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد کی بنیاد رکھی اور باقاعدہ تدریسی و تعلیمی خدمات کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۴ء کی تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی طرح سے تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے تدریسی اور تعلیمی اور تحریکی خدمات کے علاوہ زندگی کا بیشتر حصہ دعوت و تبلیغ میں گزارا اور اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے دین کو سیکھنے اور سکھانے میں گزار دی۔ ملک و بیرون ممالک میں آپ اکثر و بیشتر تبلیغی جماعت کے پروگراموں میں شریک ہوتے رہے۔ اس طرح سے لاکھوں مسلمان آپ کے مواعظ حسنہ سے فیض یاب ہوئے اور ہزاروں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ کے بیانات عالمی اجتماع رائے ونڈ اور دیگر ممالک میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ سنے جاتے تھے اور دور دراز سے سفر کر کے عوام وخاص آپ کے

بیانات سے مستفید اور مستفیض ہونے کے لئے آتے تھے۔ آپ ایک عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شیخ کامل بھی تھے۔

آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور خلافت واجازت کا بھی اعزاز حاصل کیا۔ خود بھی سینکڑوں افراد کی اصلاح فرمائی اور ساری حیات اپنے بزرگوں کے مسلک ومشرب پر قائم رہتے ہوئے دین حق کا پیغام ملت اسلامیہ کو باحسن طریق پہنچاتے رہے۔

آپ تقریباً چار سال صاحب فراش رہے۔ مگر اس دوران بھی تبلیغ ودعوت کی خدمات کرتے رہے۔ آپ نے پندرہ مئی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ شام چار بج کر بیس منٹ پر ۸۷ سال کی عمر میں فیصل آباد میں رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

دوسرے روز دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد کے قریب پہاڑی گراونڈ میں نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔

نماز جنازہ میں ہزاروں عقیدت مندوں کے علاوہ ممتاز علماء وزعماء نے بھی شرکت کی۔ جن میں تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر حاجی عبدالوہاب صاحب، شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ مولانا مفتی عبدالستار ملتانی جامعہ خیر المدارس، مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا محمد ازہر مدیر الخیر، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا محمد عالم طارق، مولانا محمد احسان الحق، قاضی حمید اللہ ایم این اے، مولانا مجاہد الحسینی، حافظ محمد طاہر محمود الاشرفی اور دیگر اہم شخصیات شامل ہیں۔ نماز جنازہ میں شریک علماء وزعماء نے حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات کو عالم اسلام کا عظیم سانحہ قرار دیا اور آپ کی تبلیغی اور دینی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو خراج تحسین پیش کیا، آپ انتہائی بااخلاق، ملنسار، متواضع اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے۔ متعدد بار حج وزیارت کا شرف حاصل ہوا اور ساری زندگی تبلیغ وتدریس واصلاح، میں گزاری۔ حق تعالیٰ آپ کو درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین

شیخ الحدیث

حضرت مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم العلماء، استاذ العلماء والفضلاء شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد اپنے وقت کے ایک جلیل القدر محدث ومدبر، ایک عظیم مفسر ومفکر، عارف کامل اور شیخ العصر عالم باعمل تھے۔ ان کا علم وعمل، زہد وتقویٰ، اخلاق عالیہ مثالی تھا۔ وہ سلف صالحین کا نمونہ تھے۔

حضرت شیخ الحدیث ۱۹۳۱ء کو روشن والا چک ۲۴۳ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے، وہو ہہ ہائی سکول فیصل آباد سے ۱۹۴۸ء میں فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان سائنس کے ساتھ پاس کیا، کالج کے داخلہ کے عزم کے باوجود اپنے ماموں مولانا کرم الٰہی بی اے علیگ سے متاثر ہو کر اچانک دینی علوم کی تحصیل کا ذوق پیدا ہوا، جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مرید تھے۔ چنانچہ علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے دارالعلوم ربانیہ فیصل آباد میں داخلہ لیا پھر مدرسہ اشرف الرشید روشن والا میں ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخل ہوئے اور ۱۳۷۶ ہجری بمطابق ۱۹۵۷ء میں حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت علامہ محمد شریف کشمیری اور حضرت مولانا مفتی عبداللہ ملتانی رحمتہ اللہ علیہم جیسے اکابر اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں بحیثیت صدر مدرس آٹھ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں اپنے مادر علمی جامعہ خیر المدارس ملتان میں تقریباً گیارہ سال تک درس حدیث دیتے رہے، اس کے بعد حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی دعوت پر دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ میں استاذ الحدیث کی حیثیت سے حدیث رسولؐ کے چراغ جلاتے رہے اور پھر حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ کے اصرار پر فیصل آباد تشریف لے آئے اور کئی سال تک ان کے مدرسہ دارالعلوم فیصل آباد میں شیخ الحدیث رہے۔ اس کے بعد غالباً ۱۹۸۳ء میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ کے نام سے ایک عظیم الشان دینی درسگاہ قائم کی

جس کی بنیاد عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے رکھی آج جامعہ امدادیہ فیصل آباد پاکستان کے عظیم دینی مدارس میں شمار ہوتا ہے جہاں سے ہزاروں طالبان علم سیراب وشاداب ہو چکے ہیں اور ملک و بیرون ممالک میں دینی، علمی وتدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث کی ساری زندگی قال اللہ و قال الرسول میں گزری اور ہزاروں تلامذہ نے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے، علمی وتدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے تبلیغی و تصنیفی خدمات بھی سرانجام دیں جو انتہائی ناقابل فراموش ہیں، ملک بھر کے دینی مدارس میں آپ کے علمی واصلاحی بیانات ہوتے رہے خصوصاً جامعہ امدادیہ کے علاوہ جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ احتشامیہ کراچی اور دیگر مدارس دینیہ مراکز تبلیغ تھے جہاں علماء، صلحاء اور طلباء وعوام وخواص آپ کے علم واصلاحی بیانات کو بڑے ذوق وشوق سے سنتے تھے، مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے آپ قائد اور نائب صدر رہے اور مجلس کے پروگراموں میں ملک بھر کے دورے فرماتے رہے، اور عوام وخواص کو اپنے فیض علمی وروحانی سے فیض یاب فرماتے رہے، تدریسی وتبلیغی خدمت کے علاوہ بہت سی درسی کتابیں بھی تصنیف کیں، کئی درسی کتب کی شروحات لکھیں جو بہت مشہور ہوئیں، علم حدیث میں مشکوٰۃ شریف کی شرح، اشرف التوضیح دو جلدوں میں شائع ہوئی جو ایک عظیم علمی خزانہ ہے۔ آپ کا اصلاحی تعلق حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے منسلک ہے، آپ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد تھے، ہمیشہ سلسلہ اشرفیہ امدادیہ کے مسلک کے مطابق زندگی گزاری اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحبؒ اپنے اخلاق وعادات اور اوصاف وکمالات میں سلف صالحین کا نمونہ اور یادگار تھے، نہایت بلند اخلاق کے مالک تھے، ہمیشہ ہر ملنے والے سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور دل موہ لینے والی مسکراہٹ سے ہر خاص وعام کا استقبال کرتے تھے، بندۂ ناچیز پر حضرت شیخ الحدیث کی بے پایاں عنایات ہیں، بندہ کی ہر تالیف کو دیکھ کر بڑی مسرت وخوشی کا اظہار فرماتے تھے، کئی تصانیف کے بارے میں تحریری طور پر اپنے تاثرات عالیہ بھی قلم بند فرما کر بندہ کے لئے ارسال کئے اور تعریفی کلمات سے نوازا۔

آپ انتہائی متواضع، ملنسار، خندہ جبیں اور لطیف الروح تھے، اتباع سنت کے پیکر اور اکابر دیوبند کے عاشق صادق تھے، عشق رسولؐ میں سرشار تھے، متعدد بار حج وزیارت حرمین شریفین کے لئے مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ تشریف لے گئے اور سعادت دارین حاصل کی۔ کئی بار ڈیرہ غازی خان جامعہ اسلامیہ اور مجلس صیانۃ المسلمین کے جلسوں اور اجتماعات میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک بار جام پور وکوٹ بودلہ بھی مجلس کے پروگرام میں تشریف لائے، واپسی میں بندۂ ناچیز کو بھی ڈیرہ غازی خان تک گاڑی میں اپنے ساتھ لے گئے اور اس طرح بندہ کو حضرت اقدس کے ساتھ سفر کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ جب بھی ڈیرہ غازی خان تشریف لاتے بندہ ناچیز کو خط کے ذریعے مطلع فرماتے، یا پھر مولانا عبدالستار رحمانی صاحب کے ذریعے اپنے آنے کی اطلاع فرماتے تھے، متعدد بار حضرتؒ نے جامعہ امدادیہ کے سالانہ جلسوں میں شرکت کی دعوت دی صرف دو بار حضرتؒ کے حکم پر فیصل آباد حاضری ہوئی، گزشتہ سالانہ جلسہ ۲۰۰۳ء میں بندۂ ناچیز حاضر خدمت ہوا تو انتہائی شفقت ومحبت فرمائی اور اپنی رہائش گاہ کے ساتھ ہی ایک کمرہ میں قیام کی خصوصی عنایت فرمائی، نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ، مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ اور دیگر علماء کرام کے ساتھ خصوصیت سے کھانے پر بلایا اور شفقت ومحبت کے ساتھ خصوصی دعاؤں اور کلمات خیر سے نوازا۔ بہت سے مدارس کے اجتماعات میں حضرتؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ہر بار حضرتؒ نے بڑی شفقت ومحبت کا برتاؤ کیا۔

بہر حال حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتوں اور عنایتوں کے تذکرہ کے لئے تو ایک دفتر چاہیے وہ تو مجسمہ علم وعمل تھے۔ ادا، ادا سے علم اور عمل جھلکتا تھا، آپ کی شان علمی وروحانی کے بارے میں بندہ ناچیز کیا لکھ سکتا ہے، ایسے حضرت تو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، حضرتؒ کی ساری حیات طیبہ علم، عمل، زہد، تقویٰ، طہارت، اخلاق سے مزین تھی، ساری عمر علمی، تدریسی، تبلیغی، تصنیفی اور اصلاحی خدمات میں مصروف رہے، حق وصداقت ہمیشہ آپ کا شیوہ رہا، نہایت نفیس الطبع تھے عجز وانکساری اور تواضع کا پیکر تھے، مہمان نواز، قدر دان اور علماء واولیاء کے محبّ ومحبوب تھے، غرض حضرت شیخ کی کس کس صفت کا ذکر کیا جائے۔

آہ! آج ہم حضرت اقدسؒ کی شفقتوں، عنایتوں اور پر خلوص دعاؤں سے محروم ہو چکے

ہیں۔ سب ہی شیوخ و اکابر اور مشفق و مہربان بزرگ ہم سے جدا ہو گئے' حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی' حضرت مولانا محمد شریف جالندھری سابق مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان' حضرت اقدس الشیخ مفتی سید عبدالشکور ترمذی' حضرت اقدس مفتی عبدالقادر کبیر والا رحمتہ اللہ علیہم اور اب میرے مشفق و مہربان ومحبوب شیخ و بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جدا ہو گئے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون

۳ جولائی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ صبح ساڑھے پانچ بجے عالم اسلام اپنے جلیل القدر عالم ومحدث اور شیخ کامل سے محروم ہو گیا' علمی دنیا میں تاریکی چھا گئی' ہم سے ایک نعمت عظمیٰ چھن گئی' ان کا اٹھ جانا دراصل موت العالم موت العالم کا مصداق ہے' بس دعا کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے حق تعالیٰ شانہٗ میرے مشفق و مہربان شیخ اقدسؒ کی لحد مبارک پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائیں اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائیں۔ آمین



مجاہد اسلام

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی نظام الدین شامزئی ۱۹۵۲ء میں سوات کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام حکیم حبیب الرحمٰن ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ''مولانا عبدالرحمٰن برتھانہ'' اور ''مولانا غلام محمد صاحب'' سے حاصل کی۔ بعدازاں مدرسہ مظہر العلوم سے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۶۹ء میں جامعہ فاروقیہ میں مولانا سلیم اللہ صاحب سے حدیث شریف کی تعلیم پائی اور ۱۹۷۰ء میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے درس نظامی کا آخری امتحان دیا اور اعلیٰ اعزازات کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۷۱ء سے جامعہ فاروقیہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ اپنی فطری وخداداد صلاحیتوں اور علمی قابلیت واستعداد کے بل بوتہ پر آپ ۱۹۷۳ء میں ترقی کرتے ہوئے استاذ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۹۸۸ء میں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بطور ''استاد حدیث ونگران **تخصص فی الفقه** مقرر ہوئے۔

اسی دوران جستجوئے علم انہیں مولانا احمد الرحمٰن صاحبؒ کے پاس لے گئی' ان کی رفاقت میں رہتے ہوئے آپ نے بی کام کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا اور پھر ۱۹۹۰ء میں'' جام شورو یونیورسٹی'' سے ''شیوخ بخاری'' پر تھیس (مقالہ) مکمل کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ان تعلیمی مساعی کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب جہاد افغانستان میں عملاً ایک مجاہد کی حیثیت سے شریک ہوئے ''ارگون اور خوست کی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مولانا ارسلان رحمانی اور مولانا جلال الدین حقانی کی قیادت میں بھی جہادی خدمات سرانجام دیں۔ طالبان کا ساتھ ابتدائی دور سے دیا اور قندھار' ہرات' جلال آباد کابل کی فتوحات میں بھی عملی شرکت کی۔ مفتی نظام الدین شامزئیؒ نے اپنے سیاسی سفر کا آغاز جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا اور بہت جلد ہی اس کے مرکزی رہنماؤں میں شمار ہونے لگے۔ وہ جمعیت کی مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے۔ اس کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے مرکزی رکن بھی تھے۔ جب تک

جہادی تنظیم جیش محمد کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا حضرت مفتی صاحب حرکت المجاہدین کے سرپرست اعلیٰ اور اس کے نمائندہ جریدے ''الہلال'' کے مدیر اعلیٰ بھی رہے۔

جیش محمد کا قیام ان کی مساعی اور تائید ہی سے عمل میں آیا تھا لیکن بعد ازاں وہ جہادی تنظیموں کے بعض رہنماؤں کے مابین ذاتی مخاصت کا قضیہ شروع ہونے اور پھر ان کے نامناسب رویے کے باعث دل شکستہ ہوکر کنارہ کش ہو گئے۔

انہوں نے اپنی تمام تر علمی صلاحیتیں طلباء دین کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف کر دیں۔ حضرت مفتی صاحب متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے ان کی معروف تصنیفات میں ''پڑوسیوں کے حقوق' مسلمانوں کے حقوق' عقیدہ ظہور مہدی' فضائل مہدی' زیارت کے احکام و آداب' شرح مقدمہ صحیح مسلم اور شیوخ بخاری'' وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کی علمی یادگار آپ کے وہ ہزاروں شاگرد ہیں جو پاکستان' افغانستان بنگلہ دیش اور یورپی و افریقی ممالک میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ آخری دم تک جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں شیخ الحدیث کی مسند پر فائز رہے۔ مفتی صاحب کا نام سب سے پہلے اس وقت ملک بھر کے اخبارات کی زینت بنا تھا۔ جب ۱۹۹۹ء میں انہوں نے امریکہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ اس فتویٰ کے باعث ملک بھر میں ہل چل مچ گئی تھی۔ یہ چونکا دینے والا فتویٰ انہوں نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار سے خطاب کے دوران امریکہ کو حربی کافر قرار دیتے ہوئے دیا تھا۔ اس کے بعد سے مفتی نظام الدین شامزئی امریکی استعمار کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹک رہے تھے۔ امریکہ نے جب اکتوبر ۲۰۰۱ء میں افغانستان پر حملہ کا آغاز کیا تھا تو مفتی صاحب نے اس وقت بھی کلمہ حق بلند کرتے ہوئے طالبان کی اسلامی حکومت کے دفاع میں متعدد بیانات دیئے تھے اور اپنے انٹرویوز کے دوران بھی امریکی جارحیت کے خلاف اپنے دوٹوک موقف کو دہراتے ہوئے امریکہ کو ظالم اور جارح قرار دیا تھا۔ مفتی صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ بعض قوتیں انہیں منظر سے ہٹانا چاہتی ہیں۔ ان کی نگرانی کی جاتی ہے اور بعض خفیہ اداروں کے اہلکار انہیں موقع بہ موقع تنگ کرتے رہتے ہیں۔ مفتی صاحب کے اپنے الفاظ میں کہ میں ہی جانتا ہوں جو ان دنوں مجھ پر گزر رہی ہے۔

اپنے آبائی وطن سوات کی مانند صاف شفاف اور نسیم صبح کی طرح راحت بخش ''مولانا مفتی نظام الدین شامزئی'' گزشتہ ۱۷ برسوں سے دارالعلوم بنوری ٹاؤن کے دارالحدیث میں تشنگان علم حدیث کی پیاس بجھانے میں مصروف تھے۔ چند برس پہلے راقم کو ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا اور ان سے پہلی ملاقات کا تاثر بہت گہرا اور دیرپا ہے جو آج تک باقی ہے زبان و بیان پر یکساں قدرت رکھنے والے مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ پٹھان ہونے کے باوجود بہت شستہ اور نستعلیق اردو بولتے تھے۔ دھیمے اور باوقار انداز میں ہر سوال کا جواب مدلل اور نپا تلا ملتا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گفتگو میں رکھ رکھاؤ اور حد درجہ احتیاط ملحوظ رکھنے کے باوجود اظہار حقیقت اور سچائی بیان کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ بلکہ سلف الصالحین کی روایات حسنہ کے امین اور انہی کی طرح جذبہ غیرت ایمانی سے سرشار تھے۔ ان سے گفتگو کرنے کے بعد اس غلط تاثر کی نفی بھی خود بخود ہو جاتی تھی جو طبقہ علماء کے حوالے سے بالعموم پایا جاتا ہے۔ وہ بے خبر نہیں بلکہ انتہائی باخبر انسان تھے۔ مقامی حالات ہوں یا ملکی حالات' عالمی سطح کے عیاروں شاطروں کی چالیں ہوں یا مذہبی بازی گروں کی قلابازیاں' امریکی و مغربی سازشوں کے سیاہ وسفید تانے بانے ہوں کہ عالم اسلام کے مسائل' مفتی صاحب کی سب پر گہری نظر تھی اور وہ بے شمار گہرے رازوں کے امین تھے۔ ان کی گفتگو میں انکشافات کی دنیا سمٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ان سے پہلی ملاقات اس تاثر کے ساتھ حیرانی کا باعث بنی رہی کہ ایک فقیر منش سیدھی سچی اور سادی زندگی بسر کرنے والا عالم' دین و دنیا میں حد مساوات کس خوبی اور توازن سے برقرار رکھے ہوئے تھا اور یہی طرز عمل تھا جو ان کے تبحر علمی' سلاست فکر' بلندی کردار اور ان کی سنجیدگی و متانت کا معترف و اسیر بنا دیتا تھا۔ آج حضرت مفتی صاحب ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کی باغ و بہار اور متین شخصیت کا خوشگوار تاثر ہمیشہ دل کی آماجگاہ میں محفوظ رہے گا۔

مذہبی شخصیات کی ٹارگٹ کلنگ ایک منصوبہ کے تحت کی جارہی ہے اور حضرت مفتی صاحب جیسی شخصیت جو امریکی استعمار سمیت تمام لادین عناصر کے لئے مزاحمتی دیوار کی حیثیت رکھتی تھیں ان کا قتل محض دہشت گردی کا واقعہ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ مفتی صاحب کی زندگی کا ہر حوالہ تبلیغ دین اور جہاد پر مبنی تھا اور جو قوتیں افغانستان کے پس منظر میں دینی شخصیات کا تعاقب کر

رہی ہیں مفتی صاحب کی شخصیت ان کی ہٹ لسٹ پر تھی۔

مفتی صاحب کی شہادت کے بعد اب کم از کم یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ پاکستان میں شہر شہر میں کھلنے والے امریکن ایف بی آئی اور سی آئی اے کے خفیہ دفاتر سے مذہبی شخصیات کی قدم قدم نگرانی کی جارہی ہے۔ ان کے آنے جانے کے معمولات سے لے کر ملنے ملانے کے اوقات کا ٹائم ٹیبل تک ان کے پاس موجود ہوتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کو شہید کرنے کے لئے بھی ایف بی آئی اور سی آئی اے کے ایجنٹوں نے کردار ادا کیا ہے' ہمارے حکمران حسب معمول اس المناک واقعہ کو بھی ایک ایسی کارروائی قرار دے کر صبر وضبط اختیار کرنے اور پر امن رہنے کی تلقین کرتے رہیں گے۔ جس کا مقصد ملک کی اکانومی کو خراب کرنا ہے۔ حکومت کے علم میں تھا کہ حضرت مفتی صاحب افغانستان میں عملی جہاد کرنے اور امریکہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے کے باعث اہم ہدف تھے اور اس حوالہ سے حضرت مفتی صاحب نے ایک عرصہ پہلے بتایا تھا کہ ان کی جان کو خطرات لاحق ہیں انہیں مختلف طریقوں سے ہراساں کیا جارہا ہے۔

حکومت نے مفتی صاحب جیسی اہم شخصیات کے تحفظ کے لئے کسی قسم کے اقدامات نہیں کئے۔ ۳۰ مئی کو رونما ہونے والے سانحہ میں امت مسلمہ بالعموم اور پاکستان کے مسلمان بالخصوص ایک ایسی شخصیت سے محروم ہوگئے جس کا نعم البدل ملنا ناممکن ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی شہادت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی بھی پورا نہیں ہو سکے گا۔ اس سانحہ میں حضرت مفتی صاحب کے بیٹے' بھتیجے اور ایک محافظ سمیت متعدد افراد بھی زخمی ہوئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کی شہادت کی خبر ملک بھر میں آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ غم وغصہ کے اظہار کے لئے سڑکوں پر نکل آئے اور ان کے سوگ میں بازار بند ہوگئے۔ ملک کی تمام نامور شخصیات نے حضرت مفتی صاحب کو دہشت گردی کی بہیمانہ واردات میں شہید کرنے پر افسوس اور غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے احتجاج کیا ہے کہ امریکی سازش کے تحت دینی شخصیات کا ٹارگٹ کلنگ کے واقعات اس بات کی ذلیل ہیں کہ اب پاکستان میں کوئی بھی دین دار شخص ہو کفر کو پسند نہیں ہے' محفوظ نہیں رہا اور خود اس ملک کی حکومت اپنے معزز شہریوں اور اہل علم کو تحفظ فراہم کرنے سے معذور ہوگئی ہے۔

مجاہد ختم نبوت

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ تشریف لے گئے جہاں اکابر علماء کرام سے آپ نے تعلیم حاصل کی، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی، شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہم آپ کے اساتذہ گرامی میں سے تھے، دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد آپ نے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں مناظرہ اور دورۂ تفسیر پڑھ کر مہارت حاصل کی اور پھر مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حدیث وتفسیر پڑھتے رہے، فراغت تعلیم کے بعد علمی و تدریسی خدمات میں مصروف رہے، اسی دوران تقریر وتحریر کے ذریعے رد قادیانیت کے لئے زبردست کام کیا۔ تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا اور زندگی بھر تحفظ ختم نبوت کے لئے کام کرتے رہے۔ ملک و بیرون ممالک میں مرزائیوں کے خلاف تحریک چلائی اور قادیانیوں کو مناظرے کے لئے چیلنج کرتے رہے اور ہر مناظرے میں کامیابی حاصل کی، اس عرصہ میں بڑی تکالیف ومشکلات کا سامنا کیا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اپنے مقدس مشن سے پیچھے نہیں ہٹے، سعودی عرب اور یورپ کے ممالک میں بھی آپ نے علماء کو قادیانیت کے خلاف مناظرہ پڑھایا اور دارالعلوم دیوبند میں بھی علماء کو فن مناظرہ کی تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ متعدد کتابیں قادیانیت کے خلاف لکھیں اور ربوہ جو قادیانیت کا گڑھ تھا اسے آزاد کرا کے ربوہ کی بجائے شہر کا نام چناب نگر آپ نے رکھوایا۔ آپ نے چنیوٹ شہر میں ایک دینی درسگاہ جامعہ عربیہ کے نام سے قائم کی جو آج ایک عظیم الشان دینی ادارہ ہے۔ آپ کی پوری زندگی تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف اور تبلیغ واصلاح میں گزری ہے، پوری دنیا میں تبلیغ دورے کئے اور زندگی میں ۳۵ مرتبہ حج وزیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی، آپ نے علمی و دینی

خدمات کے علاوہ ملکی وسیاسی حالات میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے۔آپ کئی بار اپنے شہر سے صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے اور شہر کی میونسپل کمیٹی کے چیئرمین بھی بنے۔الغرض پوری زندگی دین وملت کی خدمت میں بسر کی' ایک جید عالم دین' خطیب ومقرر' مناظر بھی تھے اور ایک بلند پایہ سیاستدان بھی تھے' اخلاق وعادات میں سلف کا نمونہ تھے' تواضع وانکساری میں بلند مقام حاصل تھا۔مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم نہایت ملنسار تھے' بندہ ناچیز سے بڑی مشفقانہ محبت فرماتے تھے۔بندہ نے متعدد بار اپنی کتابیں ان کی خدمت میں پیش کیں تو انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ جام پور میں مجلس صیانۃ المسلمین کے مرکز تبلیغ' جامع مسجد عثمانیہ تشریف لائے اور ڈیڑھ دو گھنٹے بیان بھی فرمایا۔نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے اکابر علماء دیوبند کے مداح تھے' اپنی کئی تصانیف بندہ کے لئے عنایت فرمائیں اور دعاؤں سے نوازا۔

آہ! اب ایسی خوبیوں کے مالک اور ایسے مجاہد ومناظر کہاں پیدا ہوں' بندہ نے متعدد بار ان کی تقاریر سنیں' جامعہ خیر المدارس ملتان میں متعدد بار ان کے پرجوش مناظرانہ بیانات سنے اور آخری بار جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کے گزشتہ سالانہ جلسہ میں مولانا کا بیان سنا اور آخری ملاقات ہوئی۔حق تعالیٰ شانہ مولانا مرحوم کی خدمت کے صلہ میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں اور ان کے صاحبزادوں کو ان کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین



جرنیل سپاہ صحابہ

حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ مارچ ۱۹۶۱ء میں چیچہ وطنی ضلع ساہیوال کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق راجپوت منج خاندان سے تھا۔ ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم ربانیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ابتدائی فارسی اور مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں پنجاب ہی کے مختلف مدارس میں رہ کر، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، علم کلام، منطق اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۸۴ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں دورۂ حدیث کے لئے داخلہ لیا، علوم حدیث کی تکمیل کے لئے جن اساتذہ حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے ان میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی صاحب، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب اور حضرت مولانا بدیع الزمان صاحب رحمتہ اللہ علیہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ کے امتحان کے علاوہ ایم۔اے عربی، ایم۔اے اسلامیات امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔

دورۂ حدیث سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے کراچی ہی میں تدریس وخطابت شروع کی، ۱۹۹۱ء میں آپ کراچی سے ترک سکونت کر کے جھنگ میں قیام پذیر ہوگئے اور جھنگ کی سیاسی وسماجی خدمات انجام دینے لگے، دسمبر ۱۹۹۱ء کے بلدیاتی انتخابات میں ان کی کالعدم مذہبی جماعت نے ۴۷ کے ایوان میں ۳۳ نشستیں حاصل کیں۔ ۱۰ جنوری ۱۹۹۰ء کو انہیں تنظیم کا نائب صدر بنا دیا گیا۔

۱۷ جنوری ۱۹۹۶ء کو لاہور میں بم دھماکے میں مورخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی ؒ کے شہید ہو جانے کے بعد مولانا محمد اعظم طارق صاحب جماعت کے سرپرست اعلیٰ بن گئے۔

آپ جھنگ کی مسجد کے خطیب تھے، تنخواہ سے گھریلو اخراجات پورے کرتے تھے۔ ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں آپ وہ واحد مذہبی رہنما تھے جو جیل میں ہونے کے باوجود کامیاب ہوئے۔

مولانا موصوف عجز وانکساری اور سادگی کا پیکر تھے اور دینی خدمات کے مختلف شعبوں سے وابستہ تھے جہاں اور جس وقت بھی دین کو ان کی ضرورت پڑی وہ وہیں نظر آئے۔ شجاعت و بہادری جرأت و حوصلہ مندی میں انہیں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ وہ ایک شعلہ بیان مقرر اور بہترین خطیب تھے۔ بڑی روانی کے ساتھ تقریر کرتے تھے اپنے موقف کی تائید میں ایسے وزنی دلائل پیش کرتے تھے جن کا مخالفین کے پاس جواب نہ ہوتا تھا۔

مولانا مرحوم نے نبی اکرم ﷺ کی مقدس ترین جماعت حضرات صحابہ کرام اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی عزت و ناموس کے تحفظ کو اپنی زندگی کا مشن قرار دیا تھا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں پیغمبر اسلام ﷺ کے جانثاروں اور وفا شعاروں کی توہین و تنقیص نا قابل برداشت ہے۔

انہوں نے مختلف حکومتوں کے سامنے فرقہ واریت کے خاتمہ کی تجاویز پیش کیں۔ انہیں اپنے درد اور فکر سے آگاہ کیا' فرقہ وارانہ کشیدگی کے اصل اسباب کی نشاندہی اور ان کے تدارک کی طرف توجہ دلائی اور اس مقصد کے لئے انہوں نے قانونی راستے اختیار کئے ان کی یہ خدمات ملک کی تاریخ کا روشن حصہ ہیں۔

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے جس انداز سے زندگی بسر کی ہے اور ایک مشن کو زندگی کا مقصد بنا کر اس کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ بلاشبہ عزیمت واستقامت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں' ان کے طریق کار سے کسی موقع پر اختلاف ممکن ہے یا ان کے کسی طرز عمل کے بارے میں دو رائے ہو سکتی ہیں لیکن ان کے خلوص' اپنے مشن سے والہانہ وابستگی' کردار کی پاکیزگی' عشق صحابہ میں فنائیت اور عزم واستقلال' ہمت و شجاعت جیسی اعلیٰ صفات سے انکار نہیں کیا جا سکتا' اس شخص کے خلوص اور عزیمت واستقامت کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے جو اپنی بھرپور جوانی کے کئی سال قید و بند میں گزار کر بالآخر اپنی جان پر کھیل گیا۔

مولائے کریم ان کی قربانیاں قبول فرمائیں آخرت میں انہیں درجات عالیہ سے نوازیں اور جملہ پسماندگان اور عقیدت مندوں کو صبر وتحمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین

سید قاری محمد اکبر شاہ بخاری کی دیگر تصانیف

تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین
خطبات احتشام (۶ جلد)
خطباتِ مفتی اعظمؒ
چالیس بڑے مسلمان ۲ جلد
اکابر علمائے دیوبند
خطبات ادریسؒ
ذکرِ خیر محمد
تذکرہ شیخ الاسلام پاکستان
تذکرہ مفتی اعظم پاکستان
مفتی محمد حسن اور ان کے خلفاء
اکابرین مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان
دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات
خطبات طیبات
مقالات ترمذیؒ
حیات ادریسؒ
بیس علمائے ربانی
سیرت بدر عالمؒ
حیات ظفر عثمانیؒ

خطبات اکابر (۵ جلد)
حیات احتشام
مقالات مفتی اعظم
بیس علمائے حق
تذکرہ اولیائے دیوبند
خطبات مالکؒ
کاروان تھانویؒ
خطبات شیخ الاسلام پاکستان
مفتی اعظم پاکستان اور ان کے مفکر تلامذہ خلفاء
تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند
سلسلہ اشرفیہ کے سو بڑے علماء
ذکر طیبؒ (قاری محمد احتشامؒ)
تذکرہ خطیب الامتؒ
اصلاحی مواعظ حسنہ
ذکر متین
پچاس جلیل القدر علماء
سوانح جلیل
مقالات ظفر عثمانیؒ

تمت بالخیر